READING SECTION
Online Library For Pakistan
WWW.PAKSOCIETY.COM
PAK Society LIBRARY OF PAKISTAN
ONE SITE ONE COMMUNITY
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ سرگودہا

چیف ایڈیٹر: ملک این اے کاوش اعوان
ایڈیٹر: محمد ندیم عباس میواتی
معاون ایڈیٹر: ذکیر احمد بھٹی
انچارج شعروشاعری: اظہر اقبال مغل
فیس بک انچارج: انعم شہزادی
کمپوزنگ: ملک این اے کاوش اعوان

دل کو موہ لینے والی کہانیوں کا انتخاب

سہ ماہی شاہین ڈائجسٹ
سلانوالی سرگودہا

جلد: 01 شمارہ: 06 سالگرہ نمبر

Shaheendigest786@gmail.com
0300-2305767
0302-2305767
0306-9034595

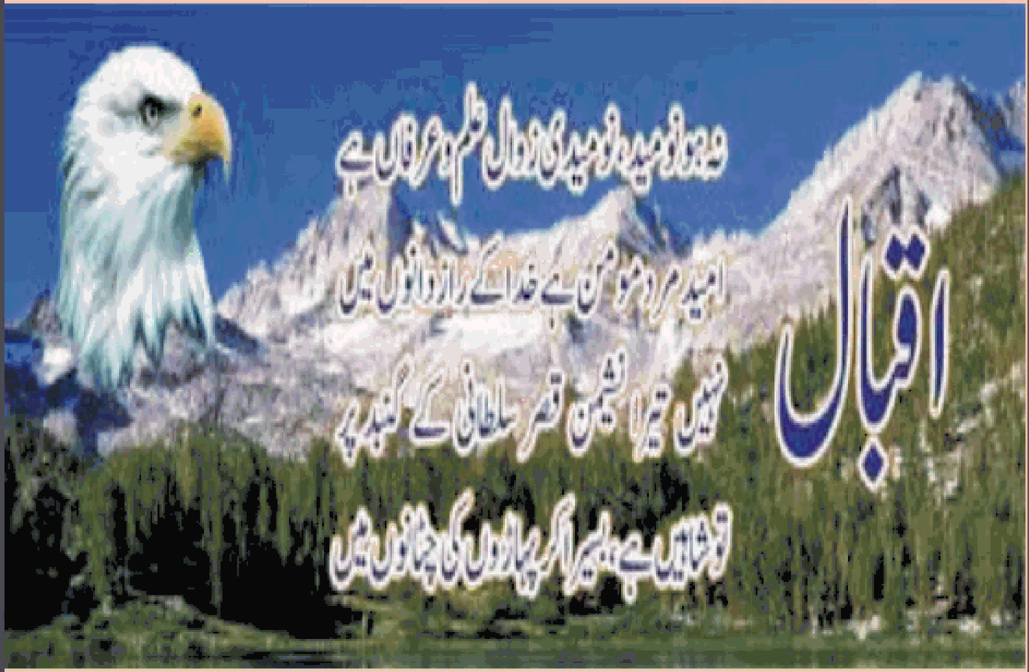

ادارہ کا کسی بھی رائٹر کے خیالات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ شاہین ڈائجسٹ میں چھپنے والی تمام کہانیاں فرضی ہوتی ہیں۔ کسی کی ذات یا شخصیت سے مماثلت محض اتفاقیہ ہو سکتی ہے۔

خط و کتابت کا پتہ: ملک این اے کاوش اعوان، محلّہ رحمت کالونی سلانوالی، سرگودہا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)
محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ سرگودہا

فہرست

قرآن کی باتیں 05

دل مشکل — حسیب اشرف 11

تخیل عشق — حلیمہ افضال 49

صنف نازک — مسز جمیل الرحمٰن 52

غافر — عمارہ جہان 57

آتما — ملک این اے کاوش اعوان 64

آدم خور — محمد ندیم عباس میواتی 91

بلیدان — حافظ محمد بلال اسلم 126

دیو — طاہر عباس 188

خونی حویلی — ملک اے بی شاہین 221

پیاری باتیں 281

قوس قزح 290

غزل 293

بندمٹھی میں ریت — محمد نواز 307

رشتے کچھ گمنام سے — معصومہ ارشاد سولنگی 315

خط و کتابت کا پتہ

ملک این اے کاوش اعوان

محلہ رحمت کالونی، سلانوالی، سرگودہا

0300/0302-2305767 / 0306-9034595

shaheendigest786@gmail.com

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) — محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سالگرہ نمبر

آج ہمارے لیے بہت ہی خوشی کا موقع ہے کہ ہماری محنت کو ایک سال پورا ہونے والا ہے۔ ہمیں اچھی طرح سے یاد ہے کہ جس وقت ہم نے اس پلیٹ فارم کا آغاز کیا تھا۔اس وقت اکثریت دوستوں کی ایسی تھی جو ہمارے حوصلے پست کر رہے تھے۔وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں ہمارے ان اقدامات سے نفرت تھی یا ان کے دلوں میں کدورت تھی بلکہ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید ہم یہ قدم نہ اٹھا پائیں اور اگر اس مشن میں ہمیں ناکامی ہوتی تو سوشل میڈیا سمیت ہر قدم پر "شاہین رائٹرز گروپ" کے لیے بے عزتی کا مقام تھا۔ماہ دسمبر 2016 میں ملک این اے کاوش اعوان نے شاہین رائٹرز گروپ کو جائن کیا اور جلد ہی اپنا مقام پیدا کیا "شاہین رائٹرز گروپ" کی کمانڈ محمد ندیم عباس میواتی نے سنبھال رکھی تھی۔جلد ہی دونوں ممبران نے سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا پر "شاہین رائٹرز گروپ" کو مشہور کرنے کا سوچا اور یہ طے پایا کہ ایک ایسا ڈائجسٹ منظر عام پر لایا جائے جو کہ نا صرف "شاہین رائٹرز گروپ" کے لیے بہتر ثابت ہو بلکہ ان رائٹرز کے لیے جنہیں ڈائجسٹ میگزین والے کوئی اہمیت نہیں دیتے ان کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔مشہور و معروف رائٹرز کی صف میں ایسے گمنام رائٹرز کو کھڑا کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

"شاہین رائٹرز گروپ" کی نسبت سے اس ڈائجسٹ کا نام "شاہین ڈائجسٹ" رکھا گیا۔جس کا چیف ایڈیٹر "ملک این اے کاوش اعوان صاحب" اور ایڈیٹر "محمد ندیم عباس میواتی صاحب" کو مقرر کیا گیا۔اس بات پر تمام رائٹرز نے اتفاق کیا۔شاہین ڈائجسٹ کے پہلے شمارے نے ہی اپنی پہچان بنائی اور سوشل میڈیا پر چلنے والے آن لائن ڈائجسٹوں میں شاہین ڈائجسٹ سرفہرست آ گیا۔شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دنیا بھر سے نامور رائٹرز حضرات،شعراء کرام اور کالم نگاروں نے اس ڈائجسٹ میں حصہ لینا شروع کر دیا۔جہاں ایسی نامور ہستیاں جلوہ گر ہونے لگیں وہیں ان گمنام رائٹرز کو بھی جگہ ملنے لگی اور ان کی ڈھارس بندھائی جانے لگی۔تاریخ گواہ ہے کہ اس ایک سال میں شاہین ڈائجسٹ نے جو ترقی کی وہ کسی سے بھی پنہاں نہیں ہے۔ملک این اے کاوش نے ڈائجسٹ کی کمپوزنگ،ڈیزائننگ کی ذمہ داری خود سنبھالی۔پوری دنیا میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل کرنے والے اس ڈائجسٹ نے ان گمنام رائٹرز کو بھی بے پناہ عزت اور حوصلہ دیا جو کہ "اردو ادب" سے کنارہ کر چکے تھے۔جب انہیں شاہین ڈائجسٹ کی طرف سے بے پناہ عزت افزائی حاصل ہوئی تو ان کے پست حوصلے جوان ہوئے اور انہوں نے اپنی قلموں کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔کچھ ایسے احباب بھی شاہین ڈائجسٹ کا حصہ بنے جنہیں "شاہین ڈائجسٹ" کی ٹیم نے بے پناہ عزت دی لیکن انہوں نے بدلے میں شاہین ڈائجسٹ کو کافی نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن افسوس کہ شاہین ڈائجسٹ کی بجائے انہیں منہ کی کھانی پڑی۔کسی کے لیے کنواں کھودنے والے ہمیشہ خود ہی اس میں گرتے ہیں۔ایسا ہی کچھ ان کے ساتھ بھی ہوا اور پھر انہوں نے شاہین ڈائجسٹ میں شمولیت کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن دوبارہ شاہین ڈائجسٹ کی ٹیم نے انہیں قبول نہ کیا۔آج مقبولیت کی بلندیوں کو چھونے والے اس ڈائجسٹ کو ایک سال مکمل ہو گیا ہے۔"شاہین رائٹرز گروپ" کی طرف سے تمام احباب کو سالگرہ مبارک۔

"محمد خالد شاہان (صادق آباد)
(سینئر رائٹر شاہین ڈائجسٹ)"

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

قرآن کی باتیں

☆......مومنو جب جمعے کے دن اذان دی جائے تو اللہ کی یاد یعنی نماز کے لیے جلدی کرو اور خرید و فروخت ترک کر دو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت بہت یاد کرتے رہو کہ نجات پاؤ۔ (سورۃ جمعہ 62 آیت 9 سے 10)

☆......کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون مخلصی دیتا ہے، جب کہ تم اسے عاجزی اور نیاز پنہانی سے پکارتے ہو اور کہتے ہو اگر اللہ ہم کو اس تنگی سے نجات بخشے تو ہم اس کے بہت شکر گزار ہوں۔ (سورۃ انعام 6 آیت 63)

☆......اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں ان سے راستے معلوم کرو عقل والوں کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ (سورۃ انعام 6 آیت 97)

☆......لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے۔ (سورۃ حجرات 49 آیت 13)

☆......اور نیکی اس بات میں نہیں کہ احرام کی حالت میں گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیز گار ہو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ نجات پاؤ۔ (سورۃ بقرہ 2 آیت 189)

(کتاب کا نام "قرآن مجید کے روشن موتی" بشکریہ شمع بک ایجنسی کراچی)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آپ کے خطوط

اشتیاق احمد لاہور سے۔السلام علیکم!شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ پاک سوسائٹی سے اپلوڈ کیا۔شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ اپنی تعریف آپ رہا۔ہمیشہ کی طرح ملک این اے کاوش کی خدمات سرفہرست رہیں۔شمارے کی ترتیب وتدوین میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی دکھائی نہیں دی گئی قرآن کی باتیں پڑھ کر روح کو تسکین ملی۔اس بار ظہیر اقبال نے تو کمال ہی کر دیا ایک ساتھ تین چار اداکاروں کے انٹرویوز واؤ کمال کی بات ہے۔نازیہ کیانی کی کہانی بھی اچھی رہی۔ملک این اے کاوش کی کہانی "راہ محبت میں "اچھی جارہی ہے۔آزاد خیال زندگی "صور شاہد حسین "موجودہ حالات کی عکاسی کرتی ہوئی دلوں کو چھونے والی اپنی نوعیت کی منفرد کہانی تھی۔آزادی "طاہر عباس"نے اس بار بہت اچھی کہانی پیش کی جس پر طاہر عباس صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔اللہ کے نام پر گوشت دے "فضہ خان"ایک ایسی کہانی تھی جس نے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔واقعی اس دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جنھیں دوسروں کا احساس ہو لیکن جب انہیں احساس ہوتا تب انہیں پچھتاوا ہوتا ہے۔فضہ خان آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔خولی گڑیا "فلک زاہد" کہانی تو کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈرڈ ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔اس سے ان کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی ہوتی ہے بس انہیں احساس نہیں ہوتا۔کالم کی طرف آئیں تو خادم حسین صاحب نے کمال کا کالم لکھا۔ذکیر احمد بھٹی صاحب نے "معافی اور معصومیت" اچھی تحریریں دیں۔برائے آئے فلاسفر "چوہدری بشیر احمد عیان" انداز تحریر بہت اچھا رہا۔ڈائجسٹ کی ٹیم کو مبارک ہو وقت کے ساتھ ساتھ مشہور و معروف رائٹرز،شعرا اور کالم نگار ڈائجسٹ کا حصہ بن رہے ہیں۔یہ شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ عیان سے کالم ملا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ پوری دنیا میں کثیر تعداد میں پڑھا جا رہا ہے۔محمد ضیاء اللہ زاہد "بابا جی جنت کا راستہ،صراط مستقیم اور قافلے سعادت کے" کے ساتھ بہت اچھی انٹری حاصل کی۔سوچ کا ور "نبیلہ خان" نے اپنا لوہا منوایا۔ساون کی یادیں "وقاص عمر" اچھی تحریر تھی۔الفت پری "ملک این اے کاوش اعوان" بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔جس میں ایک ساتھ ان گنت کردار تھے اور ہر کردار قابل تعریف تھا۔بے یارومددگار "راحیلہ بنت مہر علی شاہ" بہت اچھی رہیں۔محبت کی فاتح شہزادی "ہاجرہ عمران خان" اچھی تحریر لے کر آئیں۔بھول جب ہر جگہ جائے "بنت عبدالخالق" نے اچھا لکھا۔خاک زادی "فاطمہ حیا خان" حقیقت پہ مبنی تحریر تھی۔جو آج کل کے دور کی عکاسی کرتی ہے۔عمل پر یقین رکھو "حنا یہ فاطمہ" اچھی تحریر لے کر آئیں۔جشن آزادی "آمنہ شہزادی" نے اپنی قلم کے گوہر دکھائے۔آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہین ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔(آمین)۔

☆☆اشتیاق احمد صاحب:بہت خوشی ہوئی۔آپ نے بہت ہی اچھے طریقے سے اپنے خط میں تمام رائٹرز کی حوصلہ افزائی کی۔شاہین ڈائجسٹ کی ترقی کا راز آپ جیسے عظیم لوگ ہیں۔جو اسے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کی ترقی کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ہمارے لیے تمام رائٹرز اور قارئین ایک جیسے ہیں۔امید ہے اگلا محبت نامہ جلد ہی موصول ہوگا۔والسلام

حافظ بلال اسلم سلانوالی سے۔السلام علیکم!شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ پاک سوسائٹی سے اپلوڈ کیا۔شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ اپنی تعریف آپ رہا۔ہمیشہ کی طرح ملک این اے کاوش کی خدمات سرفہرست رہیں۔شمارے کی ترتیب وتدوین میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی دکھائی نہیں دی گئی قرآن کی باتیں پڑھ کر روح کو تسکین ملی۔اس بار ظہیر اقبال نے تو کمال ہی کر دیا ایک ساتھ تین چار اداکاروں کے انٹرویوز واؤ کمال کی بات ہے۔نازیہ کیانی کی کہانی بھی اچھی رہی۔ملک این اے کاوش کی کہانی "راہ محبت میں "اچھی جارہی ہے۔آزاد خیال زندگی "صور شاہد حسین "موجودہ حالات کی عکاسی کرتی ہوئی دلوں کو چھونے والی اپنی نوعیت کی منفرد کہانی تھی۔آزادی "طاہر عباس"نے اس بار بہت اچھی کہانی پیش کی جس پر طاہر عباس صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔اللہ کے نام پر گوشت دے "فضہ خان"ایک ایسی کہانی تھی جس نے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔واقعی اس دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جنھیں دوسروں کا احساس ہو لیکن جب انہیں احساس ہوتا تب انہیں پچھتاوا ہوتا ہے۔فضہ خان آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔خولی گڑیا "فلک زاہد" کہانی تو کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈرڈ ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔اس سے ان کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی ہوتی ہے بس انہیں احساس نہیں ہوتا۔کالم کی طرف آئیں تو خادم حسین صاحب نے کمال کا کالم لکھا۔ذکیر احمد بھٹی صاحب نے "معافی اور معصومیت" اچھی تحریریں دیں۔برائے آئے

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) — محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ سرگودھا

فلاسفر "چوہدری بشیر احمد بھوان" انداز تحریر بہت اچھا رہا۔ ڈائجسٹ کی ٹیم کو مبارک ہو وقت کے ساتھ ساتھ مشہور و معروف رائٹرز، شعراء اور کالم نگار ڈائجسٹ کا حصہ بن رہے ہیں۔ یہ شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بھوان سے کالم ملا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ پوری دنیا میں کثیر تعداد میں پڑھا جا رہا ہے۔ محمد ضیاء اللہ زاہد "بابا بابو، جنت کا راستہ، صراط مستقیم اور قافلے سعادت کے" کے ساتھ بہت اچھی انٹری حاصل کی۔ سوچ کا در "تمیلہ خان" نے اپنا لوہا منوالیا۔ ساون کی یادیں "وقاص عمر" اچھی تحریر تھی۔ الفت پری "ملک این اے کاوش اعوان" بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔ جس میں ایک ساتھ ان گنت کردار تھے اور ہر کردار قابل تعریف تھا۔ بے یار و مددگار "راحیلہ بنت مہر علی شاہ" بہت اچھی رہیں۔ محبت کی فاتح شہزادی "ہاجرہ عمران خان" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ پھول جب مرجھا جائے "بنت عبدالخالق" نے اچھا لکھا۔ خاک زادی "فاطمہ حیا خان" حقیقت پر مبنی تحریر تھی۔ جو آج کل کے دور کی عکاسی کرتی ہے۔ عمل پر یقین رکھو بیٹا "حنا یہ فاطمہ" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ جشن آزادی "آمنہ شہزادی" نے اپنی قلم کے گوہر دکھائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہین ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

☆☆ حافظ بلال اسلم صاحب! بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے بہت ہی اچھے طریقے سے اپنے خط میں تمام رائٹرز کی حوصلہ افزائی کی۔ شاہین ڈائجسٹ کی ترقی کا راز آپ جیسے عظیم لوگ ہیں۔ جو اسے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کی ترقی کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تمام رائٹرز اور قارئین ایک جیسے ہیں۔ امید ہے اگلا محبت نامہ جلد ہی موصول ہوگا۔ والسلام

جمیل احمد آزاد کشمیر سے۔ السلام علیکم! شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ پاک سوسائٹی سے اپلوڈ کیا۔ شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ اپنی تعریف آپ رہا۔ ہمیشہ کی طرح ملک این اے کاوش کی خدمات سرفہرست رہیں۔ شمارے کی ترتیب و تدوین میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی دکھائی نہیں دی گئی۔ قرآن کی باتیں پڑھ کر روح کو تسکین ملی۔ اس بار ظہیر اقبال نے تو کمال ہی کر دیا ایک ساتھ تین چار اداکاروں کے انٹرویوز واؤ کمال کی بات ہے۔ نازیہ کیانی کی کہانی بھی اچھی رہی۔ ملک این اے کاوش کی کہانی "راہ محبت میں" اچھی جا رہی ہے۔ آزاد خیال زندگی "منور شاہد حسین" موجودہ حالات کی عکاسی کرتی ہوئی دلوں کو چھونے والی اپنی نوعیت کی منفرد کہانی تھی۔ آزادی "طاہر عباس" نے اس بار بہت اچھی کہانی پیش کی جس پر طاہر عباس صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کے نام پر گوشت دے "فضہ خان" ایک ایسی کہانی تھی جس نے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی اس دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جنہیں دوسروں کا احساس ہو لیکن جب انہیں احساس ہوتا تب انہیں پچھتاوا ہوتا ہے۔ فضہ خان آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔ خوشی گڑیا "فلک زاہد" کہانی تو کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈر ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔ اس سے ان کی کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈر ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔ اس سے ان کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی ہوتی ہے بس انہیں احساس نہیں ہوتا۔ کالم کی طرف آئیں تو خادم حسین صاحب نے کمال کا کالم لکھا۔ ذکیر احمد بھٹی صاحب نے "معاشی اور معصومیت" اچھی تحریریں دیں۔ برائے آئے فلاسفر "چوہدری بشیر احمد بھوان" انداز تحریر بہت اچھا رہا۔ ڈائجسٹ کی ٹیم کو مبارک ہو وقت کے ساتھ ساتھ مشہور و معروف رائٹرز، شعراء اور کالم نگار ڈائجسٹ کا حصہ بن رہے ہیں۔ یہ شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بھوان سے کالم ملا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ پوری دنیا میں کثیر تعداد میں پڑھا جا رہا ہے۔ محمد ضیاء اللہ زاہد "بابا بابو، جنت کا راستہ، صراط مستقیم اور قافلے سعادت کے" کے ساتھ بہت اچھی انٹری حاصل کی۔ سوچ کا در "تمیلہ خان" نے اپنا لوہا منوالیا۔ ساون کی یادیں "وقاص عمر" اچھی تحریر تھی۔ الفت پری "ملک این اے کاوش اعوان" بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔ جس میں ایک ساتھ ان گنت کردار تھے اور ہر کردار قابل تعریف تھا۔ بے یار و مددگار "راحیلہ بنت مہر علی شاہ" بہت اچھی رہیں۔ محبت کی فاتح شہزادی "ہاجرہ عمران خان" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ پھول جب مرجھا جائے "بنت عبدالخالق" نے اچھا لکھا۔ خاک زادی "فاطمہ حیا خان" حقیقت پر مبنی تحریر تھی۔ جو آج کل کے دور کی عکاسی کرتی ہے۔ عمل پر یقین رکھو بیٹا "حنا یہ فاطمہ" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ جشن آزادی "آمنہ شہزادی" نے اپنی قلم کے گوہر دکھائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہین ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

☆☆ جمیل احمد صاحب! بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے بہت ہی اچھے طریقے سے اپنے خط میں تمام رائٹرز کی حوصلہ افزائی کی۔ شاہین ڈائجسٹ کی ترقی کا راز آپ جیسے عظیم

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) — محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لوگ ہیں۔ جو اسے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کی ترقی کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تمام رائٹرز اور قارئین ایک جیسے ہیں۔ امید ہے اگلا محبت نامہ جلد ہی موصول ہوگا۔ والسلام

مقصود احمد پاکپتن سے۔ السلام علیکم! شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ پاک سوسائٹی سے اپلوڈ کیا۔ شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ اپنی تعریف آپ رہا۔ ہمیشہ کی طرح ملک این اے کاوش کی خدمات سرفہرست رہیں۔ شمارے کی ترتیب و تدوین میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی دکھائی نہیں دی گئی۔ قرآن کی باتیں پڑھ کر روح کو تسکین ملی۔ اس بار اطہر اقبال نے تو کمال ہی کر دیا ایک ساتھ تین چار اداکاروں کے انٹرویوز واؤ کمال کی بات ہے۔ نازیہ کیانی کی کہانی بھی اچھی رہی۔ ملک این اے کاوش کی کہانی "راہ محبت میں" اچھی جارہی ہے۔ آزاد خیال زندگی "منور شاہد حسین" موجودہ حالات کی عکاسی کرتی ہوئی دلوں کو چھونے والی اپنی نوعیت کی منفرد کہانی تھی۔ آزادی "طاہر عباس" نے اس بار بہت اچھی کہانی پیش کی جس پر طاہر عباس صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کے نام پر گوشت دے "قیصر خان" ایک ایسی کہانی تھی جس نے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی اس دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جنہیں دوسروں کا احساس ہو لیکن جب انہیں احساس ہوتا تب انہیں پچھتاوا ہوتا ہے۔ قیصر خان آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔ خوشی گڑیا "فلک زاہد" کہانی تو کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈر ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔ اس سے ان کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی ہوتی ہے بس انہیں احساس نہیں ہوتا۔ کالم کی طرف آئیں تو خادم حسین صاحب نے کمال کا کالم لکھا۔ ذکیر احمد بھٹی صاحب نے "معاشی اور معصومیت" اچھی تحریریں دیں۔ ہمارے آئے فلاسفر "چوہدری بشیر احمد بھان" انداز تحریر بہت اچھا رہا۔ ڈائجسٹ کی ٹیم کو مبارکباد ہو وقت کے ساتھ ساتھ مشہور و معروف رائٹرز، شعرا اور کالم نگار ڈائجسٹ کا حصہ بن رہے ہیں۔ یہ شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بھان سے کالم ملا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ پوری دنیا میں کثیر تعداد میں پڑھا جارہا ہے۔ محمد ضیاء اللہ زاہد "بابا بوی جنت کا راستہ صراط مستقیم اور قافلے سعادت کے" کے ساتھ بہت اچھی ابھری حاصل کی۔ سوچ کا در "نبیلہ خان" نے اپنا لوہا منوایا۔ ساون کی یادیں "وقاص عمر" اچھی تحریر تھی۔ الفت پری "ملک این اے کاوش اعوان" بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔ جس میں ایک ساتھ ان گنت کردار تھے اور ہر کردار قابل تعریف تھا۔ بے یار و مددگار "راحیلہ بنت مہر علی شاہ" بہت اچھی رہیں۔ محبت کی فاتح شہزادی "ہاجرہ عمران خان" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ پھول جب مرجھا جائے "بنت عبدالخالق" اچھا لکھا۔ خاک زادی "فاطمہ حیا خان" حقیقت پر مبنی تحریر تھی۔ جو آج کل کے دور کی عکاسی کرتی ہے۔ عمل پر یقین رکھو یا "حمایہ فاطمہ" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ جشن آزادی "آمنہ شہزادی" نے اپنی قلم کے گوہر دکھائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہین ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

ن ا ☆☆ مقصود احمد صاحب۔ بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے بہت ہی اچھے طریقے سے اپنے خط میں تمام رائٹرز کی حوصلہ افزائی کی۔ شاہین ڈائجسٹ کی ترقی کا راز آپ جیسے عظیم لوگ ہیں۔ جو اسے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کی ترقی کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تمام رائٹرز اور قارئین ایک جیسے ہیں۔ امید ہے اگلا محبت نامہ جلد ہی موصول ہوگا۔ والسلام

ارسلان احمد سرگودھا سے۔ السلام علیکم! شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ پاک سوسائٹی سے اپلوڈ کیا۔ شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ اپنی تعریف آپ رہا۔ ہمیشہ کی طرح ملک این اے کاوش کی خدمات سرفہرست رہیں۔ شمارے کی ترتیب و تدوین میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی دکھائی نہیں دی گئی۔ قرآن کی باتیں پڑھ کر روح کو تسکین ملی۔ اس بار اطہر اقبال نے تو کمال ہی کر دیا ایک ساتھ تین چار اداکاروں کے انٹرویوز واؤ کمال کی بات ہے۔ نازیہ کیانی کی کہانی بھی اچھی رہی۔ ملک این اے کاوش کی کہانی "راہ محبت میں" اچھی جارہی ہے۔ آزاد خیال زندگی "منور شاہد حسین" موجودہ حالات کی عکاسی کرتی ہوئی دلوں کو چھونے والی اپنی نوعیت کی منفرد کہانی تھی۔ آزادی "طاہر عباس" نے اس بار بہت اچھی کہانی پیش کی جس پر طاہر عباس صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کے نام پر گوشت دے "قیصر خان" ایک ایسی کہانی تھی جس نے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی اس دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جنہیں دوسروں کا احساس ہو لیکن جب انہیں احساس ہوتا تب انہیں پچھتاوا ہوتا ہے۔ قیصر خان آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔ خوشی گڑیا "فلک زاہد" کہانی تو کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈر ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔ اس سے ان کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی ہوتی ہے بس

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)　　محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

انہیں احساس نہیں ہوتا۔ کالم کی طرف آ گئے تو خادم حسین صاحب نے کمال کا کالم لکھا۔ ذکیر احمد بھٹی صاحب نے "معاشی اور معصومیت" اچھی تحریریں دیں۔ ہمارے آئے فلاسفر "چوہدری بشیر احمد بھیان" انداز تحریر بہت اچھا رہا۔ ڈائجسٹ کی ٹیم کو مبارک ہو وقت کے ساتھ ساتھ مشہور و معروف رائٹرز شعراء اور کالم نگار ڈائجسٹ کا حصہ بن رہے ہیں۔ یہ شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بھیان سے کالم ملا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ پوری دنیا میں کثیر تعداد میں پڑھا جا رہا ہے۔ محمد ضیاء اللہ زاہد "بابا جی، جنت کا راستہ، صراط مستقیم اور قافلے سعادت کے" کے ساتھ بہت اچھی انٹری حاصل کی۔ سوچ کا در "تجمیلہ خان" نے اپنا لوہا منوایا۔ ساون کی یادیں "وقاص عمر" اچھی تحریر تھی۔ الفت پری "ملک این اے کاوش اعوان" بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔ جس میں ایک ساتھ ان گنت کردار تھے اور ہر کردار قابل تعریف تھا۔ یا رو مددگار "راحیلہ بنت مہر علی شاہ" بہت اچھی رہیں۔ محبت کی فاتح شہزادی "ہاجرہ عمران خان" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ پھول جب مرجھا جائے "بنت عبدالخالق" نے اچھا لکھا۔ خاک زادی "فاطمہ حیاخان" حقیقت پر مبنی تحریر تھی۔ جو آج کل کے دور کی عکاسی کرتی ہے۔ عمل پر یقین رکھو بیٹا "حنایہ فاطمہ" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ جشن آزادی "آمنہ شہزادی" نے اپنی قلم کے گوہر دکھائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہین ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

☆☆ارسلان احمد صاحب: بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے بہت ہی اچھے طریقے سے اپنے خط میں تمام رائٹرز کی حوصلہ افزائی کی۔ شاہین ڈائجسٹ کی ترقی کا راز آپ جیسے عظیم لوگ ہیں۔ جو اسے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کی ترقی کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تمام رائٹرز اور قارئین ایک جیسے ہیں۔ امید ہے اگلا محبت نامہ جلد ہی موصول ہوگا۔ والسلام

ملک اے بی شاہین، سلانوالی سے۔ السلام علیکم! شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ پاک سوسائٹی سے اپلوڈ کیا۔ شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ اپنی تعریف آپ رہا۔ ہمیشہ کی طرح ملک این اے کاوش کی خدمات سرفہرست رہیں۔ شمارے کی ترتیب و تدوین میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی دکھائی نہیں دی گئی۔ قرآن کی باتیں پڑھ کر روح کو تسکین ملی۔ اس بار ظہیر اقبال نے تو کمال ہی کر دیا ایک ساتھ تین چار اداکاروں کے انٹرویوز واہ کمال کی بات ہے۔ نازیہ کیانی کی کہانی بھی اچھی رہی۔ ملک این اے کاوش کی کہانی "راہ محبت میں" اچھی جارہی ہے۔ آزاد خیال زندگی "نمورشاہد حسین" موجودہ حالات کی عکاسی کرتی ہوئی دلوں کو چھونے والی اپنی نوعیت کی منفرد کہانی تھی۔ آزادی "طاہر عباس" نے اس بار بہت اچھی کہانی پیش کی جس پر طاہر عباس صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کے نام پر گوشت دے "فضہ خان" ایک ایسی کہانی تھی جس نے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی اس دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جنہیں دوسروں کا احساس ہو لیکن جب انہیں احساس ہوتا تب انہیں پچھتاوا ہوتا ہے۔ فضہ خان آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔ خوشی گڑیا "فلک زاہد" کہانی تو کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈر ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔ اس سے ان کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی ہوتی ہے بس انہیں احساس نہیں ہوتا۔ کالم کی طرف آ گئے تو خادم حسین صاحب نے کمال کا کالم لکھا۔ ذکیر احمد بھٹی صاحب نے "معاشی اور معصومیت" اچھی تحریریں دیں۔ ہمارے آئے فلاسفر "چوہدری بشیر احمد بھیان" انداز تحریر بہت اچھا رہا۔ ڈائجسٹ کی ٹیم کو مبارک ہو وقت کے ساتھ ساتھ مشہور و معروف رائٹرز شعراء اور کالم نگار ڈائجسٹ کا حصہ بن رہے ہیں۔ یہ شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بھیان سے کالم ملا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ پوری دنیا میں کثیر تعداد میں پڑھا جا رہا ہے۔ محمد ضیاء اللہ زاہد "بابا جی، جنت کا راستہ، صراط مستقیم اور قافلے سعادت کے" کے ساتھ بہت اچھی انٹری حاصل کی۔ سوچ کا در "تجمیلہ خان" نے اپنا لوہا منوایا۔ ساون کی یادیں "وقاص عمر" اچھی تحریر تھی۔ الفت پری "ملک این اے کاوش اعوان" بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔ جس میں ایک ساتھ ان گنت کردار تھے اور ہر کردار قابل تعریف تھا۔ یا رو مددگار "راحیلہ بنت مہر علی شاہ" بہت اچھی رہیں۔ محبت کی فاتح شہزادی "ہاجرہ عمران خان" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ پھول جب مرجھا جائے "بنت عبدالخالق" اچھا لکھا۔ خاک زادی "فاطمہ حیاخان" حقیقت پر مبنی تحریر تھی۔ جو آج کل کے دور کی عکاسی کرتی ہے۔ عمل پر یقین رکھو بیٹا "حنایہ فاطمہ" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ جشن آزادی "آمنہ شہزادی" نے اپنی قلم کے گوہر دکھائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہین ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

☆☆منصور احمد صاحب: بہت خوشی ہوئی۔ آپ نے بہت ہی اچھے طریقے سے اپنے خط میں تمام رائٹرز کی حوصلہ افزائی کی۔ شاہین ڈائجسٹ کی ترقی کا راز آپ جیسے عظیم لوگ ہیں۔ جو اسے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کی ترقی کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تمام رائٹرز اور قارئین ایک جیسے ہیں۔ امید ہے اگلا محبت نامہ جلد ہی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

موصول ہوگا۔ والسلام

حفیظ سلطان کھوچی، اسلام آباد سے۔ السلام علیکم! شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ پاک سوسائٹی سے اپلوڈ کیا۔ شاہین ڈائجسٹ کا شمارہ اپنی تعریف آپ رہا۔ ہمیشہ کی طرح ملک این اے کاوش کی خدمات سرفہرست رہیں۔ شمارے کی ترتیب و تدوین میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بیشی دکھائی نہیں دی گئی قرآن کی باتیں پڑھ کر روح کو تسکین ملی۔ اس بار اطہر اقبال نے تو کمال ہی کر دیا ایک ساتھ تین چار اداکاروں کے انٹرویوز واؤ کمال کی بات ہے۔ نازیہ کیانی کی کہانی بھی اچھی رہی۔ ملک این اے کاوش کی کہانی "راہ محبت میں" اچھی جا رہی ہے۔ آزاد خیال زندگی "مور شاہد حسین" موجودہ حالات کی عکاسی کرتی ہوئی دلوں کو چھونے والی اپنی نوعیت کی منفرد کہانی تھی۔ آزادی "طاہر عباس" نے اس بار بہت اچھی کہانی پیش کی جس پر طاہر عباس صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اللہ کے نام پر گوشت دے "قمر خان" ایک ایسی کہانی تھی جس نے گریبان میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی اس دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جنہیں دوسروں کا احساس ہو لیکن جب انہیں احساس ہوتا تب انہیں پچھتاوا ہوتا ہے۔ قمر خان آپ کی کہانی بہت اچھی تھی۔ خوشی گزیا "ملک زاہد" کہانی تو کمال کی تھی لیکن اسی کہانی کو جب ڈورز ڈائجسٹ میں "پارسل" کے نام سے دیکھا تو حیرانگی ہوئی۔ ایسے رائٹرز کو ڈائجسٹ میں جگہ نہیں ملنی چاہیے جو ایک ہی کہانی کئی کئی ڈائجسٹوں میں شائع کروائیں۔ اس سے ان کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی ہوتی ہے بس انہیں احساس نہیں ہوتا۔ کالم کی طرف آئیں تو خادم حسین صاحب نے کمال کا کالم لکھا۔ ذکیر احمد بھٹی صاحب نے "معافی اور معصومیت" اچھی تحریریں دیں۔ برائے آئے فلاسفر "چوہدری بشیر احمد بھیان" انداز تحریر بہت اچھا رہا۔ ڈائجسٹ کی ٹیم کو مبارک ہو وقت کے ساتھ ساتھ مشہور و معروف رائٹرز، شعراء اور کالم نگار ڈائجسٹ کا حصہ بن رہے ہیں۔ یہ شاہین ڈائجسٹ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ بھیان سے کالم ملا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈائجسٹ پوری دنیا میں کثیر تعداد میں پڑھا جا رہا ہے۔ محمد ضیا اللہ زاہد "بابا فی جنت کا راستہ صراط مستقیم اور قطع سعادت کے" کے ساتھ بہت اچھی انٹری حاصل کی۔ سوچ کا در "نبیلہ خان" نے اپنا لوہا منوالیا۔ ساون کی یادیں "وقاص عمر" اچھی تحریر تھی۔ الف پری "ملک این اے کاوش اعوان" بہت ہی دلچسپ تحریر تھی۔ جس میں ایک ساتھ ان گنت کردار تھے اور ہر کردار قابل تعریف تھا۔ بے یار و مددگار "راحیلہ بنت مہر علی شاہ" بہت اچھی رہیں۔ محبت کی فاتح شہزادی "ہاجرہ عمران خان" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ پھول جب مرجھا جائے "بنت عبدالخالق" اچھا لکھا۔ خاک زادی "فاطمہ حیا خان" حقیقت پر مبنی تحریر تھی۔ جو آج کل کے دور کی عکاسی کرتی ہے۔ عمل پر یقین رکھو بیٹا "عنایہ فاطمہ" اچھی تحریر لے کر آئیں۔ جشن آزادی "آمنہ شہزادی" نے اپنی قلم کے گوہر دکھائے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاہین ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)۔

☆☆ حفیظ سلطان کھوچی صاحب بہت خوشی ہوئی آپ نے بہت ہی اچھے طریقے سے اپنے خط میں تمام رائٹرز کی حوصلہ افزائی کی۔ شاہین ڈائجسٹ کی ترقی کا راز آپ جیسے عظیم لوگ ہیں۔ جو اسے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ اس کی ترقی کے لیے ہر وقت دعا گو رہتے ہیں۔ ہمارے لیے تمام رائٹرز و قارئین ایک جیسے ہیں۔ امید ہے اگلا محبت نامہ جلدی موصول ہوگا۔ والسلام

اہم اعلان!

ملک این اے کاوش اعوان کی پہلی کتاب "سبق آموز کہانیاں" کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں۔ کتاب نہ ملنے کی صورت میں "کمبائنڈ پبلیکیشنز اردو بازار لاہور، 042-37248112" سے رجوع فرمائیں یا پھر "ملک این اے کاوش اعوان 0302-2305767" رابطہ کر کے اپنے گھر ہی کتاب منگوائیں۔ شکریہ۔

محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ سرگودھا

دلِ مشکل

حسیب اشرف

"السلام وعلیکم امی جان" وہ کھانے کی میز پر آیا تو امی میز پر کھانا لگا رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام کیسا ہے میرا بچہ" امی نے پیار سے اُس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"امی جان میں بچپن سے دیکھ رہا ہوں آپ صبح سویرے اٹھتی ہیں اُس کے بعد نماز پڑھتی ہیں اور پھر ہمارے لیے کھانا بنانے میں مصروف ہو جاتی ہیں اُس کے بعد ہم سب تو اپنی اپنی منزلوں کی طرف نکل جاتے ہیں لیکن آپ پھر سے گھر کے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہیں لیکن سارا دن کام کرنے کے بعد بھی نہ کبھی آپ کے چہرے پر تھکن کہ کوئی آثار نظر آتے ہیں اور نہ ہی زبان پر کوئی شکوہ جبکہ ہم تو صرف آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں پھر بھی تھک جاتے ہیں"۔

"بیٹا تم لوگ کام کرتے ہو اور میں اپنا فرض نبھاتی ہوں انسان کام کرتے کرتے تو تھک سکتا ہے لیکن فرض کبھی اُسے تھکاتا نہیں بلکہ اُسے اور ہمت دیتا ہے تاکہ وہ مزید اچھے طریقے سے اُسے نبھا سکے" انھوں نے جگ سے جوس گلاس میں اُنڈیلا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں امی لیکن آپ کو نہیں لگتا کہ اب آپ بزرگ ہو چکی ہیں اور وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنا کھانے پکانے کا فرض کسی اور کے حوالے کر دیں"۔

"ہاں تمھارے بابا نے کتنی بار کہا ہے کہ کک ہائیر کر لیتے ہیں لیکن میرا دل نہیں مانتا کہ تم لوگوں کے لیے کوئی اور کھانا بنائے"۔

"میری پیاری امی جان میں کک کے بارے میں بات نہیں کر رہا بلکہ میں تو......."۔

سیڑھیوں سے آتے ہوئے عمار نے اُس کی بات کاٹ دی تھی۔

"واٹس اپ برو...... مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ آپ دونوں ماں بیٹا اتنی جلدی کیسے اُٹھ جاتے ہیں"۔

"لو آ گیا انگریز کہیں کا......" امی کو اُس کا انگلش جھاڑنا اچھا نہیں لگتا تھا۔

"سو مسٹر عمار صاحب آپ نے آج پھر نماز نہیں پڑھی" اُس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یار بھائی کیا کروں لاکھ کوشش کے باوجود فجر کے وقت آنکھ نہیں کھلتی" اُس نے کندھے اُچکا کر کہا۔

"آنکھ تب کھلے گی نا جب رات کو ٹائم پر سوؤ گے ساری ساری رات تو تم موبائل پر لگے رہتے ہو" امی کو اُس کی یہ عادت بہت

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)　　محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بری لگتی تھی۔

''ماما موبائل پر نہیں لگا رہتا بلکہ پڑھائی میں مصروف رہتا ہوں آپ تو جانتی ہیں کہ اگلے مہینے میرے امتحان شروع ہونے والے ہیں اور رہی بات کل رات کی وہ تو میں مہوش بھابھی سے بات کر رہا تھا''۔

''بیٹا اتنی بات تو تمھارا بھائی بھی اپنی منگیتر سے نہیں کرتا جتنی تم اپنی بھابھی سے کرتے ہو''۔

''ارے ماما میں نے تو ایک اُڑتی اُڑتی خبر سنی تھی بس کنفرم کرنے کے لیے بھابھی کو فون کیا تھا''۔

''کونسی خبر'' محبت نے سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا۔

''علیزے بتا رہی تھی کہ آج شام ماما اور بابا مہوش بھابھی کے گھر جانے والے ہیں شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے لیے''۔

''یہ علیزے بھی نا مجھے میری بیٹی کم اور نیوز کاسٹر زیادہ لگتی ہے''۔

''امی کیا واقعی آپ شادی کی بات کرنے والی ہیں؟'' محبت نے سوالیہ نگاہوں سے امی کی طرف دیکھا۔

''ہاں بیٹا عون بھائی چاہتے ہیں کہ وہ اب بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں اور ویسے بھی اب ایک سال ہو گیا ہے تم دونوں کی منگنی کو اس لیے مزید دیر کرنا مناسب نہیں''۔

''ارے امی جان ابھی تو ایک مہینہ ہوا ہے بھائی کو بابا کا بزنس جوائن کیے ہوئے ابھی اُنھیں سیٹ ہو لینے دیں شادی ایک دو سال بعد ہو جائے گی'' عمار نے محبت کو چڑانے کی کوشش کی۔

''بیٹا کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو لیکن وہ کیا ہے کہ اب میں بزرگ ہو گئی ہوں اور مجھے لگتا ہے کہ مجھے اپنے تمام فرائض کسی اور کہ حوالے کر دینے چاہیے'' امی نے بھی اُسی انداز میں کہا تو اُس نے شرم سے اپنا بیگ اُٹھایا اور آفس کے لیے نکل گیا۔

☆------☆------☆

''ہاں تم صرف پانچ منٹ انتظار کرو میں بس پہنچ رہا ہوں'' وہ کان پر موبائل لگائے اپنے کیبن سے نکل کر مرکزی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''محبت بیٹا کہاں جا رہے ہو اندر ہماری اتنی اہم میٹنگ ہونے والی ہے'' بابا نے پیچھے سے آواز دیتے ہوئے کہا۔

''جی بابا مجھے عمار کے کالج کی فیس ادا کرنی ہے ابھی جانا بہت ضروری ہے آپ پلیز میٹنگ اکیلے ہی دیکھ لیں'' اُس نے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

''وہ اب بچہ تو نہیں ہے اپنا کام خود بھی کر سکتا ہے''۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''اصل میں بابا مجھے اُس کے پرنسپل سے بھی ملنا تھا تا کہ پتا چل سکے کہ وہ کالج میں پڑھائی بھی کرتا ہے یا بس کھیل کود میں ہی مصروف رہتا ہے'' اُس نے پھر سے بہانا بنایا۔

''تو پرنسپل سے ملنے کی کیا ضرورت ہے تم مہوش سے پتا کر لو وہ بھی تو اُسی کالج میں پڑھاتی ہے''۔

''جی بابا مہوش سے بھی پتا کر لوں گا لیکن فی الحال پرنسپل صاحب میرا انتظار کر رہے ہیں اس لیے مجھے اجازت دیں'' ایک جھوٹ چھپانے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

''ٹھیک ہے جاؤ لیکن جلدی واپس آنا مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے'' اُنھوں نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

''جی بابا.....'' وہ جلدی سے اپنی گاڑی کی طرف لپکا۔

☆.....☆.....☆

''سوری سوری دیر سے آنے کے لیے معافی چاہتا ہوں'' اُس نے ریسٹورنٹ میں اُس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اگر اتنے ہی مصروف تھے تو پہلے ہی بتا دیتے میں تھوڑی لیٹ آجاتی''۔

''میں تو کب کا آفس سے نکلنے کا سوچ رہا تھا لیکن کام کی وجہ سے وقت کا پتا ہی نہیں چلا اور اب جب وقت ملا تو بابا نے روک لیا بڑی مشکل سے بہانہ لگا کہ آیا ہوں کہ عمار کے کالج کی فیس ادا کرنی ہے''۔

''تو اب آپ کو میری وجہ سے بابا کے سامنے جھوٹ بھی بولنا پڑ رہا ہے'' اُسے اُس کا یوں جھوٹ بولنا نا گوار گزر رہا تھا۔

''تو تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر میں اُن سے کہتا کہ میں ایک انتہائی ضروری میٹنگ چھوڑ کر مہوش سے ملنے جا رہا ہوں تو کیا وہ مجھے آنے دیتے''۔

''ہاں وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی جھوٹ بولنا بھی تو اچھی بات نہیں'' وہ جھوٹ کی وجہ بننے کے لیے افسردہ تھی۔

''تم فکر نہ کرو اب مزید جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ آج شام کو امی اور بابا تمھارے گھر جا رہے ہیں شادی کی تاریخ لینے کے لیے'' اُس نے موڈ تبدیل کرنے کی کوشش کی۔

''آپ کی اطلاع کے لیے عارض ہے کہ یہ خبر پہلے ہی مجھ تک پہنچ چکی ہے'' اُس نے کندھا اچکاتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھئی میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم نے تو میرے گھر میں تین تین جاسوس چھوڑے ہوئے ہیں جو تمھیں پل پل کی خبر دیتے رہتے ہیں'' اُس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''جاسوس نہیں بہن بھائی ہیں میرے''۔

''آرڈر کیا ہے کچھ مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے'' اُس نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا۔

''ہاں کر دیا ہے آتا ہی ہوگا''۔

''اچھا عمار کی کیا صورتحال ہے وہ پڑھتا بھی ہے کچھ یا صرف موج مستی ہی ہو رہی ہے''۔

''ظاہر ہے موج مستی کی عمر ہے تو کرے گا ہی''۔

''Your order sir'' ویٹر نے کھانا میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''جزاک اللہ'' اُس نے شکریہ ادا کیا۔

''اچھا بابا سوچ رہے تھے کہ ایف ایس سی کے بعد عمار اور علیزے کو میڈیکل کی طرف بھیج دیں تمھارا کیا خیال ہے''۔

''اچھا ہے علیزے تو پڑھائی میں کافی انٹرسٹڈ ہے لیکن عمار کا کچھ پتا نہیں میں نے کئی بار پوچھا اُس سے لیکن وہ ہر بار ایک ہی جواب دیتا ہے کہ جو بھی کرنا ہے ایف ایس سی کے بعد ہی سوچوں گا'' اُس نے کھانا پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ وہ چاہتا کیا ہے اپنے مستقبل کی تو اُسے کوئی فکر ہی......آہ......'' بات کرتے کرتے اچانک وہ تڑپ اُٹھا تھا۔

''کیا ہوا محب تم ٹھیک تو ہو''۔

''ہاں ٹھیک ہوں پتا نہیں ایک عجیب سا درد اُٹھا تھا دل میں'' اُس نے سینے پر ہاتھ رکھا لیا تھا۔

''چلو اُٹھو......ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں'' وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

نہیں میں ٹھیک ہوں اب......تم بیٹھو کھانا کھاؤ''۔

''کیا واقعی تم ٹھیک ہو'' اُس نے تسلی کرنے کی کوشش کی۔

''ہاں یار ٹھیک ہوں تم بیٹھو کھانا کھاؤ'' اُس نے سینے سے ہاتھ ہٹایا اور کھانا کھانے لگا۔

☆......☆......☆

''تو آپ ہی بتایئے عون بھائی آپ کے خیال میں شادی کی کیا تاریخ رکھنی چاہیے'' مسز راحت نے بات بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ارے بھابھی میں نے کیا کہنا ہے مہوش آپ ہی کی تو بیٹی ہے آپ جب چاہیں اُسے اپنے گھر لے جائیں مجھے کوئی اعتراض

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں" انھوں نے سامنے پڑی ٹرے میں سے چائے کا کپ اُٹھایا۔

"تو پھر ٹھیک ہے میرے خیال سے اگلے مہینے کی دس تاریخ کو نکاح کی تقریب رکھ لیتے ہیں اور اس جمعہ کے دن چھوٹی سی تقریب کر لیتے ہیں" راحت صاحب نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"جیسا آپ مناسب سمجھے راحت بھائی" عون صاحب نے بھی اُن کے فیصلے کو قبول کرتے ہوئے کہا۔

"عون مہوش کی شادی کے بعد تم بالکل اکیلے ہو جاؤ گے اس لیے میری مانو تو تم بھی ہمارے ساتھ اُسی گھر میں شفٹ ہو جاؤ"۔

"نہیں بھائی میں بھلا اپنی بیٹی کے گھر میں کیسے رہ سکتا ہوں" انھیں دنیا والوں کی بھی فکر تھی۔

"وہ تمھارے بھائی کا بھی گھر ہے"۔

"وہ بات تو ٹھیک ہے بھائی لیکن میں یہی ٹھیک ہوں اور ویسے بھی اس گھر میں مہوش کی ماں کی بہت ساری یادیں ہیں اور میں ان کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا" انھوں نے چائے کا کپ میز پر رکھا اور سامنے والی دیوار پر لگی تصویر کے پاس آ گئے۔

"پندرہ سال گزر چکے ہیں لیکن مریم کے لیے تمھاری یہ چاہت اور تڑپ ذرا بھی کم نہیں ہوئی" راحت صاحب بھی اُٹھ کر اُن کے پاس آ گئے۔

"آپ نہیں جانتے بھائی کیسے گزارے ہیں میں نے یہ پندرہ سال مریم کی موت کے بعد تو ایسا لگتا تھا جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہو وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ بھابھی نے مہوش کو سنبھال لیا ورنہ مجھے تو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنے آپ کو سنبھالوں یا پھر مہوش کو...... آپ لوگوں نے مشکل وقت میں نہ صرف اُسے سنبھالا بلکہ آج اُسے اپنے گھر کی بہو بھی بنا رہے ہیں اس لیے میں ہمیشہ آپ لوگوں کا احسان مند رہوں گا" انھوں نے مشکور نگاہوں سے بھابھی کی طرف دیکھا۔

"کیسی بے وقوفوں والی باتیں کر رہے ہو مہوش تمھاری ہی نہیں بلکہ ہماری بھی بیٹی ہے ہم نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ یہ تو ہمارا فرض تھا"۔

"عون بھائی آپ ان سب باتوں کو چھوڑیں اور اب مہوش کی شادی کی تیاریاں شروع کر دیں ایک مہینہ کیسے گزر جائے گا پتا بھی نہیں چلے گا"۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بھابھی میں کل سے ہی تیاریاں شروع کر دیتا ہوں" انھوں نے واپس صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اور ہاں میری بات کو مذاق میں مت اُڑا دینا تم ہمارے ساتھ شفٹ ہو جاؤ" راحت صاحب نے ایک بار پھر سے اُنھیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

منانے کی کوشش کی۔

''جی بھائی آپ فکر نہ کریں میں اس بارے میں ضرور سوچوں گا'' عون صاحب نے سرسری سے انداز میں کہا اور پھر سے کپ اُٹھا کر چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

☆......☆......☆

امی بغیر دروازے پر دستک دیئے کمرے میں داخل ہوئیں تو وہ سینے پر ہاتھ رکھے درد سے ہانپ رہا تھا۔

''محب بیٹا کیا ہوا تم اس طرح ہانپ کیوں رہے ہو'' وہ اُسے اس حالت میں دیکھ کر گھبرا گئیں۔

''پتا نہیں امی عجیب سی بے چینی ہو رہی ہے سینے میں درد کی ایک لہر سی اُٹھ رہی ہے''۔

''تو تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا...... کب سے درد ہو رہا ہے''۔

''کبھی کبھی ہلکا سا درد تو کافی پہلے سے ہوتا تھا لیکن کچھ دیر بعد اپنے آپ ہی ٹھیک ہو جاتا تھا اس لیے کبھی میں نے زیادہ ٹینشن نہیں لی لیکن آج تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی ایسا لگ رہا ہے جیسے میرا دل پھٹنے والا ہے'' درد کی شدت کی وجہ سے اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

''اللہ نہ کرے بیٹا...... تم فکر مت کرو ہم ابھی ہسپتال چلتے ہیں'' انھوں نے اپنے ڈوپٹے سے اُس کے آنسو صاف کیے۔

''عمار...... عمار'' انھوں نے بلند آوازیں دیتے ہوئے کہا۔

''مجھے تو تمھارے بابا کہہ گئے تھے کہ محب رات کو دیر تک آفس میں کام کرتا رہا ہے اس لیے آج اُسے ڈسٹرب نہ کرنا جب اُٹھے گا تو آفس آ جائے گا اسی لیے میں تمھارے کمرے میں نہیں آئی لیکن مجھے کیا پتا تھا کہ تمھاری اتنی طبیعت خراب ہے'' وہ ایک ہی سانس میں کہے جا رہی تھیں۔

''کیا ہوا ماما......'' علیزے اور اریشہ بھی بھاگتی ہوئی آئیں۔

''اریشہ عمار سے کہو گاڑی نکالے محب کی طبیعت خراب ہے اُسے ہسپتال لے کر جانا ہے اور علیزے تم اپنے بابا کو فون کرو کہ وہ بھی جلدی سے ہسپتال پہنچ جائیں''۔

''کیا ہوا بھائی آپ ٹھیک تو ہیں'' عمار بھاگتا ہوا آیا۔

''فضول باتوں میں وقت ضائع مت کرو جلدی سے ہسپتال چلو''۔

''ٹھیک ہے امی چلیں'' عمار نے اُسے سہارا دیا اور گاڑی میں بٹھایا اور وہ ہسپتال کی طرف چل دیئے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆-----☆-----☆

"بھابھی کیا ہوا محب کو.....کیسی طبیعت ہے اب محب کی" مہوش اور اُس کے بابا بھی ہسپتال پہنچ چکے تھے۔

"پتا نہیں بھائی کیا ہوا میں جب کمرے میں گئی تو وہ سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا اور بے چینی سی ہو رہی تھی" وہ نم آنکھوں سے اُس کا حال بتا رہی تھیں۔

"فکر نہ کرو کچھ اُلٹا سیدھا کھا لیا ہوگا ورنہ یہ کونسی عمر ہے سینے میں درد اٹھنے کی" بابا نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اللہ کرے میرا بچہ جلدی سے صحت یاب ہو جائے"۔

"آپ فکر نہ کریں بھابھی.....انشاءاللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا" عون صاحب نے اُن کی ہمت بندھائی۔

ڈاکٹر ایمرجنسی سے باہر آئے تو سب اُن کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

"اس وقت وہ ٹھیک ہیں ابھی ہم اُنھیں وارڈ میں شفٹ کر رہے ہیں پھر آپ لوگ اُن سے مل سکتے ہیں"۔

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے"۔

"جی ڈاکٹر صاحب کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے" راحت اور عون صاحب ڈاکٹر کے پاس آ گئے۔

"دیکھیں ہم نے تمام ضروری ٹیسٹ کر لیے ہیں انشاءاللہ جلد رپورٹ مل جائے گی جب تک رپورٹس نہیں آ جاتی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن میرے خیال سے محب صاحب کو ہارٹ کا ہی مسئلہ ہے" اُنھوں نے اپنے تجربے کی بنا پر اندازہ لگایا۔

"لیکن ڈاکٹر ابھی کل تک تو وہ بالکل ٹھیک تھا پھر اچانک ایک رات میں ہی دل کا مسئلہ کیسے ہو سکتا ہے" راحت صاحب کو ڈاکٹر کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"اللہ کرے کہ یہ میرا وہم ہی ہو فی الحال باقی رپورٹس آنے کے بعد ہی پتا چلے گا کہ کیا مسئلہ ہے"۔

"جی ٹھیک ہے ہم رپورٹس کا انتظار کر لیتے ہیں" عون صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو وداع کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ڈاکٹر کیا کہہ رہا ہے یار اُس کی عمر ہی کیا ہے" ڈاکٹر کے جانے کے بعد وہ عون صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔

"بھائی آپ پریشان نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ واقعی ہی ڈاکٹر کو وہم ہوا ہو" عون صاحب نے اُن کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔

☆-----☆-----☆

"جی ڈاکٹر صاحب آپ نے بلایا" اُنھوں نے دروازے پر دستک دے کر اجازت طلب کی۔

"آیئے راحت صاحب میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ محب کی رپورٹس آ گئی ہیں"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"جی ڈاکٹر صاحب سب خیریت تو ہے کوئی مسئلہ تو نہیں"۔

"راحت صاحب مجھے یہ کہتے ہوئے اچھا تو نہیں لگ رہا لیکن کیا کریں حقائق بتانا ہمارا فرض ہے"۔

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں" ڈاکٹر کی باتیں اُن کو پریشان کر رہی تھیں۔

"رپورٹس سے پتا چلا ہے کہ محبت کو دل کا ہی مسئلہ ہے coronary artery disease"۔

"کیا۔۔۔۔۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر۔۔۔۔۔" انھیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"معاف کیجیے گا لیکن میں وہی کہہ رہا ہوں جو ان رپورٹس میں ہے" ڈاکٹر نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کل تک تو وہ بالکل ٹھیک تھا پھر آج اچانک دل کی بیماری۔۔۔۔۔"۔

"میں نے آپ کو بتانے سے پہلے کئی بار رپورٹس کو چیک کیا ہے بلکہ دوسرے ڈاکٹرز سے بھی تصدیق کروائی ہے اور اُن کا بھی یہی کہنا ہے"۔

"ڈاکٹر۔۔۔۔۔محبت۔۔۔۔۔ٹھیک تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" انھوں نے نم آنکھوں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

"اگر اللہ نے چاہا تو ضرور ٹھیک ہو جائے گا"۔

"تو اب کیا حل ہے اس بیماری کا" بالآخر انھوں نے محبت کی بیماری کو قبول کر ہی لیا۔

"راحت صاحب۔۔۔۔۔اس بیماری کا ٹرانسپلانٹ کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے اور ہمیں جتنی جلدی ہو سکے محبت کا ٹرانسپلانٹ کرنا ہوگا ورنہ۔۔۔۔۔اُس کی جان بھی جا سکتی ہے"۔

"ہارٹ ٹرانسپلانٹ۔۔۔۔۔لیکن کیسے"۔

ہمیں کسی ایسے ڈونر کو ڈھونڈنا ہوگا جو دماغی طور پر مر چکا ہو پھر اُس کے گھر والوں سے اجازت لے کر ہم اُس کا دل محبت کو لگا سکتے ہیں" ڈاکٹر نے سارا طریقہ کار سمجھایا۔

"کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے؟"۔

"اس وقت تو نہیں لیکن میں کوشش کر رہا ہوں آپ بھی کوشش کریں باقی جو اللہ کو منظور" ڈاکٹر نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر۔۔۔۔۔کیا میں۔۔۔۔۔محبت کو گھر لے جا سکتا ہوں" اُن کی آواز رندھ چکی تھی۔

"جی فی الحال آپ اُسے لے جا سکتے ہیں میں نے کچھ دوائیاں لکھ دی ہیں آپ وہ ٹائم پر دیتے رہیں اور اُسے ریگولر چیک اپ کے لیے بھی آنا ہوگا"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"جی......ٹھیک ہے" وہ اُٹھنے لگے تو قدموں سے لڑکھڑا گئے۔

"راحت صاحب حوصلہ کیجیے آپ کمزور ہو گئے تو محب کو کون سنبھالے گا" ڈاکٹر نے آگے بڑھ کہ اُنھیں سنبھالنے کی کوشش کی۔

"شکریہ......میں ٹھیک ہوں" وہ ڈگمگاتے قدموں سے کیبن سے باہر نکل آئے۔

☆......☆......☆

"گڈ مارننگ......تو جناب ابھی تک سو رہے ہیں" وہ کمرے میں آئی تو وہ آنکھیں بند کیے لیٹا ہوا تھا۔

"گڈ مارننگ......اچھا ہوا مہوش تم آ گئی میں تو بور ہو گیا ہوں آرام کر کر کہ"۔

"طبیعت کیسی ہے" اُس نے کھڑکی کے سامنے سے پردہ ہٹایا۔

"ٹھیک ہوں چلو نہ کہیں باہر چلتے ہیں" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ناشتہ کیا ہے یا نہیں ابھی"۔

"باہر سے ہی کر لیں گے" اُس نے بستر سے نیچے اُترنے کی کوشش کی۔

"محب ڈاکٹر نے سختی سے منع کیا ہے کہ باہر سے کوئی چیز نہیں کھانی اس لیے ناشتہ کر لو پھر کچھ دیر کے لیے باہر چلتے ہیں"۔

"یار نہ تم لوگ مجھے باہر جانے دیتے ہو نہ کوئی چیز کھانے دیتے ہو جیسے کوئی بہت بڑی بیماری ہو گئی ہو معمولی سا درد ہی تو ہے سینے میں"۔

"جانتی ہوں معمولی سا درد ہے لیکن ابھی ٹھیک تو نہیں ہوا نا جب ٹھیک ہو جائے گا پھر جو دل کرے وہی کرنا لیکن تب تک ہماری مان لو"۔

"مہوش تم لوگ مجھے ایسے کیوں ٹریٹ کر رہے ہو کہیں کوئی سیریس بات تو نہیں ہے" اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

"نہیں......کوئی سیریس بات نہیں ہے"۔

"تم سچ کہہ رہی ہو" اُس کی نگاہوں میں بدستور حیرت تھی۔

"پہلے کبھی تم سے جھوٹ بولا ہے......تم فریش ہو جاؤ میں ناشتہ لے کر آتی ہوں" اُس نے بھی کمال مہارت کا مظاہرہ کیا۔

☆......☆......☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

راحت صاحب آفس سے آتے ہی صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئے۔

"اب کیسی طبیعت ہے محبت کی۔"

"بظاہر تو ٹھیک ہے لیکن ہر وقت یہی ڈر لگتا ہے کہیں کچھ ہو نہ جائے اس لیے میں اُسے کہیں باہر بھی نہیں جانے دیتی۔۔۔۔۔ پتا نہیں ہمارا یہ ڈر کب ختم ہوگا" فاطمہ بیگم بھی اُن کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

"جب تک اُس کا ہارٹ ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا"۔

"تو کب ہوگا یہ ٹرانسپلانٹ۔۔۔۔۔؟"۔

"جب تک کسی ڈونر کا انتظام نہیں ہو جاتا" راحت صاحب نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے کہیں پتا بھی کیا ہے یا صرف ڈاکٹروں کے بھروسے ہی بیٹھے ہیں"۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو فاطمہ کیا مجھے اپنے بیٹے کی زندگی پیاری نہیں ہے" وہ اس بات سے زچ ہو گئے تھے۔

"تو پھر ابھی تک آپ نے کچھ کیا کیوں نہیں"۔

"کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہر جگہ سے پتا کر لیا ہے لیکن اس وقت کوئی بھی ہارٹ موجود نہیں ہے"۔

"تو۔۔۔۔۔ اس کا مطلب۔۔۔۔۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا" اُنھوں نے نم آنکھوں سے راحت صاحب کی طرف دیکھا۔

"اللہ تعالیٰ سے دعا کرو انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا"۔

"اگلے مہینے۔۔۔۔۔ اُس کی شادی۔۔۔۔۔ "۔

"میں عون سے بات کروں گا ابھی کچھ وقت کے لیے شادی والے معاملے کو بھول جانا ہی بہتر ہے" راحت صاحب نے اُن کی بات کاٹ کر اپنا فیصلہ سنایا اور کمرے میں چلے گئے۔

☆۔۔۔۔۔☆۔۔۔۔۔☆

"علیزے۔۔۔۔۔ کیا ہوا تم آج سکول نہیں گئی" عمار اپنے کمرے سے باہر آیا تو وہ ہال میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

"نہیں گھر میں جو حالات ہیں اُن کی وجہ سے آجکل پڑھائی میں دل نہیں لگتا" علیزے نے ریموٹ سے ٹی وی بند کرتے ہوئے کہا۔

"اچھے برے حالات تو زندگی کا حصہ ہوتے ہیں لیکن اُس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم لوگ اپنے روزمرہ کے کام چھوڑ دیں" عمار نے اُس کے ہاتھ سے ریموٹ چھین کر دوبارہ ٹی وی آن کیا۔

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو عمار لیکن ہمارے دماغ میں ہر وقت محب بھائی کا خیال رہتا ہے کتنے خوش تھے ہم لوگ اُن کی شادی کی خبر سُن کر مگر اچانک یہ دل کا مرض لاحق ہو گیا ہے''۔

''علیزے ...... تمھیں تو یہ سمجھ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آزمائشوں کے ذریعے اپنے پیارے بندوں کا امتحان لیتا ہے اور اگر وہ ایک مصیبت میں ڈالتا ہے تو اُس سے نکلنے کے لیے ہزار راستے بھی کھول دیتا ہے اس لیے اب یوں اُداس بیٹھنے کی بجائے پڑھائی پر توجہ دو'' عمار نے اُس کا لٹکا ہوا منہ دیکھ کر کہا۔

''عمار بھائی ٹھیک تو ہو جائیں گے......؟''۔

''انشاءاللہ بہت جلد لیکن جب تک وہ ٹھیک نہیں ہو جاتے تب تک ہمیں اُن کا بہت خیال رکھنا ہے اس لیے تم جاؤ اور محب بھائی کے پاس بیٹھو تب تک میں مہوش بھابھی کو اُن کے گھر چھوڑ کر آتا ہوں''۔

''بھائی خوش قسمت ہیں جو انھیں مہوش جیسی بیوی مل رہی ہے کتنا خیال رکھتی ہے وہ بھائی کا''۔

''ہاں یہ بات تو ہے وہ واقعی بھائی کا بہت خیال رکھ رہی ہیں'' عمار نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اللہ اُن کی یہ محبت ہمیشہ سلامت رکھے'' علیزے نے اُن دونوں کو دعا دیتے ہوئے کہا۔

''آمین''۔

☆......☆......☆

''مہوش پہلے تو جب ہم اس پارک میں آتے تھے تمھیں بہت اچھا لگتا تھا پھر آج کیا ہوا تم اتنی پریشان کیوں ہو......؟'' اُس کے چہرے پر چھائی ہوئی اداسی دیکھ کر اُس سے پوچھے بنا رہا نہ گیا۔

''کل بڑے پاپا کا فون آیا تھا بابا کو کہ وہ ہماری شادی کو پوسپونڈ کر رہے ہیں''۔

''ہاں تو یہ تو بہت ہی اچھا ہے...... اس میں پریشان ہونے والی کونسی بات ہے'' محب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب......؟''۔

''مہوش تم اچھی طرح جانتی ہو یار کہ اس وقت مجھے دل کا مسئلہ ہے پتا نہیں میں ٹھیک ہو بھی سکتا ہوں یا......'' مہوش نے اُس کی بات درمیان میں ہی کاٹ دی۔

''اللہ سے اچھی اُمید رکھو معمولی سا درد ہے تمھارے دل میں اور تم ایسی باتیں کر رہے ہو''۔

''اب تم لوگوں کو مزید جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے اپنی رپورٹس اپنے دوست جو کہ ایک ہارٹ سپیشلسٹ ہے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اُس کو دکھائی ہے اُس نے مجھے بتا دیا ہے کہ میرے دل کہ درد کا ٹرانسپلانٹ کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے" محبت کے منہ سے یہ سب سن کر اُس نے اپنا سر شرم سے جھکا دیا۔

"تمہیں تو جھوٹ سے سخت نفرت تھی پھر بھی پچھلے کتنے دنوں سے تم اتنی صفائی سے جھوٹ بول رہی تھی کیوں......؟"۔

"سوری لیکن میں تو یہ سب تمھارے لیے کر رہی تھی"۔

"ایک بیمار شخص سے بھی جھوٹ بولنا اُتنی ہی غلط بات ہے جتنی ایک تندرست انسان سے"۔

اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کہے اِس لیے مہوش نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔

"اگر تم جھوٹ بولنے کی بجائے مجھے یہ کہہ دیتی کہ میں مرنے والا......" اس سے پہلے کہ وہ آگے کچھ کہتا مہوش نے اپنا ہاتھ اُس کے منہ پر رکھ دیا۔

"اللہ نہ کرے کہ تمھیں کچھ ہو......انشاءاللہ بہت جلد ہارٹ کا ارینج ہو جائے گا"۔

"سچ بتاؤ مجھے کیوں نہیں بتایا" اُس نے معنی خیز نظروں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

"کیونکہ میں یہ جانتی تھی کہ اگر تمھیں یہ سب پتا چل گیا تو پھر تم بھی شادی کی تاریخ کو آگے بڑھانے کا کہو گے"۔

"فرض کرو کہ شادی ہو جاتی ہے پھر اگر ہارٹ کا ارینج نہیں ہوا تو......"۔

"تم ہمیشہ منفی کیوں سوچتے ہو" اُس نے جائزہ لینے والی نگاہوں سے محبت کی طرف دیکھا ۔

"میں صرف وہی سوچ رہا ہوں جو نظر آ رہا ہے"۔

"تم کیا سوچتے ہو مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا میں نے تو بابا سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ شادی مقررہ تاریخ پر ہی ہو گی اور وہ آج شام کو تمھارے گھر آ رہے ہیں بڑی امی اور بڑے پاپا سے اسی سلسلے میں بات کرنے" اُس نے اپنا فیصلہ سنایا اور گھر جانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے پھر گھر چلتے ہیں جو ہو گا دیکھا جائے گا" محبت بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے ۔

☆......☆......☆

"راحت صاحب محبت کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی ہے کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے"۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ ڈاکٹر"۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں راحت صاحب اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے جلد سے جلد محبت کا ٹرانسپلانٹ ہو جانا چاہیے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ورنہ ہم اُسے نہیں بچا سکے گے" ڈاکٹر نے اپنی بات کو دہراتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کروں ڈاکٹر میں ہر جگہ پتا کر چکا ہوں لیکن کوئی ارینج نہیں ہو رہا" راحت صاحب کے لہجے سے اُن کی بے بسی کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔

"میں نے بھی کافی جگہ رابطہ کیا ہے اور میرے ایک دوست کے ہسپتال میں ایک ایسا مریض ہے لیکن اُس کے گھر والے نہیں مان رہے"۔

"تو پھر آپ نے کیا سوچا ہے ڈاکٹر کس طریقے سے ہم اُس کے گھر والوں کو منا سکتے ہیں"۔

"وہ لوگ کافی غریب ہیں تو اگر ہم اُس کے گھر والوں کو دو تین لاکھ روپے دے دیں تو اُمید ہے کہ وہ راضی ہو جائیں گے" ڈاکٹر نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"دو تین لاکھ تو کیا میں دس لاکھ دینے کے لیے بھی تیار ہوں آپ اُنھیں ہر حال میں راضی کریں ڈاکٹر" راحت صاحب نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا راحت صاحب آپ بے فکر رہیے"۔

"السلام وعلیکم" عون صاحب نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام" ڈاکٹر اور راحت صاحب نے ایک ساتھ جواب دیا۔

"آؤ عون سب خیریت تو ہے" راحت صاحب نے اس وقت آنے کی وجہ دریافت کی۔

"جی بھائی سب خیریت ہے مجھے آپ سے اور بھابھی سے ایک ضروری بات کرنی ہے اُسی سلسلے میں آیا ہوں"۔

"ہاں ٹھیک ہے میں ڈاکٹر صاحب کو دروازے تک چھوڑ کر آتا ہوں تب تک تم بیٹھو"۔

"نہیں شکریہ راحت صاحب آپ اپنے مہمانوں کو اٹینڈ کریں میں چلتا ہوں"۔

"شکریہ ڈاکٹر صاحب" راحت صاحب نے ڈاکٹر کو رخصت کرتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹھو عون سب خیریت تو ہے"۔

"جی بھائی سب خیریت ہے آپ یہ بتائیے ہارٹ کا کوئی انتظام ہوا" اُنھوں نے راحت صاحب کے سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ابھی تک تو کچھ نہیں لیکن ڈاکٹر نے ایک جگہ بات کی ہوئی ہے اُمید ہے کہ انشاءاللہ ضرور وہاں سے ڈونر مل جائے گا"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''چلیں اللہ کرے کہ سب کچھ جلد سے جلد ٹھیک ہو جائے''۔

''السلام وعلیکم......عون بھائی'' اُنھوں نے سیڑھیوں سے نیچے اُترتے ہوئے کہا۔

''وعلیکم السلام بھابھی اچھا ہوا آپ بھی آ گئی اصل میں مجھے آپ دونوں سے محب اور مہوش کی شادی کے بارے میں بات کرنی ہے'' اُنھوں نے اپنے آنے کی اصل وجہ بیان کی۔

''یار میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ جب تک ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا شادی نہیں ہوگی''۔

''بھائی بچے چاہتے ہیں کہ شادی اپنے مقررہ وقت پر ہی ہو''۔

''عون تم جانتے ہو کہ اس وقت گھر میں جو ماحول ہے اُس میں کوئی بھی اس شادی کو انجوائے نہیں کر پائے گا اس لیے یہ وقت مناسب نہیں ہے اور فرض کرو کہ اللہ نہ کرے اگر ہارٹ کا ارینج نہ ہوا اور ہم محب کو نہ......'' وہ کہتے کہتے رُک گئے تھے۔

''اللہ نہ کرے......یہ آپ کیسی بات کر رہے ہیں'' اس طرح کی بات سن کر مسز راحت کا دل دہل گیا تھا۔

''بھائی مہوش کا کہنا ہے کہ وہ ہر قسم کی صورت حال کے لیے تیار ہے''۔

''حد ہوتی ہے پاگل پن کی اور مجھے تو اُس سے زیادہ تم پر غصہ آ رہا ہے تم اُسے سمجھانے کی بجائے یہاں آ گئے ہو مجھے اُس کا فیصلہ سنانے'' راحت صاحب غصے سے چلا رہے تھے اور عون صاحب خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔

''جب میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ شادی ٹرانسپلانٹ کے بعد ہی ہوگی تو بس بعد میں ہی ہوگی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور جا کر بتا دینا مہوش کو کہ اس گھر میں پہلے بھی فیصلے میں ہی کرتا تھا اور آگے بھی میں ہی کروں گا'' راحت صاحب نے سخت لہجے میں کہا اور اُٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

☆......☆......☆

وہ ایک ضروری میٹنگ میں موجود تھے لیکن موبائل سکرین پر چمکتا ہوا نمبر دیکھ کر اُنھوں نے میٹنگ روک دی اور فون کو اپنے کان سے لگا لیا۔

''جی ڈاکٹر صاحب میں آپ کے ہی فون کا انتظار کر رہا تھا'' اُنھوں نے جلدی سے کہا۔

''جی مجھے بہت افسوس ہے راحت صاحب......لیکن اُس ڈونر کا انتقال ہو گیا ہے''۔

''تو کیا آپ نے اُس کا......'' اُنھوں نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں راحت صاحب اُس کے گھر والے آپریشن کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوئے''۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''تو کیا آپ نے اُنھیں پیسوں کی آفر نہیں کی تھی......؟''۔

''جی میرے دوست نے پیسوں کی بات کی تھی لیکن اُن لوگوں نے آپریشن کی اجازت نہیں دی اور میت کو دفن کر دیا'' ڈاکٹر نے تمام تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''تو پھر اب ہم کیا کریں گے ڈاکٹر صاحب......''۔

''میں معذرت خواہ ہوں راحت صاحب لیکن اب ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے دعا کریں کے جلد سے جلد ہارٹ کا انتظام ہو جائے''۔

''کیا ہوا بھائی آپ کس سے بات کر رہے تھے اور اتنے پریشان کیوں ہیں......؟'' عون صاحب نے اُن کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر پوچھا۔

''ڈاکٹر کا فون تھا'' اُنھوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''اچھا تو پھر......کیا کہا ڈاکٹر نے؟''۔

''وہ کہہ رہا تھا کہ جس شخص کا دل ہم محب کو لگانے والے تھے اُسکا انتقال ہو گیا ہے'' اُنھوں نے کرسی پر تھکے ہوئے شخص کی طرح بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کیا......تو اب......ہم کیا کریں گے؟''۔

''دعا کہ علاوہ اور کر ہی کیا سکتے ہیں'' اُنھوں نے چہرہ چھت کی طرف کر لیا اور آنکھیں موند لیں۔

☆......☆......☆

''السلام وعلیکم'' وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بڑی امی الماری سے کپڑے نکال رہی تھیں۔

''وعلیکم السلام......آؤ مہوش خیریت تو ہے تم اتنی صبح صبح''۔

''جی بڑی امی مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے''۔

''ہاں تو کہو تمھیں بات کرنے کے لیے کب سے اجازت لینے کی ضرورت پڑ گئی'' اُنھوں نے الماری بند کر دی اور قریب ہی صوفے پر بیٹھ گئیں۔

''بڑی امی آپ پلیز بڑے پاپا کو ہماری شادی کے لیے راضی کریں'' اُس نے اُن کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے اور منت سماجت کرنے لگی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''مہوش عون بھائی بھی اُن سے اس بارے میں بات کر چکے ہیں لیکن اُنھوں نے صاف صاف منع کر دیا ہے کہ جب تک ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا یہ شادی نہیں ہوگی'' اُنھوں نے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

''میں جانتی ہوں کہ بڑے پاپا نے بابا کی بات نہیں مانی لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ اُنھیں ہر حال میں راضی کریں'' اُس نے ایک بار پھر سے منانے کی کوشش کی۔

''مہوش بیٹا تم تو اپنے بڑے پاپا کو جانتی ہو کہ جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں تو پھر وہ کسی کی نہیں سنتے اور ویسے بھی اب کیا بات کرنی ہے مقررہ وقت میں صرف ایک وقت ہفتہ رہ گیا ہے''۔

''بڑی امی ایک ہفتے میں سارا انتظام ہو جائے گا آپ فکر نہ کریں''۔

''مہوش بیٹا ضد نہ کرو تمھیں اس وقت سمجھ نہیں آ رہی لیکن اسی میں تمھاری بہتری ہے''۔

''لیکن جو میں کہہ رہی ہوں اُسی میں میری خوشی ہے اور کیا آپ میری خوشی کے لیے میری اتنی سی بات نہیں مان سکتی'' بالآخر اُس نے جذبات کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔

''میں تمھاری خوشی کے لیے تمھاری زندگی برباد نہیں کر سکتی شائد تمھیں پتا نہیں ہے کہ جس ڈونر کا دل ہم محب کو لگانے والے تھے اُس کا بھی انتقال ہو گیا ہے اب تو ڈاکٹر نے بھی صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اگر اس مہینے میں محب کا آپریشن نہ ہوا تو ہم......'' وہ کہتی کہتی ہوئی رُک گئی تھیں۔

''میں جانتی ہوں اور میں آپ کو یہی بتانے آئی تھی کہ میں نے محب کے لیے ڈونر کا انتظام کر لیا ہے''۔

''کیا تم سچ کہہ رہی ہو کون ہے وہ ڈونر......؟'' یہ سُن کر اُداس چہرے پر عجیب سے خوشی چھا گئی تھی۔

''یہ میں آپ کو ابھی نہیں بتا سکتی اگر آپ چاہتی ہیں کہ محب کو ڈونر ملے تو آپ کو میری بات ماننی ہوگی''۔

''مہوش......تم''۔

''تم پاگل تو نہیں ہو گئی'' اُنھوں نے اُس کی خاموشی سے اندازہ لگالیا تھا۔

''پاگل نہیں ہوں بڑی امی......دل کے ہاتھوں مجبور ہوں''۔

''مہوش تمھیں ہوش بھی ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو'' اُنھوں نے اُس کے بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

''بڑی امی میں اپنے پورے ہوش و آواز میں ہوں، محب کے آپریشن میں ایک مہینہ ہے اور میں اس ایک مہینے میں اپنی پوری زندگی اُس کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں اُس کے بعد میں موت کا بھی کوئی غم نہیں'' اُس نے دیوانگی کی حد کر دی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"اگر تم اپنا دل دے کر اُسے بچا بھی لو تو پھر بھی وہ تمھاری موت کی خبر سُن کر مر ہی جائے گا"۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ اُسے سنبھال لیں گی ویسے بھی میرا دل اُس کے ساتھ ہی ہوگا" اُس نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مہوش تم ہمت کیوں ہار رہی ہو انشاءاللہ جلد ہی کچھ ہو جائے گا" بڑی امی کو دیوانگی کی یہ باتیں سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔

"بڑی امی کب تک آپ جھوٹی آس لگا کہ بیٹھی رہیں گی ہر گزرتا ہوا لمحہ محب کو موت کے قریب لے جا رہا ہے اور میں اُسے یوں اپنی نظروں کے سامنے مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی"۔

"کچھ نہیں ہوگا محب کو اور نہ ہی تمھیں کچھ ہوگا اگر اللہ نے چاہا تو میرے سب بچے ایک ساتھ خوشحال زندگی گزاریں گے" انھوں نے اُسے گلے سے لگا کر حوصلہ دینے کی کوشش کی۔

☆-----☆-----☆

"آپ سوئے نہیں ابھی تک"۔

"کب سے کوشش کر رہا ہوں لیکن نیند ہی نہیں آتی" انھوں نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"محب کی وجہ سے" انھوں نے پریشانی کی وجہ سے اندازہ لگا لیا تھا۔

"بیگم تم جانتی ہو کہ ایک ماں کی محبت اور ایک باپ کی محبت میں کیا فرق ہوتا ہے؟"۔

"ماں باپ اپنی اولاد سے ایک جیسا ہی پیار کرتے ہیں بھلا فرق کیسے ہو سکتا ہے"۔

"ہوتا ہے بیگم فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ایک ماں اپنی محبت کا اظہار کر لیتی ہے لیکن باپ اپنی محبت کو اپنے غصے میں چھپائے رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس کا یہ غصہ ہی جو اُس کی اولاد کو غلط راہ پر چلنے سے بچائے گا" انھوں نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دے دیا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ واقعی جب کوئی بچہ غلطی کرتا ہے تو اُس کی ماں کہتی ہے کہ آ لینے دو تمھارے پاپا کو پھر دیکھنا وہ کیسے تمھاری خبر لیتے ہیں" انھوں نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"باپ کا یہی ڈر ہوتا ہے جو بچے کہ دماغ میں رہتا ہے اور پھر جب بھی وہ کوئی غلط کام کرنے لگتا تو یہی ڈر اُسے روکتا ہے لیکن افسوس کہ اپنا ڈر قائم رکھتے رکھتے اُسے کبھی اپنی اولاد سے محبت کا اظہار کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا اور اُس کے سارے جذبات اُس کے دل میں ہی رہ جاتے ہیں"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''آپ نے اظہار نہ بھی کیا ہو لیکن آپ کے بچے پھر بھی جانتے ہیں کہ آپ اُن سے کتنی محبت کرتے ہیں'' انھوں نے راحت صاحب کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔

''بیگم میں نے بھی یہ سوچا تھا کہ جو وقت میں محبت کے ساتھ نہیں گزار سکا انشاءاللہ وہ اُس کے بچوں کے ساتھ گزاروں گا لیکن افسوس......'' راحت صاحب کی آنکھوں سے اچانک آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔

''یہ کیا ہو گیا ہے آپ کو...... جتنا میں آپ کو جانتی ہوں چاہے جیسے بھی حالات آئے ہوں آپ تو ہمیشہ باہمت رہے ہیں پھر آج یوں بچوں کی طرح کیوں رو رہے ہیں'' یہ حالت دیکھ کر وہ بھی گھبرا گئی تھیں۔

''بیگم میں نے ساری زندگی بہت سے مشکل حالات دیکھے ہیں اور بہت ہی ہمت سے اُن کا سامنا بھی کیا ہے لیکن اب مجھ میں اتنی ہمت نہیں کہ اس عمر میں اپنے جوان بیٹے کی موت دیکھوں''۔

''انشاءاللہ آپ یہ غم نہیں دیکھیں گے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے وہ اگر ایک دروازہ بند کرتا ہے تو سو اور دروازے کھول بھی دیتا ہے''۔

''اب یوں رونا بند کیجیے میں آپ کو یہی بتانے آئی تھی کہ محبت کے لیے ہارٹ کا ارینج ہو گیا ہے''۔

''کیا یہ تم کیا کہہ رہی ہو'' راحت صاحب کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔

''جی میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے محبت کے لیے اپنی ایک فرینڈ سے بات کی تھی اُس کے بھائی ایک بڑے ہسپتال میں ڈاکٹر ہیں اور وہاں ایک مریض ہے جس کا ہارٹ محبت کے کام آسکتا ہے'' مسز راحت نے تمام تفصیل بتا دی تھی جسے سُن کر راحت صاحب کو بھی حوصلہ ملا تھا۔

''بقول ڈاکٹر کے ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کا وقت ہے''۔

''آپ پریشان نہ ہوں آپ کو ایک مہینے سے پہلے پہلے ہارٹ مل جائے گا بس آپ ڈاکٹر سے کہہ دیں کہ وہ اپنی تیاری پوری رکھے کسی بھی وقت آپریشن کی ضرورت پڑ سکتی ہے''۔

''اللہ تیرا شکر ہے'' راحت صاحب نے آسمان کی طرف نگاہیں کر کے دعا مانگنے کے سے انداز میں کہا۔

''کیا آپ میری ایک بات مانے گے''۔

''بیگم تم نے جو خبر آج سنائی ہے اُس کے بدلے چاہے جان مانگ لو'' راحت صاحب نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

''اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہو میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ محبت اور مہوش کی شادی کی جو تاریخ ہم نے رکھی تھی اُسی تاریخ پر اُن

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دونوں کی شادی کر دی جائے"مسز راحت نے بھی موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی بات منوانی چاہی۔

"یہ بات تو ہم پہلے بھی کر چکے ہیں اور میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جب تک ٹرانسپلانٹ نہیں ہو جاتا یہ شادی نہیں ہو گی"راحت صاحب اپنی ضد پر قائم تھے۔

"پہلے کی بات اور تھی لیکن اب تو ڈونر بھی مل گیا ہے اور انشاءاللہ بہت جلد محب کا ٹرانسپلانٹ بھی ہو جائے گا اور آپریشن کے بعد اُسے کافی ٹائم لگ جائے گا دوبارہ سے صحت مند ہونے میں اور ایسی صورت میں اُس کی بیوی اُس کا بہتر خیال رکھ سکتی ہے"۔

"وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن آج تین تاریخ ہے اور دس تاریخ کو شادی اتنی ساری تیاریاں اتنے کم دنوں میں تم یہ سب کیسے کرو گی"اُنھوں نے سوالیہ نگاہوں سے مسز راحت کی طرف دیکھا۔

"آپ اُس کی فکر نہ کریں آپ اور عون بھائی مہمانوں اور کارڈ وغیرہ کا انتظام کر لیں باقی شاپنگ اور گھر کی تیاریاں میں اور میرے بچے مل کر لیں گے اور ویسے بھی پچھلے کچھ دنوں سے وہ سب بہت پریشان ہیں اسی بہانے بچے بھی خوش ہو جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے اگر آپ سب مل کر لیں گے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے"بالآخر اُنھوں نے اجازت دے ہی دی۔

"شکریہ"مسز راحت نے تشکر بھری نگاہوں سے راحت صاحب کی طرف دیکھا۔

شکریہ تو مجھے تمھارا ادا کرنا چاہیے آج تمھاری وجہ سے میں کتنے دنوں بعد چین کی نیند سو سکوں گا"۔

"ٹھیک ہے پھر ابھی آپ سو جائیں رات کافی ہو گئی ہے صبح جلدی اُٹھنا ہے"اُنھوں نے لائٹ بند کر دی اور سونے کے لیے تیار ہو گئے۔

☆-----☆-----☆

"ارے تم دونوں ابھی تک سو رہی ہو گھر میں اتنے سارے کام ہیں کرنے والے"۔

"کیا ہے عمار اتنی صبح صبح کیوں تنگ کر رہے ہو جاؤ یہاں سے سونے دو ہمیں"۔

"کیا بات ہے یہ تو کمال ہو گیا ہمارے گھر کی نیوز کاسٹر جس کو پورے گھر کی خبر سب سے پہلے ہوتی تھی آج اُسے اتنی بڑی خبر کا پتا ہی نہیں چلا"۔

"کونسی خبر-----"اُس نے آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔

"گھر میں محب بھائی کی شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں"۔

"کیا-----"یہ سُن کر آنکھیں فٹ سے کھل گئی تھیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے بابا نے تو منع کر دیا تھا نہ کہ جب تک بھائی کا آپریشن نہیں ہو جاتا شادی بھی نہیں ہوگی اور ابھی تو کوئی ڈونر بھی نہیں ملا" اُسے عمار کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"ڈونر مل گیا ہے اسی لیے تو بابا نے شادی کی اجازت دے دی ہے"۔

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہاں سے ملا ڈونر" یہ سن کر وہ بھی خوشی سے چہکنے لگی۔

"امی کی کوئی فرینڈ ہے اُن کے بھائی کے ہسپتال میں کوئی مریض ہے جس کا ہارٹ بھائی کو لگے گا" اُس نے تمام تر تفصیل بتا دی تھی۔

"لیکن بھائی وہ مریض اپنا دل بھائی کو کیوں دے گا اور اگر دے گا تو خود مر جائے گا" اریشہ نے بھی معصومیت بھرے انداز میں سوال کیا۔

"اریشہ میری پیاری سی ڈول......" اُس نے بستر سے اُٹھا کر اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

"ہم سب کو کس نے پیدا کیا ہے"۔

"اللہ تعالیٰ نے"۔

"زندگی اور موت کس کے ہاتھ میں ہے"۔

"اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں" وہ بھی تیز تیز جواب دے رہی تھی۔

"تو بس یوں سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اُس مریض کی موت اور محب بھائی کی زندگی کا فیصلہ کیا ہے"۔

"لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ کسی کو بھی نہیں بتایا پھر آپ کو کیسے پتا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس مریض کی موت کا فیصلہ کیا ہے" اُس سوال پر تو وہ خود بھی مسکرا دیا تھا۔

"ہاہاہا......تم اپنے کو سمارٹ سمجھتے ہو نہ اب دو اس کے سوالوں کے جواب" ملیحہ نے بھی قہقہہ لگایا۔

"اریشہ بیٹا یہ بات تم ابھی نہیں سمجھو گی جب بڑی ہو جاؤ گی تو پھر بتاؤں گا ابھی تم دونوں فریش ہو کر نیچے آجاؤ امی ناشتے کے لیے تم دونوں کا انتظار کر رہی ہیں"۔

☆......☆......☆

"السلام علیکم امی جان......" اُس نے احتراماً ہاتھ چوم کر کہا۔

"وعلیکم السلام......آج کتنے دنوں بعد تم سب سے پہلے ناشتے کے لیے آئے ہو"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"یہ میں کیا سن رہا ہوں بابا نے شادی کے لیے اجازت دے دی" اُس نے ناشتے کے لیے بیٹھنے سے پہلے ہی سوال داغ دیا۔

"ہاں..... سُن تو تم ٹھیک رہے ہو لیکن لگتا ہے کہ تمھیں یہ جان کر خوشی نہیں ہوئی" انھوں نے سوالیہ نگاہوں سے محبت کی طرف دیکھا۔

"ایسی بات نہیں ہے لیکن مجھے بس تجسس ہو رہا تھا کہ رات و رات ایسا کیا ہو گیا کہ بابا نے اپنا فیصلہ ہی تبدیل کر دیا" محبت نے کرسی پیچھے کی طرف کھینچی اور اُس پر براجمان ہو گیا۔

"بس سمجھ لو کہ میں نے اُن سے درخواست کی اور وہ مان گئے" انھوں جوس گلاس میں ڈال کر اُسے پیش کیا۔

"اور یقیناً یہ درخواست آپ نے مہوش کہ کہنے پر ہی کی ہوگی" اب کی بار سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے کی اُس کی باری تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے بیٹا اصل میں پچھلے کچھ دنوں سے گھر کا ماحول کچھ ڈسٹرب تھا اور میرے خیال سے یہ موقع ہے دوبارہ سے خوشیاں بکھیرنے کا"۔

"ٹھیک ہے امی جان اگر آپ کو ایسا لگتا ہے تو یہی سہی" اُس نے جوس کا سپ بھرتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو بھائی جان" اُس نے پیچھے سے آ کر اُس کی قمر پر ہاتھ مارا۔

"کیا بات ہے آج تو عمار صاحب بھی اتنی اتنی صبح صبح اُٹھ گئے ہیں"۔

"میں ہی کیا آج تو سب جلدی اُٹھ گئے ہیں"۔

"اچھا..... کیوں"؟

"کیونکہ آپ کی شادی کی تیاریاں بھی تو کرنی ہیں" عقب سے آتی ہوئی علیزے نے جواب دیا۔

"لیکن اُس سے پہلے آج پارٹی ہوگی" اریشہ نے محبت کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کوئی پارٹی نہیں ہوگی..... یہ پارٹی شارٹی بھائی کے آپریشن کے بعد ابھی چپ چاپ ناشتہ کرو اور سکول جاؤ اور علیزے تم مہوش کو فون کر دو تم دونوں میرے ساتھ چلو گی بہت ساری شاپنگ کرنی ہے اور عمار تم محبت کے ساتھ چلے جانا" انھوں نے ایک ہی سانس میں سب کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بھائی مجھے سکول نہیں جانا بلکہ آپ کے ساتھ جانا ہے" اُس نے محبت کے کان میں سرگوشی کی۔

"امی جان اریشہ کو بھی جانے دیں ہمارے ساتھ وہ بھی کچھ شاپنگ کر لے گی"۔

"محبت بیٹا تمھاری پہلے ہی طبیعت خراب ہے اور یہ لڑکی بہت تنگ کرے گی تمھیں"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"نہیں امی جان کوئی مسئلہ نہیں ہے آپ فکر نہ کریں میں اریشہ کو سنبھال لوں گا اور ویسے بھی عمار بھی تو ساتھ ہی ہے"۔

"ٹھیک ہے لیکن زیادہ تنگ نہیں کرنا بھائی کو......" انھوں نے اریشہ کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں کروں گی......" اس نے خوشی سے چہکتے ہوئے کہا۔

"چلو ابھی باتیں بعد میں کر لینا ناشتہ شروع کرو"۔

☆......☆......☆

آج کے دن سب لوگ پریشانیاں بھول کر شادی کے ماحول سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ محب کی طبیعت ٹھیک تھی لیکن راحت صاحب نے احتیاطاً ڈاکٹر اور ایمبولینس کو بلا لیا تھا۔

شادی کے لیے خوب تیاریاں کی گئی تھی پورے شہر کے نامور لوگ اس وقت ایک چھت کے نیچے شادی میں شرکت کے لیے موجود تھے۔

"کتنے خوش لگ رہے ہیں دونوں ایک ساتھ" امی نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ تو خوش لگ ہی رہے ہیں لیکن اُن سے زیادہ تو تم خوش لگ رہی ہو" راحت صاحب نے شوخی بھری نگاہوں سے بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"خوش کیوں نہیں ہونگی میرے بیٹے کی شادی ہے" انھوں نے بھی کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"تو کچھ خوشی دوسرے بچوں کے لیے بھی بچا کر رکھو کل کو اُن کی بھی شادی کرنی ہے"۔

"آپ جانتے ہیں میں نے اس شادی کے لیے اتنی ساری تیاریاں کیوں کی ہے وہ اس لیے کے میں اپنے سارے بچوں کی شادیوں کے ارمان آج ہی پورا کرنا چاہتی تھی کیا پتا کل ہو نہ ہو" انھوں نے حسرت بھری نگاہوں سے محب اور مہوش کی طرف دیکھا۔

"بیگم یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو، اگر اللہ نے چاہا تو ہم دونوں ساتھ مل کر اپنے بچوں کی ہی کیا بلکہ اُن کے بچوں کی بھی خوشیاں دیکھیں گے" راحت صاحب نے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"امی جان بابا جان چلیں سٹیج پر سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں فیملی فوٹو کے لیے" عقب سے علیزے نے آواز دی۔

"ہاں بھئی چلو......" بابا سے اجازت ملنے کی دیر تھی علیزے نے اُن دونوں کے ہاتھ پکڑے اور سٹیج کی طرف چل دی۔

☆......☆......☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''صبح صبح اتنا تیار ہونے کی کیا ضرورت تھی میں تو پہلے ہی دل کا مریض ہوں اگر مجھے ہارٹ اٹیک ہو جاتا تو'' وہ شیشے کے سامنے تیار ہو رہی تھی کہ محبت نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اس سے زیادہ تیار تو میں شادی والے دن ہوئی تھی اُس دن اٹیک نہیں ہوا تو اب کیا ہوگا''۔

اچھا تو اس کا مطلب مجھے اٹیک ہونے سے تمھیں خوشی ہوگی''۔

''یہ صبح صبح کس بات پہ بحث چل رہی ہے'' امی نے اُن دونوں کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں امی ہم نیچے ہی آ رہے تھے''۔

''اچھا ٹھیک ہے آ جاؤ ہم سب تمھارا ہی انتظار کر رہے ہیں'' وہ مڑ کر جانے لگیں تو مہوش نے روک لیا۔

''محبت تم چلو مجھے بڑی امی سے ایک ضروری بات کرنی ہے''۔

''ٹھیک ہے'' اُس نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر چلا گیا۔

''شکریہ بڑی امی...... آپ نے مجھے زندگی کی سب سے بڑی خوشی دی ہے'' اُس نے احتراماً ہاتھ چوم کر کہا۔

''اس میں شکریہ والی کونسی بات ہے یہ تو ہم سب ہی چاہتے تھے کہ تم ہمارے گھر کی بہو ہو''۔

''محبت سے شادی میرا خواب تھا جو پورا ہو گیا اب چاہے موت بھی آ جائے کوئی غم نہیں''۔

''موت آئے تمھارے دشمنوں کو...... اللہ تمھیں لمبی زندگی عطا کرے تا کہ تم اپنے شوہر کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار سکو'' اُنھوں نے اُس کے چہرے کو اپنے ہاتھ کے پیالے میں بھر لیا۔

''میں صرف دس دن محبت کے ساتھ خوشی خوشی گزارنا چاہتی ہوں اُس کے بعد آپ جب چاہے آپریشن کے لیے ڈاکٹر سے بات کر سکتی ہیں'' اُس کی آنکھوں کی نمی اُس کی رخسار پر آ گئی تھی۔

''مہوش ایک بات تو بتاؤ؟''۔

''جی پوچھیے بڑی امی'' اُس نے اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

''تمھیں یاد ہے تم کتنے سال کی تھی جب مریم کی موت ہوئی تھی......؟'' اُنھوں نے جائزہ لینے والی نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

''مجھے تو کچھ یاد نہیں ہے لیکن پاپا بتا رہے تھے کے میں پانچ سال کی تھی جب ماما کی وفات ہوئی تھی''۔

''تمھاری ماما کی وفات کے بعد تمھاری پرورش کس نے کی تھی......؟''۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''آپ نے بڑی امی اور کس نے ...... لیکن یہ سب آپ کیوں پوچھ'' اس سوال پر وہ چونک گئی تھی۔

''کیا تمھیں کبھی ایسا محسوس ہوا ہے کہ میں نے تم میں اور علیزے میں کوئی فرق کیا ہو'' انھوں نے اُس کی بات کاٹ کر اپنے سوالوں کی قطار جاری رکھی تھی۔

''نہیں بڑی امی بلکہ میں تو دس سال کی عمر تک آپ کو ہی اپنی امی سمجھتی رہی تھی وہ تو بعد میں بابا نے بتایا کہ آپ میری امی نہیں بلکہ بڑی امی ہیں''۔

''پھر تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں اپنے بیٹے کی زندگی کے لیے اپنی بیٹی کی جان قربان کر دوں گی'' اُسے ساری بات کی سمجھ آ گئی تھی اور اس نے شرمندگی سے اپنا سر جھکا لیا۔

''میں جانتی ہوں کہ آپ ایسا نہیں کرنا چاہتی ...... لیکن اس کے علاوہ اور کوئی حل بھی تو نہیں ہے''۔

''ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے وہ جب اپنے کسی بندے کو ایک مشکل میں ڈالتا ہے تو اُس مشکل کے حل کے سو اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ ہماری نظر کی کمزوری ہوتی ہے کہ ہم اُسے دیکھ نہیں سکتے''۔

''مجھے آپ کی باتوں سے ایسا لگ رہا ہے جیسے محبت کے لیے ہارٹ مل گیا ہے میں تو سمجھ رہی تھی کہ آپ نے میری ضد کی وجہ سے یہ بات کہی ہے''۔

''بچے ضد کرتے ہی ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ اُن کے لیے کیا اچھا ہے اور کیا برا، تم نے چاہے مجھے اپنی ماں سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو لیکن میں نے ہمیشہ تمھیں اپنی بیٹی مانا ہے اور میں کوئی بھی ایسا فیصلہ نہیں کروں گی جس سے تمھیں کوئی تکلیف ہو'' آج پہلی بار وہ اس لہجے میں مہوش سے بات کر رہی تھیں۔

''ایسی بات نہیں ہے میں نے ہمیشہ آپ کو اپنی امی ہی سمجھا ہے وہ تو میں بس محبت کی وجہ سے اُس دن پتا نہیں کیا کہہ گئی آپ پلیز مجھے معاف کر دیں'' اُس نے فوراً اپنی غلطی کی معافی مانگ لی۔

''جو ہونا تھا سو ہو گیا ابھی ان سب باتوں کے بارے میں مت سوچو اور اپنی زندگی کو انجوائے کرو''۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں بڑی امی آنے والے کل کی فکر میں ہمیں اپنا آج ضائع نہیں کرنا چاہیے''۔

''اچھا اب باتیں بہت ہو گئی ہیں جلدی سے نیچے چلو سب لوگ کھانے کی میز پر ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے''۔

''جی چلیے ......'' اُس نے جلدی سے اپنا حلیہ درست کیا اور اُن کے ساتھ چل دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆-----☆-----☆

''امی جان آپ نے بلایا تھا'' محب امی کے کمرے میں آیا تو وہ صوفے پر بیٹھ کر پرانی تصویریں دیکھ رہی تھیں۔

''آؤ محب بیٹا میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی'' انھوں نے البم بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''امی خیریت تو ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی'' وہ وہیں اُن کے سامنے دوزانوں ہو گیا۔

''میں ٹھیک ہوں بیٹا بس سر میں تھوڑا سا درد ہے'' انھوں نے پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''امی آپ کی آنکھیں دیکھ کر لگتا ہے جیسے آپ رو رہی تھیں سب ٹھیک تو ہے'' اُس نے چہرہ کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں سب ٹھیک ہے وہ بس کل تم لوگ یہاں سے جا رہے ہو نا یہی سوچ کر آنکھ بھر آئی''۔

''ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں'' اُس کے لہجے میں حیرت عیاں تھی۔

''محب تم تو جانتے ہو کہ ڈاکٹر کے بقول تمھارا آپریشن اسی مہینے میں ہونا ضروری ہے ورنہ اگلے مہینے سے تمھاری طبیعت خراب ہونا شروع ہو جائیگی اور ویسے بھی میں نے بھی جہاں متبادل دل کے لیے بات کی وہاں سے بھی کسی وقت بھی فون آ سکتا ہے اس لیے کل ہی تم اور مہوش اسلام آباد والے گھر جا رہے ہو'' انھوں نے ساری تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''تو کیا آپ ہمارے ساتھ نہیں چلیں گی؟''۔

''نہیں بیٹا تم تو جانتے ہو مجھے ہسپتال سے ویسے ہی گھبراہٹ ہوتی ہے اس لیے میں تو نہیں آسکوں گی لیکن دو یا تین دن بعد تمھارے بابا وہاں آ جائیں گے''۔

''امی میری زندگی کا اتنا بڑا آپریشن ہونے جا رہا ہے مجھے وہاں آپ کی ضرورت پڑے گی'' اُس نے بچوں کی طرح ضد کرتے ہوئے کہا۔

''تم پریشان نہ ہو میری دعائیں ہر وقت تمھارے ساتھ ہیں'' انھوں نے پیار سے اُس کا ماتھا چوم کر اُسے حوصلہ دینے کی کوشش کی۔

''لیکن پھر بھی اگر آپ وہاں ہونگی تو مجھے بھی ہمت ملے گی''۔

''محب تم تو جانتے ہو کہ عمار کے امتحان ہونے والے ہیں اور علیزے اور اریشہ بھی کافی دنوں سے سکول نہیں جا رہے ہیں اس لیے میرا یہاں رہنا زیادہ ضروری ہے اس لیے ضد نہ کرو اور جاؤ جا کر تیاری کرو''۔

''ٹھیک ہے امی جیسا آپ کا حکم'' اُس نے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور فرمانبردار بیٹے کی طرح حکم مان لیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆------☆------☆

"محب اور مہوش تو اسلام آباد پہنچ گئے ہیں لیکن آپ کب جا رہے ہیں" اُنھوں نے چائے کا کپ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کا کیا مطلب ہے کیا تم نہیں جا رہی میرے ساتھ" راحت صاحب نے سوالیہ نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھا۔

"راحت صاحب صرف محب ہی نہیں بلکہ یہ تینوں بھی میرے ہی بچے ہیں اور ان کو بھی دیکھ بھال کی ضرورت ہے"۔

"ہاں تو ان کو بھی ساتھ لے چلتے ہیں" راحت صاحب نے ایک آسان سا حل پیش کیا۔

"نہیں پہلے ہی ان کی پڑھائی کا بہت نقصان ہو گیا ہے اب مزید چھٹیاں مناسب نہیں اس لیے آپ چلے جائیں"۔

"اچھا ٹھیک ہے......بیگم ویسے ابھی تک کسی کا فون نہیں آیا" راحت صاحب نے چائے کا سپ بھرتے ہوئے کہا۔

"آپ پریشان نہ ہوں راحت صاحب آپ بے فکر ہو کر جایئے انشاءاللہ ایک دو دن تک دل آپ کے پاس اسلام آباد پہنچ جائے گا" اُنھوں نے بھی چائے کا سپ بھرا۔

"یہ کونسی سہیلی ہے جس کی بات پر تمھیں اتنا پکا یقین ہے"۔

"میری بچپن کی دوست ہے خود بھی ڈاکٹر ہے اور وہ ہسپتال اُسی کے بھائی کا ہے جہاں محب کا آپریشن ہو گا"۔

"کیا نام ہے اُس ڈاکٹر کا" راحت صاحب نے ایک اور سپ بھرا۔

"میری سہیلی کا نام تو فرحت ہے لیکن میرے خیال سے جو ڈاکٹر محب کا آپریشن کرے گا اُس کا نام ڈاکٹر جہانگیر ہے" اُنھوں نے تمام تر تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میں کل جاتے ہی اُسے مل لوں گا" اُنھون نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔

☆------☆------☆

وہ اپنے کمرے میں سو رہی تھیں کہ اچانک فون کی گھنٹی کی آواز سے گھبرا کر اُٹھ گئی۔

"ہیلو......" اُنھوں نے فون اپنے کان سے لگایا۔

"بڑی امی میں مہوش" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں مہوش بولو تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟"۔

"بڑی امی اچانک محب کو سینے میں درد شروع ہو گیا ہے ہم اُسے ہسپتال لے کر آئے ہیں ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ اب مزید دیر کیے بغیر محب کا آپریشن کرنا ہو گا ورنہ اُس کی جان بچانا مشکل ہو جائے گا" اُس نے روتے ہوئے تمام تفصیل بتائی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''تم پریشان مت ہو انشا اللہ کچھ نہیں ہوگا میرے بیٹے کو''۔

''بڑی امی آپ اپنی دوست سے پتا کریں کہ ڈونر کی کیا صورتحال ہے اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتے''۔

''ٹھیک ہے تم پریشان مت ہو میں اُس سے رابطہ کرتی ہوں'' اُنھوں نے کال بند کی اور پھر سے موبائل سے نمبر ملا کر کان پر لگایا اور جلدی سے اُٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

☆-----☆-----☆

''مہوش کیا تمھاری فاطمہ سے بات ہوئی ہے میں کب سے کال کر رہا ہوں لیکن وہ فون ہی نہیں اُٹھا رہی''۔

''جی بڑے پاپا میری رات کو بات ہوئی تھی بڑی امی سے وہ اپنی فرینڈ کے ہسپتال جانے والی تھی''۔

''پتا نہیں کب پہنچے گا دل اور کب آپریشن ہوگا''۔

''راحت صاحب مبارک ہو ہارٹ مل گیا ہے ابھی آپ اس پیپر پر اپنے دستخط کر دیں تا کہ ہم جلد سے جلد آپریشن شروع کر سکیں'' ڈاکٹر جہانگیر نے اُن کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''کیا-----آپ سچ کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب'' اُن کا چہرہ ایک دم سے کھل گیا تھا۔

''جی میں سچ کہہ رہا ہوں آپ جلدی سے سائن کریں تا کہ ہم اپنا کام شروع کریں'' ڈاکٹر نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔

''لیجیے میں نے سائن کر دیئے ہیں'' اُنھوں نے سائن کر کہ کاغذ لوٹا دیئے۔

''بہت شکریہ-----اب آپ لوگ دعا کریں انشا اللہ اللہ نے چاہا تو ہم کامیاب ہونگے''۔

''انشا اللہ'' ڈاکٹر پہلے سے ہی تیار بیٹھے تھے ہارٹ ملتے ہی وہ آپریشن تھیٹر میں داخل ہو گئے اور آپریشن شروع کر دیا۔

☆-----☆-----☆

ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ اُن کی سانسیں تیز ہو رہی تھیں پچھلے پانچ گھنٹے سے ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں گھسے ہوئے تھے انتظار کا ایک ایک لمحہ اُن پر بھاری تھا۔

''مبارک ہو راحت صاحب اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی عطا فرمائی اور ہم محبت کے آپریشن میں کامیاب رہے'' ڈاکٹر جہانگیر کے چہرے سے فتح کے تاثرات واضح تھے۔

''بہت شکریہ ڈاکٹر صاحب'' اُنھوں نے خوشی سے ڈاکٹر کو گلے لگا لیا۔

''میں ابھی یہ خوشخبری بڑی امی کو سناتی ہوں'' اُس نے موبائل سے نمبر ملایا اور کان کے ساتھ لگا کر انتظار کرنے لگی لیکن دوسری

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

طرف سے نمبر بند جا رہا تھا۔

''کیا ہوا.....؟''۔

''پتا نہیں بڑے پاپا ابھی بھی نمبر بند جا رہا ہے''۔

''گھر والے نمبر پر کال کرو''۔

''جی ٹھیک ہے'' اُس نے پھر سے نمبر ملایا اور فون کان کے ساتھ لگالیا۔

''السلام وعلیکم.....'' دوسری طرف سے آنے والی مردانہ آواز سے صاف پتا چلتا تھا کہ فون عمار نے اُٹھایا تھا۔

''وعلیکم السلام.....عمار میں مہوش''۔

''جی بھابھی کیسی ہیں آپ اور محب بھائی کی طبیعت کیسی ہے''۔

''تمھارے لیے اچھی خبر ہے محب کا آپریشن کامیاب ہو گیا ہے اور وہ اب بالکل ٹھیک ہے''۔

''اللہ کا شکر ہے'' اُس نے آسمان کی طرف نگاہیں کر کہ بلند آواز میں کہا۔

''اچھا بڑی امی کہاں ہیں میں کب سے اُن کا نمبر ملا رہی ہوں'' مہوش نے دیر کیے بغیر سوال کیا۔

''امی تو کل رات سے ہی اسلام آباد کے لیے نکل گئی تھیں میں نے ساتھ چلنے کو کہا تو کہنے لگیں کہ تم یہیں علیزے اور اریشہ کے پاس رُکو''۔

''کیا.....کل رات سے'' اُسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔

''کیوں کیا ہوا.....کیا ابھی تک امی آپ سے نہیں ملی''۔

''نہیں میں تو کل سے ہسپتال میں ہی ہوں، اچھا میں سمجھ گئی بڑی امی کو ہسپتال سے ڈر لگتا ہے نہ اس لیے وہ گھر چلی گئی ہوں گی تم پریشان مت ہو میں گھر جا کر اُن سے مل لیتی ہوں'' اُس نے بات کو گول کر دیا۔

''ٹھیک ہے جب اُن سے ملیں تو مجھے کال کر لینا اریشہ بار بار امی کے بارے میں پوچھ رہی ہے''۔

''ٹھیک ہے اللہ حافظ'' اُس نے موبائل بند کر کہ بڑے پاپا کی طرف دیکھا۔

''میں گھر جا کہ دیکھتا ہوں''۔

''بڑے پاپا رُک جائیں بابا گھر پر ہی ہیں میں اُن سے پوچھ لیتی ہوں'' جیسے ہی وہ مڑ کر جانے لگے تو۔ مہوش نے پیچھے سے آواز دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''ہاں ٹھیک ہے پھر جلدی سے رابطہ کرو''۔

''جی......''اُس نے پھر سے نمبر ملایا اور موبائل کان سے لگا کر انتظار کرنے لگی۔

''السلام وعلیکم......''۔

''بابا بڑی امی گھر پر ہیں کیا......''اُس نے سلام کے جواب کا انتظار کیے بغیر سوال پوچھا۔

''نہیں بیٹا میں تو صبح سے گھر پر ہی ہوں بھابھی تو یہاں نہیں آئی......''دوسری طرف سے آواز آئی۔

''کیا اگر گھر پر بھی نہیں ہیں تو پھر کہاں جاسکتی ہیں''اُس نے پریشانی میں سر پکڑلیا۔

''کیا ہوا سب خیریت تو ہے''اُس کی بات سُن کر عون صاحب بھی پریشان ہو گئے تھے۔

''جی بابا بڑی امی کل رات سے گھر سے نکلی ہوئی ہیں یہاں اسلام آباد آنے کے لیے لیکن ابھی تک یہاں نہیں پہنچی''۔

''تو بھائی سے کہو کہ ڈرائیور کو کال کریں یقیناً بھابھی ڈرائیور کو ساتھ لے کر ہی گئی ہونگی کیونکہ بھابھی کو تو گاڑی چلانا نہیں آتا''عون صاحب نے اپنے خیال کے مطابق حل پیش کیا۔

''ٹھیک ہے بابا''۔

''بڑے پاپا ڈرائیور کو کال کریں......''اُس نے فون بند کیا اور بڑے پاپا کو کال کرنے کا کہا۔

''ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تم میں ابھی کال کرتا ہوں''۔

''ہیلو......احمد کہاں ہو تم''پریشانی میں سلام دعا کی ہوش بھی نہیں تھی۔

''جی سر میں تو گھر پہ ہی ہوں''۔

''گھر پر کیا کر رہے ہو تم تو فاطمہ کو لے کر اسلام آباد آنے والے تھے نا''۔

''نہیں سر میں تو گھر پر ہی ہوں اور مجھے کسی نے بھی اسلام آباد جانے کا نہیں کہا اور بیگم صاحبہ کو تو صبح سے میں نے دیکھا ہی نہیں ''ڈرائیور نے ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

''گاڑی کہاں ہے''۔

''سر گاڑی تو یہیں گیراج میں کھڑی ہے''۔

''ٹھیک ہے''اُنھوں نے بے دلی سے فون بند کیا اور وہیں ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے۔

''بڑے پاپا کیا کہا ڈرائیور نے؟''۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''وہ گاڑی لے کر نہیں گئی'' انھوں نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

''ہوسکتا ہے بڑی امی نے ڈرائیور کو نہ اٹھایا ہو اور لوکل آ گئی ہوں''۔

''ہوسکتا ہے تم یہیں رکو میں اسٹیشن پر دیکھ کر آتا ہوں'' راحت صاحب مڑ کر جانے لگے تو موبائل پر ایک انجان نمبر سے آنے والی کال کو دیکھ کر رک گئے۔

''ہیلو......'' انھوں نے موبائل کان سے لگایا۔

''کیا میں راحت صاحب سے بات کر سکتی ہوں'' دوسری طرف سے آنے والی آواز کسی عورت کی تھی۔

''جی بول رہا ہوں''۔

''راحت صاحب میں ڈاکٹر فریحہ بات کر رہی ہوں......فاطمہ کی دوست''۔

''جی ڈاکٹر صاحبہ کہیے'' نام سنتے ہی انھوں نے پہچان لیا تھا۔

''راحت صاحب مجھے آپ سے فاطمہ کے بارے میں بات کرنی ہے'' ڈاکٹر نے بھی مزید تعارف کی بجائے مدعے کی بات کی۔

''کیا فاطمہ کے بارے میں لیکن اس کا تو کچھ پتا نہیں کہاں ہے وہ......''۔

''جی میں جانتی ہوں راحت صاحب آپ جتنی جلدی ہو سکے لاہور آجائیں مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے''۔

''کیا فاطمہ لاہور میں ہے ہم سب تو اسے اسلام آباد میں ڈھونڈ رہے ہیں''۔

''جی راحت صاحب فاطمہ یہیں ہے میرے پاس لیکن جتنی جلدی ہو سکے آپ یہاں آجائیں''۔

''سب خیریت تو ہے ڈاکٹر'' انھیں ڈاکٹر کی باتوں سے پریشانی کا اندازہ ہو گیا تھا۔

جی فی الحال میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتی آپ جتنی جلدی ہو سکے لاہور آجائیں میں ہسپتال کا ایڈریس آپ کو میسج کر رہی ہوں'' ڈاکٹر نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا اور راحت صاحب نے موبائل جیب میں رکھا اور جلدی سے گاڑی کی طرف ہو لیے۔

☆......☆......☆

''جی سر کس سے ملنا ہے آپ کو'' جیسے ہی وہ ہسپتال کے اندر داخل ہوئے تو ریسپشنسٹ نے ان سے سوال کیا۔

''مجھے ڈاکٹر فریحہ سے ملنا ہے'' بھاگتے ہوئے آنے کی وجہ سے وہ ہانپ رہے تھے۔

''آپ یہاں سے سیدھے چلے جائیں آگے جا کر دائیں طرف مڑتے ہی پہلا آفس ڈاکٹر فریحہ کا ہی ہے'' ریسپشنسٹ نے

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

اسپیشل سالگرہ تحفہ

دعا ہے تیرا ہر جگہ پرچار ہوا
تیرا راستہ روشن بہار ہو
تو اپنی منزل کو بلند کرتا رہے
تو دیئے جلاتا سدا آباد رہے

☆......☆......☆

سارا درانی

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہاتھ سے اشارہ کر کے راستہ بتایا۔

ریسپشنسٹ کے بتائے ہوئے راستے سے گزرتے ہوئے جیسے ہی دروازے پر پہنچے تو دستک دیئے بغیر ہی اندر چلے گئے۔

"ڈاکٹر فاطمہ کیسی ہے"۔

"آیئے راحت صاحب میں آپ کا ہی انتظار کر رہی تھی"۔

"فاطمہ کہاں ہے" انھوں نے پھر سے اپنی بات کو دہرایا۔

"یہ آپ کی ایک امانت تھی میرے پاس" ڈاکٹر نے ایک خط دراز سے نکالا اور راحت صاحب کی طرف بڑھا دیا۔

"ڈاکٹر صاحبہ میں آپ سے فاطمہ کے بارے میں پوچھ رہا ہوں اور آپ یہ کیا......"۔

"راحت صاحب آپ کے تمام سوالوں کے جواب اسی کے اندر ہیں" راحت صاحب نے کانپتے ہاتھوں سے وہ خط پکڑا اور کھول کر پڑھنے لگے۔

"راحت آپ ایک بہت اچھے بیٹے ایک اچھے بھائی تو تھے ہی لیکن آپ اُس سے بھی اچھے شوہر اور باپ ہیں، آپ نے اپنی فیملی کے لیے ہمیشہ اپنی اوقات سے بڑھ کر کوشش کی ہے میں جانتی ہوں کہ کس طرح آپ نے دن رات ایک کیا ہے محبت کے لیے ڈونر ڈھونڈنے میں لیکن شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا اس لیے آپ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

یقیناً اس وقت آپ سوچ رہے ہونگے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے لیکن آپ خود سوچیے کہ جب آپ جوان بیٹے کی موت کا غم برداشت نہیں کر سکتے تو میں تو ماں ہوں میں کیسے یہ سب برداشت کرتی اس لیے ہر روز پل پل مرنے کی بجائے میں نے ایک بار کا ہی مرنا قبول کر لیا۔

میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ آپ اپنے بچوں کی خوشیاں ضرور دیکھیں گے لیکن افسوس اب میں نہیں ہونگی لیکن میرے نہ ہونے کی وجہ سے کسی بچے کے ساتھ بھی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کو اس وقت بہت غصہ آ رہا ہو گا کیونکہ آپ نے کبھی کہا ہو یا نہ کہا ہو میں جانتی ہوں کہ آپ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اور یقیناً اس وقت آپ ہسپتال کے خلاف کیس بھی کرنے کا سوچ رہے ہونگے لیکن اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ میں تو احسان مند ہوں اپنی بچپن کی دوست فریحہ کی جس نے سارے قوانین کو توڑ کر میرے لیے اتنا کچھ کیا۔ شروع میں وہ بھی نہیں مان رہی تھی لیکن پھر میں نے اُسے بڑی مشکل سے راضی کیا ہے اس لیے آپ ایسا کچھ نہ کریے گا جس سے اُسے کوئی تکلیف ہو۔

محبت کے صحت یاب ہونے کے بعد آپ کام کی تمام ذمہ داریاں اُس پر ڈال دیجیے گا اور عمار کو میڈیکل کی پڑھائی کروا کر اچھا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈاکٹر بنائے گا، علیزے جس طرح خبریں پھیلاتی رہتی ہے مجھے لگتا ہے کہ وہ ایک اچھی نیوز کاسٹر بنے گی اور اریشہ وہ تو ابھی بہت چھوٹی ہے میرے بغیر بہت آپ کو بہت تنگ کرے گی لیکن آپ سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے اُسے سنبھالنے کی کوشش کریے گا" اُن کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسو گال سے ہوتے ہوئے کوٹ پر گر رہے تھے انھوں نے اگلا صفحہ کھولا۔

"جب تک محبت ٹھیک نہیں ہو جاتا اُسے میرے بارے میں پتا نہیں چلنا چاہیے کیونکہ وہ اتنا بڑا صدمہ برداشت نہیں کر پائے گا اگر وہ پوچھے تو کہہ دینا کہ میں اُس کی خالہ کے پاس لندن گئی ہوئی ہوں اور پھر جب وہ ٹھیک ہو جائے تو اُسے میرا خط دے دینا مجھے یقین ہے خط پڑھنے کے بعد وہ سنبھل جائے گا"۔

"اگر اتنے سالوں میں مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دیجیے گا" یہ سب پڑھنے کے بعد انھیں ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی پہاڑ سا اُن کے اوپر آن گرا ہو انھوں نے خط بند کر جیب میں ڈالا تو ڈاکٹر نے اُنھیں مزید دو خط دے دیے جو مہوش اور محبت کے نام تھے۔

"فاطمہ......کہاں......ہے" اُن کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔

"آیئے میرے ساتھ" ڈاکٹر اُنھیں اپنے ساتھ مردہ خانے کی طرف لے گئی جہاں اُن کی بیگم کی لاش رکھی ہوئی تھی۔

☆......☆......☆

"ہیلو......عمار کہاں ہو تم" اُنھوں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"جی بابا میں گھر پر ہی ہوں......لیکن کیا ہوا آپ رو کیوں رہے ہیں" آواز سن کر وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

"بیٹا......تمھاری امی......وہ اب ہمارے ساتھ نہیں رہی"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بابا" اتنی بڑی خبر کسی بجلی کے جھٹکے سے کم نہیں تھی۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں بیٹا اور میں ابھی اُس کی میت لے کر گھر ہی آ رہا ہوں تم ایسا کرو کے ڈرائیور سے کہو کہ وہ اریشہ کو اسلام آباد لے جائے محبت اور مہوش کے پاس وہ یہ سب دیکھے گی تو گھبرا جائے گی"۔

"امی......" اُس کے ہاتھ سے موبائل نیچے گر گیا اور خود بھی وہیں گھٹنوں کے بل گر گیا اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن آواز کنٹرول میں تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رونے کی آواز سن کر اریشہ اور علیزے بھی پریشان ہو جائے گی۔

☆......☆......☆

"مہوش میں جا رہی ہوں میرا گھر میرے بچے اب سب کچھ تمھارے حوالے ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے لیکن تم

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اچھی طرح سمجھ جاؤ گی کہ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

تم پانچ سال کی تھی جب تمھاری ماں تمھیں چھوڑ کر چلی گئی تھی پھر میں تمھیں اپنے گھر لے آئی تھی۔میں نے تمھیں اپنی بیٹی بنا کر پالا ہے کبھی بھی تم میں اور اپنے بچوں میں فرق نہیں کیا اس لیے تم بھی مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بھی کبھی اپنے اور میرے بچوں میں فرق نہیں کروگی، رشتے میں تو تم ان کی بھابھی ہو لیکن مجھے یقین ہے کہ تم ان تینوں کو ماں بن کر ہی پالوگی۔

اللہ تعالیٰ تم سب کو دنیا بھر کی تمام خوشیاں عطا کرے اور غم کو تم سے کوسوں دور رکھے اور تم دونوں کو اپنی اولاد کی خوشیاں دیکھنا نصیب کرے"۔

"میں وعدہ کرتی ہوں بڑی امی کہ میں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گی انشاءاللہ روز محشر آپ مجھے اپنے وعدہ وفا کرنے والوں میں پائیں گی" وہ روتی ہوئی خود سے عہد کر رہی تھی۔

"تمھاری بڑی امی نے ثابت کر دیا ہے کہ ماں کی محبت بے لوث ہوتی ہے اور وہ ممتا کے لیے کوئی بھی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتی"۔

☆-----☆-----☆

"مہوش دو ہفتے ہو گئے ہیں میرے آپریشن کو لیکن ابھی تک اریشہ کے علاوہ گھر سے کوئی بھی مجھے ملنے نہیں آیا سب ٹھیک تو ہے" اُسے فکر ہونے لگی تھی۔

"ہاں سب ٹھیک ہے میری کچھ دیر پہلے ہی علیزے سے بات ہوئی ہے" مہوش نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"اچھا تو تم ہی میری بات کروا دو امی سے میرا بہت دل چاہ رہا ہے اُن سے بات کرنے کا"۔

"امی تو یہاں نہیں ہیں" نہ چاہتے ہوئے بھی اُس کے منہ سے نکل گیا۔

"کیا مطلب یہاں نہیں ہے" اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

"میرا مطلب ہے کہ وہ پاکستان میں نہیں ہیں بلکہ لندن گئی ہوئی ہیں خالہ کے پاس"۔

"تو کیا وہ اریشہ کو ساتھ لے کر نہیں گئیں" اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

"نہیں خالہ کی طبیعت زیادہ خراب تھی اس لیے بڑی امی اریشہ کو میرے پاس چھوڑ کر گئیں ہیں"۔

"میرے موبائل میں خالہ کا نمبر ہے تم ایسا کرو کہ میرے موبائل سے لندن فون کرو مجھے امی سے بات کرنی ہے" وہ اپنی بات پر بضد تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"تمھارا موبائل تو کافی دنوں سے گھر پڑا ہوا ہے ابھی میں گھر جاؤں گی تو آتے وقت لے آؤں گی"۔

"مہوش مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو کیونکہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ اتنے دن گزر گئے ہوں اور امی نے مجھ سے ایک بار بھی بات نہ کی ہو"۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو محبت بڑی امی نے تو کافی بار فون کیا ہے لیکن تم سو رہے تھے اور ڈاکٹر نے تمھیں ڈسٹرب کرنے سے منع کیا تھا اس لیے تم سے بات نہیں ہو پائی" وہ بھی اپنی بات پر ڈھٹائی سے قائم تھی۔

"اگر اب امی کا فون آئے تو بے شک میں سویا بھی ہوا تو مجھے اُٹھا دینا" بالآخر اُس نے تھک ہار کر مان ہی لیا۔

"اچھا ٹھیک ہے اب زیادہ باتیں نہ کرو اور آرام کرو تمھارے زخم ابھی تازہ ہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے" اُس نے آنکھیں بند کیں اور پھر سے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆------☆------☆

"اریشہ کہاں ہے" گھر آتے ہی اُس نے اریشہ کے بارے میں پوچھا۔

"کل صبح ڈرائیور آیا تھا تو میں نے اریشہ کو اُس کے ساتھ لاہور بھیج دیا تھا"۔

"اس کا مطلب کہ امی آ گئیں ہیں لندن سے اسی لیے تو انھوں نے اریشہ کو واپس بلا لیا ہے" اُس نے خود سے ہی اندازہ لگا لیا۔

"ہوں" اُس نے کچھ نہ کہنا ہی مناسب سمجھا۔

"مہوش سامان پیک کرو ہم بھی گھر جا رہے ہیں" اُس نے اچانک سے فیصلہ کیا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی تو ہسپتال سے آئے ہیں"۔

"ایک مہینہ ہو گیا ہے مجھے ہسپتال میں پڑے ہوئے اور تم کہہ رہی ہو کہ جلدی کیا ہے" وہ زچ ہو گیا تھا۔

"وہی تو کہہ رہی ہوں کہ ایک مہینے سے آپ بستر پر رہے ہیں اس لیے ابھی کچھ دن گھومتے پھرتے ہیں آپ کا موڈ بھی فریش ہو جائیگا"۔

"اس وقت میرا بالکل بھی سیر سپاٹے کرنے کا دل نہیں چاہ رہا میں بس اپنے گھر جانا چاہتا ہوں"۔

"لیکن محبت......" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اُس نے مہوش کی بات کاٹ دی تھی۔

"مہوش سمجھنے کی کوشش کرو پچھلے ایک مہینے سے میں نے اپنی فیملی کو نہیں دیکھا میں ترس گیا ہوں اُن کو دیکھنے کے لیے"۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''اچھا ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی'' وہ جان چکی تھی کہ اب بحث بیکار ہے۔

☆-----☆-----☆

وہ لوگ واپس لاہور آرہے تھے سارے راستے وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے رہے، مہوش کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ محب سے کیا کہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر اُسے بعد میں پتا چلا تو اُسے زیادہ دکھ ہوگا۔

''محب میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں'' جیسے ہی ڈرائیور نے گاڑی گھر کے سامنے روکی تو بالآخر اُس نے ہمت جتائی۔

''بعد میں ابھی میں پہلے سب سے ملنا چاہتا ہوں'' وہ جلدی سے گاڑی سے اُترا اور مرکزی دروازے کی طرف ہولیا۔

''السلام وعلیکم-----'' وہ مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوا تو علیزے کو اپنے سامنے دیکھ کر کہا۔

''محب بھائی'' علیزے کی نظر اُس پر پڑی تو بھاگتی ہوئی اُس سے لپٹ گئی اُس کی آنکھون سے آنسو بہہ نکلے۔

''کیا ہوا علیزے تم رو کیوں رہی ہو'' اُس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔

''کچھ نہیں بھائی-----بس آپ کو اتنی دیر بعد دیکھا اس لیے''۔

''اتنا ہی مس کررہی تھی تو مجھے ملنے کیوں نہیں آئی'' اُس نے شکائتی انداز میں کہا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی اُس نے خود سے ہی اندازہ لگالیا۔

''سمجھ گیا امی نے آنے نہیں دیا ہوگا انھیں تم لوگوں کی پڑھائی کی بہت فکر ہے، اچھا باقی سب کہاں ہیں''۔

''اریشہ سکول ہے اور عمار کالج اور بابا اپنے کمرے میں-----''۔

''اور امی؟''۔

''امی تو-----''۔

''ارے محب-----بیٹا تم-----کیسی طبیعت ہے تمھاری؟'' عقب سے بابا نے آواز دی۔

''بابا میں ٹھیک ہوں بس آپ لوگوں سے ملنے کا دل کررہا تھا اس لیے یہاں آگیا-----امی کہاں ہیں''۔

''اچھا اب تمھارے سینے میں درد تو نہیں ہے'' اُنھوں نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں بابا-----امی کہاں ہیں'' اُس نے ایک بار سے امی کے بارے میں پوچھا۔

''میں جانتا ہوں تم ٹھیک ہو لیکن پھر بھی میں ڈاکٹر کو بلالیتا ہوں وہ تسلی کرلے گا کہ واقعی تم ٹھیک ہو یا نہیں''۔

''بابا میں آپ سے کیا پوچھ رہا ہوں اور آپ کیا کہہ رہے ہیں'' وہ زچ ہوگیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

"بیٹا۔۔۔۔۔وہ یہیں ہے ہمارے ساتھ" بالآخر انھوں نے جواب دے ہی دیا تھا۔

"کیا مطلب یہیں ہیں۔۔۔۔۔اگر یہیں ہیں تو نظر کیوں نہیں آرہیں"۔

"محب تم اُسے نہیں دیکھ سکتے لیکن میرا یقین کرو وہ ہمارے ساتھ ہی ہے"۔

"بابا یہ آپ کیسی پہیلیوں میں باتیں کر رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا" وہ پہیلیوں سے تنگ آ گیا تھا۔

"علیزے تم بتاؤ ماما کہاں ہیں۔۔۔۔۔وہ ناہی مجھ سے ملنے اسلام آباد آئیں تھی ابھی یہاں آیا ہوں تو یہاں بھی نہیں ہیں آخر تم سب کیا چھپا رہے ہو مجھ سے"۔

"بھائی۔۔۔۔۔امی" اُس نے پہلے بابا کی طرف دیکھا اور پھر سے محب کی طرف۔

"علیزے میں اس وقت پاگل ہو رہا ہوں مجھے سچ بتا دو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا دل پھٹ جائے اور میں۔۔۔۔۔"۔

"بھائی امی اب اس دنیا میں نہیں ہیں" بالآخر اُس نے بتا ہی دیا۔

"کیا۔۔۔۔۔" سچ سن کر اُسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھی اور بے سدھ ہو کر گرنے ہی والا تھا کہ مہوش سے اُسے سنبھال لیا۔

"چھوڑ دو مجھے تم سب جانتی تھی لیکن پھر بھی مجھے۔۔۔۔۔" اُسنے روتے ہوئے مہوش سے کہا۔

"مجھے معاف کر دو محب لیکن یہ بڑی امی کی نصیحت تھی کے جب تک تم ٹھیک نہیں ہو جاتے ہم تمھیں کچھ نہ بتائیں"۔

"کیسے ہوا یہ سب" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا تھا اور مہوش بھی اُس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔

"تمھارے سینے میں جو دل دھڑک رہا ہے وہ بڑی امی کا ہی ہے"۔

"کیا۔۔۔۔۔لیکن کیوں۔۔۔۔۔؟" اُس نے سوالیہ نگاہوں سے مہوش کی طرف دیکھا۔

"کیونکہ وہ ماں تھی بھائی۔۔۔۔۔" علیزے نے بھی اُسے دلاسہ دینے کی کوشش کی۔

"بڑی امی جانتی تھی کہ تم خود کو سنبھال نہیں پاؤ گے اور تمھارے دماغ میں بہت سے سوال بھی ہونگے اس لیے وہ تمھارے لیے یہ خط چھوڑ گئیں ہیں مجھے یقین ہے کہ تمھیں تمھارے جواب مل جائیں گے"۔

اُس نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔

"محب میرے بچے مجھے بہت خوشی ہے کہ تم ٹھیک ہو گئے ہو اللہ تمھیں لمبی زندگی عطا کرے اور تمھیں دنیا جہان کی ساری خوشیاں عطا کرے۔میں جانتی ہوں کہ جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو مجھے اپنے سامنے نہ دیکھ کر سخت پریشان ہو جاؤ گے اور اُس وقت تمھیں کسی کے بھی سمجھانے سے کوئی بات سمجھ نہیں آئے گی اسی لیے میں خود تمھارے لیے تمھارے سوالوں کے جواب چھوڑ کر جا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رہی ہوں۔

تم سوچ رہے ہو گے کہ میں نے ایسا کیوں کیا تو اس سوال کا جواب تمھیں اُس وقت ملے گا جب تم خود باپ بن جاؤ گے۔

بیٹا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ تمھارا مال اور تمھاری اولاد تمھارے لیے آزمائش ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے پیارے بندوں کو ہی آزماتا ہے اور اُس نے مجھے اولاد کے ذریعے آزمایا اور مجھے اس وقت جو ٹھیک لگا میں نے وہی کیا۔دیکھا جائے تو اس دنیا میں ماں باپ اولاد کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتے کچھ لوگوں کی اولاد ہی اُنھیں خود سے دور کر دیتی ہے اور کچھ کو موت اُن سے جدا کر دیتی ہے لیکن دیکھو میں کتنی خوش قسمت ہوں کہ ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گی تمھارا دل بن کر۔ہر انسان اس دنیا میں اپنی ایک محدود مدت کے لیے آیا ہے اور یہ سمجھ لو کہ میری وہ مدت پوری ہو چکی تھی اس لیے مجھے جانا ہی پڑے گا لیکن میرے دوسرے بچوں کی تمام زمہ داریاں جو میں پوری نہیں کر سکی اب وہ تمھارے ذمہ ہیں اُس نے آنکھوں سے آنسو صاف کیے اور مہوش کی طرف دیکھا جو اُس کے ساتھ وہ خط پڑھ رہی تھی۔

میں جانتی ہوں کہ تمھارے بابا اور مہوش بھی اُن کا بہت خیال رکھیں گے لیکن تم اُن کو زیادہ اچھی طرح سمجھ سکو گے کیونکہ تمھارے سینے میں اُن کی ماں کا دل ہے اس لیے آج سے تم اُن کے لیے بھائی ہی نہیں۔

بلکہ اُن کی ماں بھی ہو۔اب رونا دھونا چھوڑو اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرو مجھے یقین ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔اللہ تعالیٰ تم سب کا حامی و ناصر ہو“ اُس نے خط بند کیا اور اپنے سینے سے لگایا۔

”میں وعدہ کرتا ہوں امی کہ آپ کو شرمندہ نہیں ہونے دوں گا“ اُس نے نم آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھ کر عہد کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

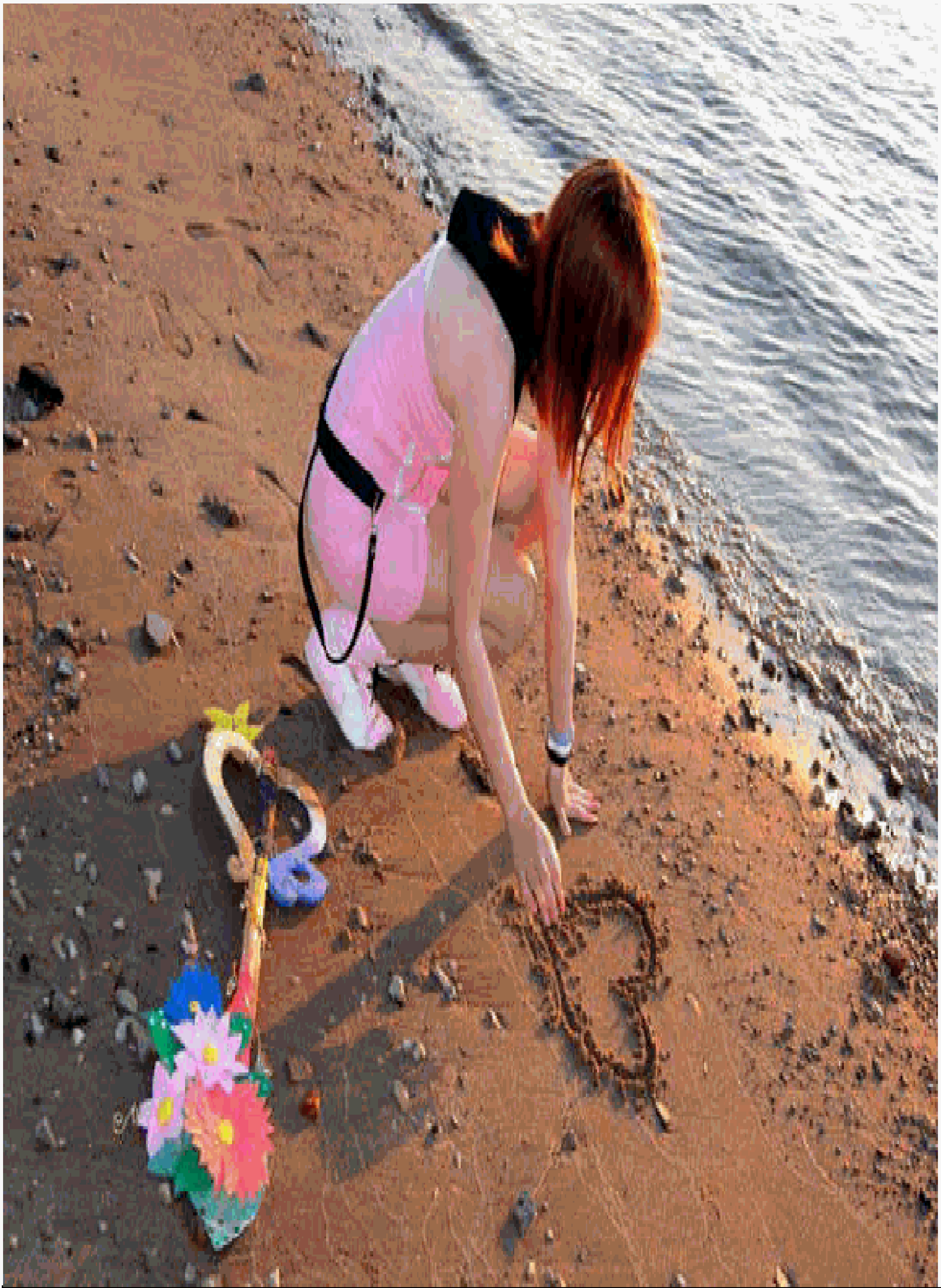

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)　　محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ سرگودھا

تخیل عشق

تحریر: حلیمہ افضال

شام ڈھلے، دن کے سائے ڈوبنے کو آئے تھے۔ سرمست سی شام تھی۔ ہر جگہ عشق کا رنگ اور محبت کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ آج اس نے نوران کی خواہش پوری کرنے کے لیے وہی گرے اور سفید فراک زیب تن کر رکھی تھی۔

اس کی سیاہ زلفیں کمر کو چھو رہی تھیں۔ وہ شہزادیوں سے کسی طور کم نہ تھی۔ اس کی بڑی بڑی گہری آنکھیں چمک رہی تھیں۔ نوراجن اس کی آنکھوں پہ پٹی باندھے اسے محبت کی منزل تک لایا تھا۔

''لو جاناں آ گئی ہماری منزل، بولو تو پٹی اتار دوں کیا......؟''

''رجو اس پٹی کی بجائے تمہارے ہاتھ دھرے ہوتے تو کیا لگتا تمہیں؟''

''اف ستم گر، اگر میری آنکھوں کو کچھ ہو جاتا تو تمہارا کیا جاتا......؟'' وہ بولی۔

پھر اس نے جاناں کی پشت پہ آ کر پٹی کھول دی۔ نوران نے اسے وہیں کھڑے رہنے کا کہا۔ جیسے ہی اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹی۔ مسحور کر دینے والا منظر اس کی رگ رگ میں سرایت کر گیا۔ وہ سامنے کا منظر دیکھ کر سحر زدہ سی رہ گئی۔ نوران نے وعدے کے عین مطابق اس کے لیے عشق کا محراب بنوایا تھا۔ جس کا سحر تاج محل سے زیادہ اور قیمت نہ ہونے کے برابر تھی۔ خوبصورت سنگ مرمر سے مزین وہ محراب محبت کی پوری داستان سنا رہا تھا۔ اس کے اطراف میں لگی سرسبز بیلیں اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہی تھیں۔ جاناں کا رواں رواں محبت میں ڈوبنے لگا۔ اس کی آنکھیں بے یقینی کے عالم میں

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

برسنے لگیں۔وہ پلک جھپکائے بنا وہیں کھڑی محراب کو تکے جارہی تھی۔جب نوران کیا آواز نے اس کے گرد بندھا طلسم کا حصار توڑا تھا۔

"جاناں ان آنسوؤں کو سنبھال لو میں تو ساری زندگی یہی کرنے والا ہوں۔"نوران محبت سے بولا

جاناں نے جلدی سے ڈوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کر کے نوران کی جانب دیکھا تو وہ اسے دھندلا دکھائی دینے لگا۔اس نے ایک بار پھر دونوں آنکھیں صاف کیں۔ابھی بھی آنکھوں می دھندلاہٹ برقرار تھی۔

اس کے اندر وحشت سی طاری ہونے لگی۔"نوران اس بار تم کہیں نہیں جاؤ گے۔تم نے وعدہ کیا تھا.....نوران تم بول کیوں نہیں رہے؟"

ایک بار پھر اس نے آواز دی مگر نوران نے کوئی جواب نہ دیا۔اس نے ہاتھ بڑھا کے نوران کو ہلانا چاہا مگر اس کا ہاتھ وہیں ہوا میں تحلیل ہو گیا۔جاناں وہیں ہوا میں ہاتھ روکے پتھر بن گئی۔پھر کچھ لمحوں میں نوران کا وجود بھی ہوا میں تحلیل ہو گیا۔جاناں وہیں ڈھے سی گئی۔اس کے فراک نے اس کے گرد اپنائیت کا حصار باندھا تھا۔وہ زمین پہ بیٹھی اپنا چہرہ ہاتھوں میں دیئے گڑگڑا کے رونے لگی۔اس کے اندر کوئی آتش فشاں ابل رہا تھا۔

"آخر کیوں.....کیوں یہ نوران کا تخیل اس کی جان نہیں چھوڑتا.....کیوں؟"

وہ خود سے سوال کیے چلے جا رہی تی۔پھر اچانک اس کے عقب میں دوبارہ سے ایک سایہ لہرایا تھا۔نوران ہر دفعہ کھو جانے کے بعد جاناں کو مل ہی جاتا تھا۔وہ پھر سے ہمیشہ کی طرح کسی سائے کے پیچھے تھی۔لیکن نوران ہر بار کھو جانے کے بعد آخر جاناں کو مل ہی جاتا تھا۔

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

صنفِ نازک

تحریر:مسز جمیل الرحمٰن

ماسٹر اللہ یار صاحب ایک نیک اور انتہائی سادہ سے انسان تھے۔تقویٰ،عاجزی وانکساری کے ساتھ ساتھ وہ اپنے شعبے کی طرح اپنی زندگی کے ہر پہلو کے بھی امین تھے۔جھوٹ،خیانت،حق تلفی جیسی عادات سے انہیں سخت نفرت تھی۔

اس لیے معاشرے میں انہیں معزز بزرگ کی حیثیت حاصل تھی۔

ماسٹر صاحب کی زندگی پوری سنجیدگی ومتانت کے ساتھ خراماں خراماں چل رہی تھی کہ اللہ پاک نے یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں سے نوازا۔بیٹی اللہ کی رحمت خاص ہوتی ہے۔بیٹیوں کے جنم پر وہ اللہ کی اس عطا پر بے پناہ خوش تھے۔یہی وجہ تھی کہ وہ بیٹیوں کے کسی معاملے میں بے توجہی نہ برتتے تھے۔

انہیں بے پناہ پیار کے ساتھ ساتھ اچھی تربیت سے بھی نوازتے رہے۔باہر کے تمام معمولات کو چھوڑ کر عصر کے وقت وہ اپنی بچیوں کے ساتھ گھر میں کھیلتے تھے۔

حسب معمول گھر کے آنگن میں بچیاں اپنے باباجان کے ساتھ کھیل رہی تھی۔ہنستی کھلکھلاتی پریوں کی ہم جولیوں کی شرارتیں،شوخیاں اور فلک شگاف قہقہے گھر کے ماحول کو بے پناہ رونق بخش رہے تھے۔ کھیل کود،شرارتوں اور قہقہوں کی رونق سے گونجتا ہوا گھر کسی حسین وادی کے سبزہ زاروں،پھولوں کی مہک سے معطر فضا کے ساتھ ساتھ کوئل کی کوک،بلبل کا ترنم اور آبشاروں کا خوشگوار منظر پیش کر رہا تھا۔

نویرہ بیگم کو یہ منظر بہت مسرور کن محسوس ہو رہا تھا۔وہ اپنے آپ کو دنیا کی امیر ترین عورت سمجھ رہی تھی

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کیونکہ جہاں اس کا بچپن ہر رشتے اور جذبے کی مہک سے معطر گزرا تھا۔ وہیں اس کی بیٹیاں بھی اس دولت سے مالا مال تھیں۔ اسے خود پر رشک آ رہا تھا۔

نویرہ بیگم ایک نہایت ہی خوبصورت، نیک دل، سادہ اور انتہائی لاڈ پیار میں پلنے والی لڑکی تھی۔ موم کی گڑیا، نازک سا پھول ایک سا ظاہر و باطن رکھنے والی یہ گلاب کی مہکتی کلی میکے کی طرح سسرال میں بھی ہر دلعزیز تھی۔ جس کا نظریہ تھا کہ لڑکیاں اپنے باپ کی محبت کو سننا اور محسوس کرنا پسند کرتی ہیں۔

ہمیشہ اپنے باپ کی محبت کی توثیق چاہتی ہیں اور محبت کی یہ توثیق کبھی ماں پوری نہیں کر سکتی۔

گھر کا یہ پر رونق منظر اور ماحول کی خوشگواری دیکھتے ہوئے اسے بے اختیار اپنا بچپن یاد آیا۔ گزرے دنوں کی یاد برستی گھٹا لگنے لگی۔ جب کبھی بچپن کی حسین وادی سے اس کا گزر ہوتا تو ٹھنڈی بہار کے پھولوں کی مہک سے معطر فضا کی طرح انمول باتیں اسے کس قدر مسرور کر دیتی تھیں۔

آج پھر سے اسے بچپن کی خواہش ہوئی...... جہاں دن رات خوشیوں کا ڈیرہ رہتا تھا۔ بے خیالی میں تصور کا دریچہ پھلانگ کر وہ بچپن کی حسین وادیوں میں جا گری۔ پھر بھائیوں کے کندھوں پر گھڑ سواری کا مزہ لیتی ہوئی، سر شام تھکن کا اظہار کر کے والدہ صاحبہ کے بے پناہ پیار اور بھرپور توجہ سے محظوظ ہوتی تھی۔

کتنا سہانا دور تھا۔ کبھی تو گھر میں تیتر، بٹیر، طوطے وغیرہ بھی پال رکھتی اور امی جان کے استفسار کرنے پر کبھی کبھی تو شکاری کتے رکھنے کی فرمائش بھی جاری کر دیتی تھی۔

جون جولائی کی قہر برساتی دھوپ میں حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہ سب سے پہلے سو جاتی تھی۔ موسم گرما کی تعطیلات میں اپنی ہم جولیوں کے سنگ، کبوتر پکڑنے نکل جایا کرتی تھی پھر سہ پہر دیر تک سوئے رہنے کا بھرپور مظاہرہ کرتی تھی۔ نالے میں خوب نہاتے، ٹیوب ویل چلنے پر بطخوں کو

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پانی پر تیرتے دیکھ کر لطف اندوز ہوتے۔

بچپن کے بارے میں جس نے بھی کہا کیا خوب کہا ہے کہ:

میری جستجو تو کمال ہے!!!

میری آرزو نہ کیا کرو......

میں ہوں وقت وہ حسین پل

جو گزر گیا......سو گزر گیا۔

تخیل کی دنیا میں مسرتوں کا پنچھی پوری آب و تاب کے ساتھ محو اڑان تھا کہ اچانک کھیلتے ہوئے کھلکھلاتی، شور مچاتی اس کی ننھی پری نے گود میں پناہ لیتے ہوئے خیالات کا تسلسل توڑ دیا۔

نویرہ بیگم اپنی بیٹی کی آسمان سر پر اٹھاتی چیخوں پر بے اختیار مسکراتے ہوئے اسے گود میں لینے لگی۔ گویا وہ بزبان حال کہہ رہی تھی۔" دیا بچپنا چاٹ گئی"۔

عمر رواں اب تجھ کو اللہ ہی پوچھے۔

اور بیگم صاحبہ اپنے بچپن کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے دیا کو اپنی آغوش میں چھپا رہی تھی۔ دیا ماں کی آغوش میں چھپنے کے لیے مچل رہی تھی۔

نویرہ بیگم جب کبھی بچپن میں چھپنا چاہتی تو اسے چھپنے کے لیے سب سے بہترین جگہ اپنی ماں کی گود ملتی۔ دیا کا امی جان کی آغوش میں پناہ لیتے ہی بوسہ کی طلب نے اسے باور کرا دیا کہ بیٹیاں بھی تو ماؤں کا پیار پانے کے لیے بہانے تلاش کیا کرتی ہیں۔ جس طرح کانٹے پھولوں کو لوگوں کے بے رحم ہاتھوں سے بچانے کے لیے اسی اپنی آغوش میں بھرے رکھتے ہیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اسی طرح مائیں بھی جیسی ہوتی ہیں۔

پہلے آگے بڑھ کر اپنی نازک کلیوں کو زمانے کی سختیوں، ناگوار حالات کی گرفت سے بچانے کے لیے انہیں اپنی آغوش میں بھرے رکھتی ہیں۔ پھر پہلے آگے بڑھ کر اپنی ان نازک کلیوں کو کسی دوسرے انسان کے ہاتھ میں سونپ کر زندگی کے مسلسل امتحاں سے نبرد آزما ہونے کے لیے چھوڑ کر ان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیتی ہیں۔

صنف نازک کا بیٹی سے ماں تک کا یہ سفر، تمام تر خوشیوں کے باوجود جس قدر دلچسپ ہوتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ اپنے اندر محبت و قربانی کی لازوال داستان رکھتا ہے کیونکہ وہی بیٹیاں تو ایک دن عظیم ماں بنتی ہیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)   محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

غافر

تحریر:عمارہ جہان

گھنٹیوں کی ٹن ٹن فضا کو آلودہ کررہی تھی۔لوگ مندر کے اندر کی طرف جارہے تھے اور میرا دل کررہا تھا کہ میں اندر جانے سے روکوں۔اماں کہتی تھی کہ:

''مالک غافر ہوتا ہے اور غافر وہ ہوتا ہے جسے آپ کے گناہوں کا اور غلطیوں کا پتہ ہو لیکن وہ کسی اور کو پتہ نہ لگنے دے۔''

جبکہ اندر مندر میں رہنے والا غافر نہیں تھا۔وہ میرے گناہ لوگوں کے سامنے بیان کرتا تھا کہ میں جو کہ ایک چور تھا اور شنوار کو جب میں کالی ماتا کے مندر میں آرتی اتارنے گیا تو گرو نے سب پجاریوں کے سامنے کہا کہ:

''یہ چور ہے یہ مندر میں چوری کرنے آیا ہے۔''

تب لوگوں نے پکڑ کر مجھے اتنا مارا کہ میں بے ہوش ہوگیا مگر بے ہوش ہونے سے پہلے میرے دل میں ایک خیال قدم جما چکا تھا کہ میرا خدا غافر نہیں ہے۔

☆......☆......☆

میں جب بھی گھر سے باہر نکلتا لوگ مجھے دیکھ کے انگلیاں اٹھاتے۔

''یہ چور ہے......یہ چور ہے......آخر مسلوں کے گھر میں پلا بڑھا ہے تربیت کا اثر تو ہونا ہی ہے

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)   محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ناں۔آدھا مسلا ہے تو آدھا چور۔''

ہجوم میں سے کوئی اونچی آواز میں کہہ رہا تھا۔باقی سب قہقہے مار کے ہنس رہے تھے۔مجھے چور کے لفظ پر اتنا برا نہیں لگتا تھا جتنا یہ سن کر برا لگتا ہے کہ وہ مجھے مسلمان کہہ کے چور کہہ رہے ہوتے تھے۔

میں انہیں چلا چلا کر بتانا چاہتا تھا کہ میں مسلمان نہیں ہوں بلکہ پکا ہندو ہوں لیکن بھلا میرے سننے والا یہاں تھا ہی کون......؟

میں اپنی زندگی کے نو سال ایک مسلمان مولوی یعقوب کے گھر میں گزارے تھے۔میری ماں کو وہ منہ بولی بیٹی کہتے تھے۔میری پیدائش کے تین ماہ بعد جب میری ماں سورگباش ہوگئی تو مجھے کوئی بھی اپنانے والا نہیں تھا۔اس وقت مجھے چھوڑ جانے والے آج مجھ پر انگلیاں اٹھا رہے تھے۔ایسی صورت حال میں مولوی یعقوب اور اس کی فیملی نے مجھے اپنی اولاد کی طرح پالا تھا۔بھلا گود لینے یا کسی کے گھر میں رہنے سے کیا ہوتا ہے......؟

میرے اندر شبھان آلک کا خون تھا۔ان نو سالوں میں میں اپنی پرم پرا یا مان مریادھا کو بالکل نہیں بھولا تھا ہاں اتنا ضرور ہوا کہ میں ایک قابل چور بن گیا۔مجھے یقین تھا کہ اماں مجھے روک لے گی...... روئے گی...... چلائے گی لیکن انہوں نے صرف ماتھا چوما اور اندر مڑ گئی۔

میں جب بھی باہر نکلتا لوگ ہنسنا اور میرا مذاق اڑانا شروع کر دیتے۔حتیٰ کہ کچھ لوگ تو مجھے آگے بڑھ کر ایک دو تھپڑ بھی رسید کر دیتے۔نجانے ان لوگوں کو مجھ سے اتنی نفرت کیوں تھی؟میری شکل وصورت بھی بری نہیں تھی۔ممکن ہے شاید اس لیے نفرت کرتے ہوں کہ میرا بچپنہ ایک مسلمان گھرانے میں بیتا تھا۔لیکن اس سب کا ذمہ دار یہ معاشرہ تھا جو آج مجھ پر ہی لعن طعن کر رہا تھا۔جبکہ ان پر لعن طعن کرنے والا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کوئی بھی نہیں تھا۔

''ارے اس حرام خور نے تو بھگوان کے گھر میں بھی چوری کرنے سے گریز نہیں کیا۔تربیت کا اثر ہے سنا ہے کسی مسلے کے گھر میں پلا بڑھا ہے ممکن ہے کل کو دہشت گرد بن جائے۔''

میرے گھر سے نکلتے ساتھ ہی کتنے ہی جملے نشتر کی طرح میرے دل میں آ کر پیوست ہو جاتے لیکن میں صبر کر جاتا کیونکہ میں جانتا تھا کہ صبر میں اجر ہے۔

میں نے ہر ممکن اپنے نام کے ساتھ سے مسلمان کا لفظ مٹانے کی کوشش کی لیکن نجانے کیا وجہ تھی کہ میں مندر میں پل بھر کے لیے بھی نہیں رک پاتا تھا۔میں تہیہ کر کے جاتا تھا کہ اچھا خاصا وقت بھگوان کے چرنوں میں گزار آؤں گا۔یوں آنے جانے والے لوگ بھی مجھے دیکھ کر تسلی کر لیں گے کہ میں مسلمان نہیں ہوں لیکن نجانے کیوں مندر میں قدم رکھتے ساتھ ہی میرا ضمیر مجھ سے دست و گریبان ہو جاتا تھا اور مجھے شکست کھا کر واپس لوٹنا پڑتا تھا۔

کئی بار تو ایسا ہوا کہ میں جیسے ہی مندر میں جاتا کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی ہو جاتی اور سیدھی مجھ پر تھوپ دی جاتی۔شاید بھگوان کو میرا مندر میں آنا پسند نہیں تھا۔اسی لیے جب میں روزانہ آنے لگا تو لوگوں نے میری حجامت کرنی شروع کر دی۔

''بیٹا خدا بڑا رحیم ہے۔وہ بندے کے گناہ نہیں دیکھتا بس پیار کرتا رہتا ہے اپنے بندے سے۔''

مولوی یعقوب صاحب کے الفاظ کانوں میں رس گھولتے تو دل کو سکون محسوس ہوتا۔

مندر میں آ کر میں سوچتا کہ یہ لوگ اتنے ظالم ہیں۔رحم نام کی ان کے اندر کوئی بات ہی نہیں ہے تو بھلا ان کا بھگوان مجھ پر کیسے اور کیوں رحم کھائے گا۔میں جب بھی مندر میں آیا بھگوان نے مجھے ذلیل

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وخوار کروا کے مندر سے باہر یوں پھینکوا دیا جیسے گھر سے کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا ہے۔میں خود سے بھی نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔چور چور کی آوازیں ہر وقت میرے دل و دماغ پر ہتھوڑے برساتی رہتی تھیں۔ کبھی کبھی تو جی میں آتا کہ آتما ہتھیا کر کے کام ہی ختم کر ڈالوں۔نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔

☆......☆......☆

میں اور میرے ساتھی نہر کے اس پار مسلمانوں کے محلے میں تھے۔رات کا اندھیرا ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ہم نے ایک ساتھ کئی گھروں میں ڈاکہ ڈالا اور ہر گھر سے لوٹا ہوا نقدی زیورات سمیت دیگر مال لے کر جب ہم واپس جا رہے تھے تو میرے قدم خود بخود مسجد کے ساتھ بنے ہوئے مولوی یعقوب کے گھر کی طرف بڑھنے لگے۔

''چھوڑ دفع کر اس کو اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔''پیچھے سے شنکر کی آواز آئی مگر میں رکے بنا چلتا رہا۔

''ابے او پکڑے جاؤ گے۔''راجو کی آواز نے میرا پیچھا کیا۔

میرے قدم تیز ہونے لگے۔دیوار پھلانگ کے میں اندر دالان میں داخل ہو گیا۔سامنے دو کمرے تھے۔کھلے دالان کے ایک کونے میں ایک چولہے کے ساتھ چھوٹی سی الماری بنی ہوئی تھی۔میں دھیمے قدموں سے چھوٹے والے کمرے میں داخل ہو گیا۔کمرہ بالکل خالی تھا۔دیوار کے ساتھ لوہے کی الماری لگی ہوئی تھی۔میں نے آہستہ سے اس کا دروازہ کھولا۔

ایک خانے میں چند کتابیں تھیں۔ایک کونے میں عطر کی شیشے اور ایک خانے میں جائے نماز،تسبیح اور نماز والی ٹوپی جو مولوی یعقوب پہنتا تھا رکھی ہوئی تھی۔الماری میں کچھ خاص نہ تھا جو میں چراتا۔کچھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سوچ کر میں نے تسبیح نکال لی۔انگلیوں کے سروں سے دھاگے کو زور سے گھمایا تو سارے دانے ہلکی آواز کے ساتھ زمین پر بکھرتے چلے گئے۔اب میرے دل کو تھوڑا سکون محسوس ہوا تھا۔پھر میں نے جائے نماز اٹھا کے باہر دالان میں پھینک دی۔کتابیں سارے کمرے میں پھیلا دیں۔عطر کی شیشی زمین پر رکھ کر جوتے سے ہلکا سا دبایا تو وہ کرچ کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گئی۔میرا دل خوشی سے بھر گیا۔

میں نے ٹوپی اٹھا کے دالان کے کونے میں نلکے کے نیچے رکھی بالٹی کے اندر ڈال دی۔اب میں خاموشی سے دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔دروازہ بند تھا لیکن میں کھولنا بھی جانتا تھا۔دو تین دفعہ اپنی طرف کھینچا اور پھر اندر کی طرف دبایا تو ہلکے سے کھڑک کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔آہستگی سے میں نے اندر قدم رکھے اور ٹارچ بند کر دی۔کمرے کے کونے میں لالٹین کی لو دھیمی کر کے رکھی گئی تھی۔لالٹین کی چمنی سیاہ ہو چکی تھی۔میں نے نظریں گھما کے جائزہ لیا۔کمرے میں دو چار پائیاں رکھی ہوئی تھیں۔

ایک پر میری منہ بولی ماں اور دوسری طرف مولوی یعقوب یعنی میرا منہ بولا ابا گہری نیند کے مزے لے رہا تھا۔اس نے اپنی آنکھوں پر بازو رکھا ہوا تھا۔اماں کا چہرہ لالٹین کی ہلکی گندمی روشنی میں چاند کی طرح چمک رہا تھا۔اماں کے بالوں میں تازہ تازہ لگی مہندی بھی مجھ سے پوشیدہ نہ تھی۔

اماں کے چار پائی کے ساتھ رکھی میز پر چھوٹے چھوٹے جوتوں کا جوڑا جو ابا حیدر آباد سے لائے تھے رکھا ہوا تا۔اماں نے میری ساری چیزیں میرے ساتھ بوا کو دی تھیں۔صرف یہ جوتے نہیں دیئے تھے اور تب میں سوچتا تھا کہ اماں نے مہنگے سمجھ کے رکھ لیے ہوں گے۔مجھے کیوں دیں گی ضرور چچا کی دکان پر بیچ دیئے ہوں گے۔مگر آج برسوں بعد ان جوتوں کو دیکھ کر نجانے کیوں میری آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہو گئے۔پلکوں کے نیچے آنکھوں کی چمک بڑھی تو بچپن کا ایک منظر پلکوں کی دہلیز پر آ کر رک گیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جب مجھے بخار ہوا تھا تو اماں نے پوری رات جاگ کر گزار دی تھی۔ساری رات اماں مجھے گود میں اٹھائے بیٹھی رہی تھی۔میں ذرہ دیر بعد آنکھیں کھولتا اور پانی مانگتا تو اماں پانی کے چند قطرے میں حلق میں ٹپکا تیں اور میں پھر آنکھیں موند لیتا۔وہ دو دن انہوں نے میرے سرہانے بیٹھ کر گزار دیئے تھے۔

اچانک میں جانے کے لیے اٹھا۔تیز تیز قدموں سے دروازے کے قریب پہنچ کر ہاتھ دروازے کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ ایک دل کو موہ لینے والی آواز نے سماعت پر دستک دی۔

''اپنی اماں سے ملے بغیر ہی جا رہے ہو......؟''

میرے قدم منجمد ہو گئے۔مڑے بغیر میں نہ رہ سکا۔

''میرا دل کہہ رہا تھا میرے بچے کہ تم ضرور آؤ گے بتاؤ بھلا ماں کا دل بھی کبھی جھوٹ بولتا ہے؟''اماں نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔سوچ رہی تھی کہ ابھی تک تم آئے کیوں نہیں؟''

اماں کی بات سن کر میں اپنا ضبط کھو بیٹھا۔آنسو بند توڑ گئے اور میں اماں کے قدموں سے لپٹ گیا۔

☆......☆......☆

آج میں معاشرے میں مولوی یعقوب کے بیٹے کے نام سے جانا جاتا ہوں۔امان نے اگلے دن گڑ کے چاول بنا کے پورے محلے میں تقسیم کیے تھے۔وہ ہر آنے والی عورت کو خوشی سے بتا رہی تھی کہ:

''اللہ کا شکر ہے میرا بیٹا لوٹ آیا ہے۔''

وہ بار بار سب کے سامنے ایک ہی جملے کی تکرار کرتی جبکہ میں شرمندہ تھا کہ میں چاہ کر بھی انہیں رد کرتا رہا تھا۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دونوں مجھ سے بے پناہ محبت کرتے تھے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تیس سال پر لگا کے گزر گئے۔ان تیس سالوں میں میں نے اپنے اماں اور ابا کو کھو دیا۔اماں کی آواز اور ابا کی پڑھائی ہوئی دعائیں آج تک نہیں بھول پایا۔میں آج بھی سوچتا ہوں کہ کوئی بھی رنگ اتنا پائیدار نہیں ہوتا جتنا کہ ایک تربیت کا رنگ ہوتا ہے۔

آج میں سمجھ چکا ہوں کہ غافر وہ نہیں تھا۔جس کی پوجا کے لیے جب بھی میں جاتا تھا تو لوگوں کے سامنے مجھے بے عزت کر کے وہاں سے نکال دیا جاتا تھا بلکہ آج میں حقیقی غافر کو پہچان چکا ہوں۔اور کھلم کھلا کہتا ہوں کہ دنیا میں صرف ایک ہی ذات غافر ہے اور وہ ہے صرف اللہ تعالیٰ (عزوجل) کی ذات۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)

محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ۔سرگودہا

آتما

تحریر: ملک این اے کاوش اعوان

''ٹھاکر صاحب ......ٹھاکر صاحب۔'' ٹھاکر امرتن سنگھ کا ملازم تقریباً چیختے ہوئے اسے پکارتا ہوا اندر داخل ہوا۔

ٹھاکر امرتن سنگھ اس وقت گاؤں کے دو وڈیروں کے ساتھ اپنے عالیشان گھر کے آنگن میں براجمان چائے پی رہا تھا۔ جب اس کا ملازم رام چیختا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ بری طرح سے ڈرا اور سہا ہوا تھا۔ شام کے اجالے اپنی پر پھیلا چکے تھے۔ رتن لال اور مہیش دونوں وڈیرے چک میں ٹھاکر امرتن سنگھ کے بعد بہت عزت کے حامل تھے۔ وہ دونوں بھی ٹھاکر امرتن سنگھ کی طرح جاہ و جلال کے مالک تھے۔ ان کے پاس بھی پیسے کی فراوانی تھی۔ لیکن ٹھاکر امرتن سنگھ اپنے گاؤں کا سب سے زیادہ مالدار اور جدی پشتی وڈیرا چلا آرہا تھا۔ ایک طرح سے اسے وہ اس گاؤں کا مالک تھا۔ پورا گاؤں اس کے حکم کا تابعدار تھا۔ کسی کی کیا مجال کہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرسکیں۔ اس کے حکم کے خلاف ایک پتہ تک نہ ہلتا تھا۔

ٹھاکر امرتن سنگھ اپنے باپ کی طرح سنگدل اور ظالم نہ تھا۔ بلکہ وہ ہر کس و ناکس کے لیے ایک رحم دل انسان ثابت ہوا تھا۔ اس کا باپ ٹھاکر وجے سنگھ ایک نہایت ہی ظالم اور بدکردار انسان تھا۔ سب سے زیادہ وہ مسلمانوں کا مخالف تھا۔ مسلمانوں کو تو وہ اپنا سب سے بڑا دشمن گردانتا تھا۔ کتنے ہی مسلمان اس کے ہاتھوں ابدی نیند سو گئے تھے۔ اس کے اس ظلم کی وجہ سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس کے اپنے ہندو بھی اس سے شدید نفرت کرتے تھے۔اس کی حیات میں ہی ٹھاکرامرتن سنگھ نے لوگوں کے دلوں میں اپنی ساکھ بٹھانی شروع کردی تھی۔ کہتے ہیں کہ ٹھاکروجے سنگھ کورات سوتے میں کسی نے ابدی نیند سلا دیا تھا۔

یہ بات سب کے لیے بہت حیران کن تھی۔ کیونکہ ٹھاکروجے سنگھ کی حویلی میں بہت سخت پہرہ ہوتا تھا۔خاص کراس کے کمرے کے باہرتو چوبیس گھنٹے ہی اس کے ملازم مستعدایستادہ رہتے تھے۔کسی کوبھی اس کے کمرے میں جانے کی اجازت تک نہ تھی۔بعد میں یہ افواہیں بھی اٹھیں کہ ٹھاکروجے سنگھ کوکسی آتما نے ابدی نیند سلا دیا ہے۔کیا حقیقت تھی اور کیانہیں یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا تھالیکن باپ کے مرتے ساتھ ہی ٹھاکرامرتن سنگھ نے اپنے گاؤں کی باگ ڈوراپنے ہاتھوں میں سنبھال لی تھی۔ٹھاکرامرتن سنگھ اپنے گاؤں واسیوں کے لیے ایک نہایت ہی مشفق انسان ثابت ہوا۔یہی نہیں آس پڑوس میں بھی اس کی ایمانداری اورانصاف کے چرچے ہونے لگے تھے۔غریبوں کی وہ دل کھول کرمدد کرتا تھا۔

بے شک وہ کافرتھالیکن اس کے باوجودوہ مسلمانوں کوبھی اتنی ہی عزت دیتا تھا۔جتنی کہ اپنے دھرم واسیوں کودیتا تھا۔اس وقت رتن لال اورمہیش دونوں اس کے پاس کسی ضروری کام سے آئے تھے۔انہیں آئے زیادہ وقت نہ بیتا تھا کہ ٹھاکرامرتن سنگھ کا ملازم رام چیختا ہواا ندرداخل ہواتو سب کے رونگھٹے کھڑے ہوگئے۔رام بھاگتا ہوا آیا اورسیدھا ٹھاکرامرتن سنگھ کے قدموں میں گرگیا۔

’’غضب ہوگیا ٹھاکرجی۔‘‘

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کیا ہوا رام؟'' ٹھاکر امرتن سنگھ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

رام کی حالت کافی دگرگوں دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بری طرح سے ہانپ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی کے ابھی اس کی سانسیں اس کا ساتھ چھوڑ جائیں گی۔ ٹھاکر امرتن سنگھ کے ساتھ والی چیئر پر براجمان مہیش نے جلدی سے ایک گلاس پانی کا بھر کر رام کی طرف بڑھایا۔ جسے اس نے پلک جھپکتے میں حلق میں انڈیل لیا۔ اس نے گلاس مہیش کی طرف بڑھایا اور مزید پانی کی تمنا ظاہر کی تو اس نے ایک اور گلاس بھر کر دیا۔ اسے بھی وہ غٹا غٹ پی گیا۔ تب جا کر اس کی سانس میں کچھ سانس آئی۔ ٹھاکر امرتن سنگھ نے اسے پاس ہی پڑی خالی کرسی پر بٹھا دیا۔ تینوں کی سوالیہ نگاہیں اسی پر مرکوز تھیں جبکہ وہ بدستور اپنے حواس درست کرنے کی سعی کر رہا تھا۔

''آخر ہوا کیا ہے کچھ تو بتاؤ؟''

ٹھاکر امرتن سنگھ کی بات سن کر رام نے ٹھاکر امرتن سنگھ کی طرف ترحم آمیز نگاہوں سے دیکھا۔

''ٹھاکر جی کسی نے کھیتوں میں آگ لگا دی ہے۔'' رام نے تقریباً بلکتے ہوئے جواب دیا تو اس کی بات سن کر ٹھاکر امرتن سنگھ سمیت رتن لال اور مہیش بھی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے۔

''تم پاگل تو نہیں ہو گئے کیا؟'' ٹھاکر امرتن سنگھ نے اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

''کس کی اتنی مجال کہ ہمارے کھیتوں کو آگ لگا دے؟''

''ٹھاکر جی میں اس وقت ڈیرے پر براجمان حقے میں پانی بھر رہا تھا۔ جب اچانک ہی ایک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ساتھ سارے کھیتوں میں ہر طرف آگ بھڑک اٹھی۔''رام نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔

''یقین مانیے ٹھاکر صاحب وہاں کوئی نہیں تھا۔اتنا اندھیرا نہیں پھیلا تھا کہ آس پاس کی کوئی جگہ دکھائی نہ دے۔ویسے بھی اگر آگ لگائی جائے تو وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتی ہے لیکن آپ میری بات پر وشواس نہیں کریں گے۔ایک ساتھ ہی سارے کے سارے کھیتوں میں آگ بھڑک اٹھی تھی۔میری تو سمجھ سے سب کچھ باہر تھا ٹھاکر صاحب۔اسی لیے بھاگم بھاگ آپ کے پاس چلا آیا۔''

رام کی بات سن کر ٹھاکر امرتن سنگھ سمیت دونوں براجمان بزرگ بھی حیران وششدر رہ گئے۔انہیں یقین نہیں ہو رہا تھا کہ رام جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سب کچھ حقیقت پر مبنی ہے۔انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے رام نے ادھ کھلی آنکھوں سے کوئی سپنا دیکھا ہے اور مارے ڈر کے بھاگا بھاگا یہاں چلا آیا ہے۔

''چلو میرے ساتھ۔''ٹھاکر امرتن سنگھ نے اپنی چیئر سے ایستادہ ہوئے رام کو مخاطب کر کے کہا۔

''پتر اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔''رتن لال نے ٹھاکر امرتن سنگھ کے اٹھتے ساتھ ہی اسے مخاطب کیا۔تو اس نے ان کی طرف دیکھ کر ہاں میں سر ہلا دیا لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔

جلد ہی چاروں گاڑی میں براجمان ہو چکے تھے۔ٹھاکر امرتن سنگھ کی گاڑی فراٹے بھرتی ہوئی اپنے کھیتوں کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ٹھاکر امرتن سنگھ کی حالت دیدنی تھی۔یوں لگ

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رہا تھا جیسے اس کا ابھی کے ابھی ہارٹ فیل ہو جائے گا۔کئی بار تو گاڑی کا اسٹیئرنگ اس نے گھما دیا۔مہیش جو اس کے بالکل پیچھے براجمان تھا۔اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''میرے بچے چنتا مت کرو۔اگر بھگوان نے چاہا تو کچھ بھی غلط نہیں ہوگا۔اپنے ذہن کو ٹھنڈا رکھو۔وشواس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔ضرور رام نے کوئی برا سپنا دیکھا ہوگا۔''مہیش نے ٹھاکر امرتن سنگھ کی ڈھارس بندھانے کی سعی کی تو متواتر اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

دور سے ہی ٹھاکر امرتن سنگھ کے کھیت دکھائی دے رہے تھے۔لیکن یہ دیکھ کر سب گنگ رہ گئے کہ وہاں آگ تو دور روشنی کا بھی نام ونشان تک نہ تھا۔یہ منظر دیکھ کر رام کے تو حواس باختہ ہو گئے لیکن ٹھاکر امرتن سنگھ کی سانس میں سانس آئی۔ٹھاکر امرتن سنگھ اس بات سے بخوبی آشنا تھا کہ رام اس کا بہت ہی پرانا ملازم ہے۔اس کے باپ نے بھی تاحیات ٹھاکر امرتن سنگھ کے باپ کی سیوا میں اپنی زندگی بِتا دی تھی۔دروغ گوئی کا کوئی عنصر بھی ان کے اندر موجود نہ تھا۔عرصہ دراز سے رام کو وہ جانتا تھا لیکن اب اسے رام کی ذہنی حالت پر کچھ کچھ شک سا ہونے لگا تھا۔اس نے ابھی تک رام کی طرف نہیں دیکھا تھا لیکن وہ مکمل طور پر پرسکون ہو چکا تھا۔

''دیکھا پتر مہیش ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔''رتن لال نے مہیش کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔

''رام پتر نے ضرور کوئی برا سپنا دیکھا ہوگا۔ممکن ہے کام کی زیادتی کے باعث اس کی آنکھ لگ گئی ہو۔اور اس نے سپنے میں کوئی ایسا منظر دیکھا ہو۔اگر یہ سب کچھ حقیقت ہوتا تو بھلا اتنی جلدی آگ کیسے بجھ سکتی تھی۔ایک ساتھ سارے کھیتوں میں آگ لگ جانا سوائے سپنے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''نن......نن......نہیں نہیں......بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے......میں نے کوئی سپنا نہیں دیکھا بلکہ یہ سب کچھ حقیقت تھی۔''رام نے اپنی صفائی میں کہا۔

''دیکھو پتر تم چنتا مت کرو۔''مہیش نے رام کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''منش تو خطا کا پتلا ہوتا ہے۔ہم کون سا دودھ کے دھلے ہیں۔ہر منش اپنی زندگی میں کتنی ہی غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ تم نے ٹھاکر امرتن سنگھ سے دروغ گوئی کی ہے۔لیکن ممکن ہے تم نے کوئی بھیانک سپنا دیکھا ہو۔آخر تم ایک محنتی انسان ہو۔ٹھاکر امرتن سنگھ صاحب کے ہاں جتنا کام تم ایمانداری اور محنت سے کرتے ہو اتنا کوئی بھی دوسرا ملازم نہیں کرتا۔اس لیے ہوسکتا ہے کہ تمہیں پتہ نہ چلا ہو اور نیند کا جھونکا آیا ہو۔تم نے کوئی سپنا دیکھا ہو۔''

''جب میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے کوئی سپنا نہیں دیکھا تو آپ لوگ میری بات پر وشواس کیوں نہیں کر رہے؟''رام نے بے چارگی سے پوچھا۔

اتنی دیر میں سب ڈیرے پر پہنچ گئے تھے۔یکے بعد دیگرے سب گاڑی سے باہر نکل آئے۔چاند کے اوائل دن تھے لیکن پھر بھی اتنی چاندنی ضرور تھی کہ آس پاس کے ماحول کو دیکھا جا سکتا تھا۔سب نے کھڑے ہو کر چاروں طرف دور تک پھیلے کھیتوں کو دیکھا۔جہاں تک ان کی نگاہ کام کرسکتی تھی انہوں نے دیکھا کہ سب کھیت بالکل اپنی اصلی حالت میں ہیں۔ٹھاکر امرتن سنگھ نے رام کی طرف دیکھا تو شرمساری کے باعث وہ خود کو زمین میں گڑتا ہوا محسوس کرنے لگا۔

''بھگوان کی سوگند ٹھاکر صاحب میں نے آپ سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رام دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور بیٹھ کر دھواں دھار رونے لگا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طرح سب کو سمجھائے کہ اس نے جو کچھ بھی دیکھا ہے وہ سب کچھ حقیقت پر مبنی ہے لیکن وہ سب بار بار اس کی نظروں کا دھوکہ گرادن رہے تھے۔

''رام پتر بھلا اس میں رونے کی کیا بات ہے۔کون سا کوئی تمہیں دوشی ٹھہرا رہا ہے۔ممکن ہے ایسا ہوا ہو؟''مہیش نے اس کے سر پر دست الفت رکھتے ہوئے کہا۔

اس سے قبل کہ مزید کوئی بات کرتا وہ سب کچھ ہو گیا جس کا کسی کو یقین ہی نہیں تھا۔ایک بار پھر سارے کھیتوں میں آگ لگ گئی۔تینوں چونک کر رہ گئے۔ بلک بلک کر روتے رام نے جلدی سے سر اٹھا کر کھیتوں کی طرف دیکھا۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ایک بار پھر کھیتوں کو آگ لگ گئی ہے۔

''دیکھا......دیکھا میں نے کہا تھا نہ کہ سارے کھیتوں میں یکبارگی آگ بھڑک اٹھی تھی لیکن آپ لوگ میری بات پر وشواس ہی نہیں کر رہے تھے اب تو وشواس ہو گیا ناں؟''ران نے بازو کے کف سے اشک صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

''اے رام۔''رتن لال حیرت زدہ ہو کر بولا۔

''ٹھاکر بیٹا یہ کوئی جادو کھیل دکھتا ہے مجھے۔کسی نے تمہارے کھیتوں میں جادو ٹونہ کروا دیا ہے۔دیکھا کبھی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو کبھی یوں لگتا ہے جیسے ان کھیتوں کو کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔''

''یقین نہیں ہو رہا یہ سب کچھ دیکھ کر۔''مہیش نے آنکھیں پھاڑ کر اس منظر کو تکتے ہوئے کہا۔

''ایسا کون ہو سکتا ہے جو ہمارے ساتھ دشمنی نکالے۔ہم نے تو زندگی میں کبھی کسی کے ساتھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

زیادتی تک نہیں کی؟'' ٹھاکر امرتن سنگھ تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

ٹھاکرامرتن سنگھ کے لہجے سے بے بسی اور بے چارگی چھلک رہی تھی۔ٹھاکرامرتن سنگھ یہی سمجھ رہا تھا کہ کہیں حقیقت میں اس کے کھیت جھلس ہی نہ جائیں اور اب کی بار ایسا ہی ہوا۔سارے کے سارے کھیت جھلس گئے تھے۔ساری فصل کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ٹھاکرامرتن سنگھ کو کتنا ہی نقصان سہنا پڑا تھا۔کتنے ہی دن اس کے پریشانیوں کی نذر ہو گئے۔پھر تو جیسے یہ معمول ہی بن گیا تھا۔وہ اپنے کھیتوں میں جو بھی فصل بوتا تھا۔جب وہ فصل اچھی طرح سے تیار ہو جاتی تو پلک جھپکتے میں رات کے اندھیرے میں اسے آگ لگ جاتی اور وہ جل کر بھسم ہو جاتی۔

ٹھاکرامرتن سنگھ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر اس کے ساتھ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔اس کا من چاہ رہا تھا کہ اپنی بے بسی پر بلک بلک کر رو دے۔کوئی تو ہے جو اسے نیچا دکھانے کے لیے پر تول رہا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ ایک بار اس کے سامنے آجائے تو وہ اس کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دے۔

اس شام بھی ٹھاکرامرتن سنگھ اپنے کھیتوں میں گیا تھا۔اس نے کپاس کی فصل بوئی تھی جسے آگ نے جلا کر بھسم کر دیا تھا۔ٹھاکرامرتن سنگھ کو تیرہ مربع زمین وراثت میں ملی تھی۔حدنگاہ تک اس کے کھیت پھیلے ہوئے تھے۔ہرکس وناکس ٹھاکرامرتن سنگھ کے غم میں برابر کا شریک تھا لیکن کوئی تو تھا جو اسے پس پشت دھوکہ دیئے جا رہا تھا۔ممکن ہے وہ انہی میں سے ہو جو اس کے بہت زیادہ ہمدرد بنے ہوئے تھے۔بہر حال بنا کسی وجہ کے وہ کسی پر الزام بھی تو نہیں تھوپ سکتا تھا۔

آج بھی اس کی حدنگاہ تک پھیلی فصل سرِ شام ہی جلا دی گئی تھی۔ٹھاکرامرتن سنگھ کو پیہم نقصان پہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نقصان ہوئے جارہا تھا۔اب مزید نقصان سہنے کی اس میں جسارت نہ بچی تھی۔وہ اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی اوپائے نکالنا چاہتا تھا۔وہ جانتا تھا کہ کوئی اس کی حیثیت چاٹ کر جانا چاہتا ہے۔تبھی اس کے ذہن میں نہ چاہتے ہوئے بھی رتن لال اور مہیش کا خیال آیا۔وہ بھی تقریباً اس کے جیسے ہی امیرزادے تھے۔ان کے پاس بھی پیسے کی فراوانی تھی۔کہیں ایسا تو نہیں کہ وہی اس کے پیروں تلے زمین کھینچ رہے ہوں۔اسے اس بات پر وشواس تو نہیں ہورہا تھا لیکن نجانے کیوں نہ چاہتے ہوئے بھی بار بار اس کا ذہن انہی دونوں کی طرف جارہا تھا۔جب وہ کسی مرحلہ خیز نتیجے پر نہ پہنچ پایا تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔عین اسی وقت اس کا منشی گروبندر اس کے پاس آیا۔منشی گروبندر جانتا تھا کہ ٹھاکر امرتن سنگھ پے در پے ہونے والے نقصانات کی وجہ سے بہت زیادہ مضطرب ہے۔

''ٹھاکر صاحب۔''اس نے ٹھاکر امرتن سنگھ کے سامنے ایستادہ ہوکر اسے پکارا۔تو سر تھامے ٹھاکر نے اسے چونک کر دیکھا۔

''ہوں۔''ٹھاکر امرتن سنگھ نے پریشان کن لہجے میں اس کی طرف دیکھا۔

''چنتا مت کیجئے ٹھاکر جی۔''منشی گروبندر نے ٹھاکر امرتن سنگھ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

''میں نے ایک سادھو سے بات کی تھی۔اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہوا تھا۔اس نے آج شام حویلی میں آنا تھا۔اسے میں نے سارا پتہ بتادیا تھا۔ممکن ہے وہ حویلی میں پہنچ چکا ہو۔اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اسے یہاں لے آؤں۔جو کوئی بھی یہ سب کچھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کررہا ہے دیکھنا اگر وہ سامنے نہ آجائے تو کہنا ٹھاکر جی۔ان کے بارے میں بہت سی باتیں سنی ہیں۔وہ بہت شکتی شالی سادھو ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔''ٹھاکر امرتن سنگھ نے مختصر سا جواب دیا۔اور دوسرے ہی لمحے منشی گروبندر ٹھاکر امرتن سنگھ کی اجازت سے اس کی گاڑی لیے ٹھاکر امرتن سنگھ کی عالیشان حویلی کی طرف چل دیا۔

ٹھاکر امرتن سنگھ پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر چکر کاٹ رہا تھا۔آگ بجھ چکی تھی لیکن ٹھاکر امرتن سنگھ کی پریشانی تھی کہ ختم ہونے کا نام تک نہ لے رہی تھی۔ٹھاکر امرتن سنگھ کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کون اس کے ساتھ یہ سب کچھ کررہا ہے؟ جتنا اسے یاد تھا اس نے آج تک کسی کے ساتھ بھی جانے انجانے میں بھی کوئی زیادتی تک نہ کی تھی۔پھر نجانے کون اور کیوں اس کے ساتھ یہ سب کچھ کررہا تھا۔وہ اس بات سے بھی آشنا تھا کہ یہ سادھو اور جادوگر وغیرہ سوائے پیسے بٹورنے کے اور کرتے کچھ نہیں لیکن ڈوبتے کو تنکے کا سہارہ کے موافق ٹھاکر امرتن سنگھ اس سادھو کو آزمانا چاہتا تھا۔اس نے یہ بھی تہیہ کرلیا تھا کہ اگر اس سادھو نے پیسے بٹورنے یا کوئی ایسے ویسے تانے بانے میں الجھانے کی سعی کی تو وہ اس کا سرتن سے جدا کردے گا۔

انہی سوچوں میں غرق وہ کتنی ہی دیر منشی گروبندر اور اس کے ساتھ آنے والے سادھو کے انتظار میں چکر کاٹتا رہا۔تبھی اس کو گاڑی کے ہارن کی بازگشت سنائی دی۔وہ سرعت سے پاس پڑی چارپائی پر براجمان ہوگیا۔اس کی نگاہیں پیہم گاڑی پر ہی جمی ہوئی تھیں۔جلد ہی گاڑی ڈیرے کے باہر رکی اور منشی گروبندر کے ساتھ لمبی داڑھی والا میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس ایک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

عجیب ہی طرز کا انسان اترا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ٹھاکر امرتن سنگھ کی نگاہیں اس سے ہٹ نہ پائیں۔اس شخص کی آنکھوں میں نجانے کیا کشش تھی کہ ٹھاکر امرتن سنگھ اس سے نگاہیں نہ ملا پا رہا تھا۔

اس کے گلے میں ایک ساتھ کتنی ہی پتھروں کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔اس کے ہاتھوں کی انگلیاں مختلف نگینوں سے سجی انگوٹھیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ٹھاکر امرتن سنگھ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی جگہ پر ایستادہ ہوگیا۔وہ سادھو اس کے عین سامنے آکر ایستادہ ہوگیا اور بغور ٹھاکر امرتن سنگھ کو تکنے لگا۔ٹھاکر امرتن سنگھ کو اس کا یوں ٹکٹکی باندھ کر تکنا کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔لیکن باوجود سعی کے وہ اسے یوں تکنے سے روک نہ پا رہا تھا۔

''بیٹھیے نہ مہاراج۔''منشی گروبندر نے خوشامدانہ لہجے میں اس سادھو سے کہا تو وہ بنا کوئی جواب دیے چارپائی پر براجمان ہوگیا۔

ٹھاکر امرتن سنگھ اس کے سامنے والی چارپائی پر براجمان ہوگیا تھا لیکن باوجود سعی کے وہ اس سے نگاہیں نہ ملا پا رہا تھا۔

''کسی نے غلط نہیں کہا کہ ماتا پتا کے کرموں کی سزا اکثر اولادوں کو ہی بھگتنا پڑتی ہے۔''اس سادھو نے ٹھاکر امرتن سنگھ کو متواتر تکتے ہوئے کہا۔

ٹھاکر امرتن سنگھ نے پہلی بار پرتشویش نگاہوں سے اسے دیکھا۔سادھو نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے منشی گروبندر کو ہاتھ کے اشارے سے وہاں سے چلے جانے کو کہا تو منشی گروبندر فوراً ہی وہاں سے کھسک گیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''حالات کا مقابلہ کرنے کی بے شک تم میں جسارت ہے لیکن بلاوجہ دوسروں کو نزدوشی مت سمجھو۔ یہ سب کچھ کیا کرتا تمہارے اپنوں کا ہی ہے۔ جو کچھ کرنا تھا وہ کر گئے لیکن بھگت تم رہے ہو۔''

سادھوایک بار پھر گویا ہوا تو ٹھاکرامرتن سنگھ نے متواتر اسے پریشان کن نگاہوں سے گھورا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ سادھوا سے کہنا کیا چاہتا ہے۔بات کو سیدھی طرح کرنے کی بجائے تانوں بانوں میں الجھائے جارہا ہے۔

''آپ کو جو کچھ بھی کہنا ہے کھل کے کہیے۔''بالآخر ٹھاکرامرتن سنگھ نے تنگ ہو کر کہا۔

ٹھاکرامرتن سنگھ کی بات سن کر اس سادھو نے چہار سو نگاہ دوڑائی جیسے اطمینان کر لینا چاہتا ہو کہ ان دونوں کے علاوہ وہاں کوئی اور موجود نہیں ہے۔جب اسے اچھی طرح سے یقین ہو گیا تو وہ ٹھاکرامرتن سنگھ کے مزید چارپائی کھینچ کر براجمان ہو گیا اور سرگوشیانہ لہجے میں بولا:

''میں جو کچھ کہنے جارہا ہوں اسے غور سے سننا۔''

ٹھاکرامرتن سنگھ نے اس کی بات سن کر ہاں میں سر ہلایا۔تو وہ پھر گویا ہوا اور ایک لمبی کہانی سناتا گیا جس کا ہر لفظ ٹھاکرامرتن سنگھ کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کرنے کے لیے کافی تھا۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ سادھو جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سب کچھ حقیقت پر مبنی ہے یا اس کی من گھڑت کہانی لیکن جو کچھ بھی تھا وہ ہمہ تن گوش سنے جارہا تھا۔

☆......☆......☆

''ٹھاکر جی۔''ویرم دلیش نے ٹھاکر کو مخاطب کیا تو اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ٹھاکر وجے سنگھ اپنی محل جیسی حویلی کے لان میں وہیل چیئر پر براجمان کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ اس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اور چیئر کو پیہم جھلائے جا رہا تھا۔ جب یکبارگی اس کی سماعت سے ویرم دلیش کی بازگشت ٹکرائی تو اس نے چونک کر اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا۔ ویرم دلیش کو اپنی رگوں میں لہو منجمد ہوتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

''کہو کیا بات ہے؟'' ٹھاکر وجے سنگھ نے ناگواری سے پوچھا۔

''ٹھاکر جی وہ ہماری پتنی کی طبیعت اچانک ہی بہت زیادہ کھراب (خراب) ہوگئی تو تھوڑی دیر کے لیے......'' ابھی ویرم دلیش نے اتنا ہی کہا تھا کہ ٹھاکر نے اسے ٹھوک دیا۔

''تو کیا تھوڑی دیر کے لیے؟'' ٹھاکر وجے سنگھ نے تقریباً دھاڑتے ہوئے پوچھا تو ویرم دلیش کے پسینے چھوٹ گئے۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ٹھاکر وجے سنگھ کو کیا جواب دے۔ وہ ٹھاکر وجے سنگھ کے غضب سے آشنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ٹھاکر وجے سنگھ ملازموں کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر مار مار کر ان کا کچومر نکال دیتا تھا۔ اس کے سینے میں دل نہیں پتھر تھا۔ احساس نام کی کوئی چیز جیسے اس کے اندر تھی ہی نہیں۔

''تنخواہ حرام خوری کی لیتے ہو......جس وقت دیکھو کوئی نہ کوئی بہانہ لے کر آ جاتے ہو......کبھی کسی کی ماں بیمار ہے تو کسی کا باپ مر رہا ہے......کسی کی بیوی کی طبیعت خراب ہے تو کسی کی اولاد مرنے کے قریب ہے...... جا دفع ہو جا اور کام کر دوبارہ میری طرف آیا مار مار کر بھرکم نکال دوں گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ٹھاکرو جے سنگھ کی بات سن کر ویرم دیش خون کے آنسو پی کر رہ گیا۔وہ جانتا تھا کہ ٹھاکرو جے سنگھ سے مزید بات کرنا خود کو مصیبت میں ڈالنے کے مواقف ہے۔چاروناچار اسے وہاں سے کھسکنا پڑا تھا۔اسے کام کرتے ہوئے تھوڑی ہی دیر بیتی تھی کہ اسے پتہ چلا کہ طبیعت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے اس کی پتنی سورگ باش ہوگئی ہے۔اس کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔اسے ٹھاکرو جے سنگھ پر شدید تاؤ چڑھ رہا تھا۔

اس نے اسی وقت کام وہیں چھوڑا اور ٹھاکرو جے سنگھ سے بنا اجازت لیے گھر کی اور چل دیا۔ ٹھاکرو جے سنگھ کو جب اس بات کا علم ہوا تو غصے سے آگ بگولہ ہو کر رہ گیا۔ایک دو ٹکے کے ملازم نے اس سے اجازت تک لینا گوارہ نہ کی تھی۔اس نے اسی وقت اپنی لمبی نال والی بندوق اٹھائی اور گاڑی میں بیٹھ کر ویرم دیش کے گھر کی اور چل دیا۔

ویرم دیش کی صرف ایک دختر تھی۔وہ بھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی۔حسن تو جیسے اس پر ٹوٹ کر برسا تھا۔اس کے کتنے ہی طلبگار تھے لیکن ویرم دیش کے پاس بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے کے لیے پائی تک نہ تھی۔وہ چاہتا تھا کہ دختر کو پیا گھر جلدی بھیجے لیکن جو بھی اسے دیکھنے آتا تھا ساتھ میں جہیز کی لمبی رسید بھی لکھ کر لاتا تھا۔بیٹی کو بیاہنے کی خواہش ایک سپنا ہی بن کر رہ گئی تھی۔دوسری طرف ویرم دیش کی دختر سولیتا ایک باعزت لڑکی تھی۔گھر سے باہر وہ قدم نہ رکھتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ معاشرے میں کتنا بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔اسے معلوم تھا کہ اگر عورت کی عزت ایک بار مٹی میں مل جائے تو پھر دوبارہ وہ کبھی باعزت نہیں بن پاتی۔اسے اپنی خوشیوں سے زیادہ اپنے والدین پیارے تھے۔وہ اپنے والدین پر جان نچھاور کرتی تھی۔اپنے والدین

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سے علیحدہ ہونے کا تصور ہی اس کے لیے مرغ بسمل کی طرح تھا۔

ویرم دلیش اس وقت اپنی پتنی کی لاش کے پاس بیٹھا اپنی دختر کو سینے سے چپکائے دھواں دھار رو رہا تھا جب ٹھاکر وجے سنگھ اس کے گھر میں داخل ہوا۔ محلے کی کچھ عورتیں رسمی طور پر ویرم دلیش کے ہاں مجتمع ہوگئی تھیں۔ جوان کے غم میں برابر کی شریک تھیں۔ ٹھاکر وجے سنگھ نے اندر داخل ہوتے ساتھ ہی سب کو وہاں سے کھسک جانے کا اشارہ کیا تو یکے بعد دیگرے وہ سب وہاں سے کھسک گئیں۔ ویرم دلیش نے کھا جانے والی آنکھوں سے ٹھاکر وجے سنگھ کو گھورا۔

''ٹھاکر وجے سنگھ۔''ویرم دلیش نے اسے دانت پیستے ہوئے مخاطب کیا تو ٹھاکر سنگھ ویرم دلیش کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھورنے لگا۔

''تو اتنا بڑا خبیث ہے کہ دنیا میں تجھ سے زیادہ بڑا کوئی خبیث نہیں ہوگا...... دیکھا سے (پتنی کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)......اگر تو مجھے آنے دیتا تو ممکن ہے میں اسے ہسپتال تک لے جاتا اور شاید......شاید یہ بچ جاتی لیکن......لیکن تجھ کمینے کی وجہ سے یہ ابدی نیند سوگئی ہے۔''

ٹھاکر وجے سنگھ ویرم دلیش کی بات سن کر غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کا ایک دو ٹکے کا نوکر اسے اس انداز میں مخاطب کرسکتا ہے۔ قبل اس کے ویرم دلیش مزید بات جاری رکھتا۔ ٹھاکر کے ہاتھ میں پکڑی بندوق نے آگ اگلی اور ویرم دلیش زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ جلد ہی وہ ٹھنڈا پڑ گیا۔ سولیتا اپنے پتا کی میت سے چپک گئی۔

''پتا جی......پتا جی آنکھیں کھولو......بھگوان کے لیے آنکھیں کھولو پتا جی۔''سولیتا دھواں دھار رو بھی رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ ویرم دلیش کے مردہ جسم کو ہلا بھی رہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''واہ رے ویرم دیش تو نے کیسا گوہر ہائے آبدار گھر میں چھپا کر رکھا تھا۔''ٹھاکر وجے سنگھ نے شیطانیت بھرے انداز میں دل ہی دل میں ویرم دیش کو مخاطب کیا۔

دوسرے ہی لمحے ٹھاکر وجے سنگھ نے آگے بڑھ کر سولیتا کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی اور کھینچ لیا۔سولیتا اس سب کے لیے تیار نہ تھا۔وہ یکدم اپنی جگہ سے تقریباً فضا میں اچھلی اور اس کے سنبھلنے تک ٹھاکر وجے سنگھ اسے اپنے سینے سے چپکا چکا تھا۔

''چھوڑ مجھے خبیث انسان۔''سولیتا نے اس کی گرفت سے بریت حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔

''تیری کسی بھی بات کا میں غصہ نہیں کروں گا جان من۔آج تو تجھے مجھ سے دنیا کی کوئی بھی طاقت چھڑا نہیں پائے گی۔'' ٹھاکر وجے سنگھ اس کی بات سن کر شیطانیت بھرے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور اسے کھینچتا ہوا باہر کھڑی اپنی گاڑی کی طرف لے آیا۔

محلے والے باہر مجتمع تھے جو ٹھاکر وجے سنگھ کے ایک ہاتھ میں بندوق اور دوسرے میں سولیتا کو دیکھ کر ٹھاکر وجے سنگھ کی نیت بھانپ گئے تھے۔کوئی بھی سولیتا کی مدد کے لیے آگے نہ بڑھا کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ ایسا کرنے کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔ٹھاکر وجے سنگھ ان سب کے سامنے سولیتا کو پکڑ کر لے گیا وہ بے چاری اپنی آبرو بچانے کے لیے ان سب کو پکارتی رہ گئی لیکن ان نامردوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس کی مدد کے لیے آگے بڑھتا۔جیسے ہی ٹھاکر کی گاڑی آنکھوں سے اوجھل ہوئی سب لوگ پلک جھپکتے میں دوڑ کر ویرم دیش کے گھر کے اندر داخل ہوئے لیکن اگلا منظر دیکھ کر سب کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆......☆......☆

ٹھاکر وجے سنگھ سولیتا کو لیے سیدھا اپنے ڈیرے پر جا پہنچا۔ وہ جانتا تھا کہ سولیتا کو گھر لے جانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ اس کی پتنی قیامت برپا کر دیتی۔ اس کے کھیت حد نگاہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ جس وقت ٹھاکر وجے سنگھ ڈیرے پر پہنچا اس وقت اس کے دو نوکر ڈیرے پر موجود تھے جو ٹھاکر کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین وجمیل دوشیزہ کو دیکھ کر گنگ رہ گئے تھے۔ وہ ٹھاکر کی نیت سے بخوبی آشنا تھے۔ بے شک اس سے قبل ٹھاکر وجے سنگھ نے ایسی کوئی حرکت نہ کی تھی۔ پہلے تو اس کا ظلم صرف اپنی رعایا پر ظلم وستم پر ختم ہو جاتا تھا لیکن اب تو اس نے رعایا کی عزتوں کی پامالی شروع کر دی تھی۔ وہ پیہم اسے گھورے جا رہے تھے۔

''اے کیا منہ اٹھائے کھڑے ہو۔ جاؤ اوران کھیتوں کے اندر جا کر ایک گہرا گڑھا کھودو۔'' ٹھاکر وجے سنگھ نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو دونوں اس کی بات سن کر حیران وششدر رہ گئے۔

لیکن دونوں کے اندر اتنی جسارت نہ تھی کہ اس گڑھے کے کھودنے کی وجہ معلوم کر سکیں۔ دونوں سرعت سے اوزار اٹھائے کھیت کی طرف دوڑے اور گڑھا کھودنا شروع کر دیا۔ کتنی ہی دیر تک ان کی سماعت سے سولیتا کی چیخوں کی بازگشت ٹکراتی رہی۔ ان کا ضمیر انہیں ملامت کرتا رہا لیکن موت کے خوف نے ان کے جیسے پیروں میں زنجیریں ڈال دی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کر پا رہے تھے۔ بالآخر انہوں نے ٹھاکر کو باہر نکلتے دیکھا جس نے اس حسین وجمیل دوشیزہ کو کپڑوں سے عاری کیا ہوا تھا۔ وہ حسین وجمیل دوشیزہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ اس کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

حالت زار پر دونوں کو رونا آ رہا تھا۔ ٹھاکر وجے سنگھ نے اسے دائیں بازو سے پکڑا ہوا تھا اور پیہم دھکیلتا ہوا یوں لیے آ رہا تھا جیسے وہ کوئی فالتو چیز ہو۔

دونوں کم وبیش دس فٹ گہرا اور سات فٹ لمبا گڑھا کھود چکے تھے۔ٹھاکر نے سولیتا کو اچھال کر زور سے اس گڑھے کے اندر پھینکا تو سولیتا کے منہ سے درد کی شدت کے باعث سماعت شکن چیخیں نکلیں۔دونوں نے حیرت کے بت بن کر ٹھاکر وجے سنگھ کو سوالیہ نگاہوں سے گھورا۔

''میرے منہ پر کیا لکھا ہے جلدی کرو مٹی ڈالو اس کمینی پر۔'' ٹھاکر وجے سنگھ نے دھاڑتے ہوئے کہا تو دونوں اس کی بات سن کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

''ٹھاکر صاحب یہ آپ......ان میں سے ایک نے ٹھاکر وجے سنگھ کی بات سن کر اسے مخاطب کیا تو ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔

دوسرے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً ہی مٹی ڈالنا شروع کردی۔سولیتا ان سے زندگی کی بھیک مانگتی رہی لیکن ٹھاکر وجے سنگھ ان کے سر پر موت کی پرچھائی بن کر ایستادہ تھا۔انہیں اپنی زندگی کی چنتا ہوئے جارہی تھی۔سولیتا کے لیے ان کے قلب و ذہن میں نرمی کے تاثرات عیاں ہوئے تھے لیکن وہ کچھ نہیں کرسکتے تھے۔تبھی سولیتا کو انہوں نے منوں مٹی تلے دبا دیا۔

''یاد رکھنا اگر کسی کو بھنک بھی پڑی تو تم دونوں کو بھی اسی کی طرح دبوا دوں گا۔تمہارے پچھلے ساری زندگی بھی ڈھونڈھتے رہے تو تم دونوں کو نہیں ڈھونڈھ پائیں گے۔''

ٹھاکر کی دھمکی نے ان دونوں کے ہوش اڑا دیئے تھے۔دونوں کا دل کر رہا تھا کہ بلک بلک کر رو دیں لیکن رونے سے کچھ ہونے والا نہیں تھا۔یوں ایک لمبا عرصہ گزر گیا اور یہ واقعہ سب کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

یادداشت سے مانند پڑ گیا۔سولیتا کے والدین کو جہاں منوں مٹی تلے دبا دیا گیا تھا۔وہاں کسی میں اتنی جسارت نہ پیدا ہو پائی تھی کہ کوئی اس کے خلاف کسی کو بتا سکے۔ہر کس و ناکس کے دل ودماغ پر ٹھاکر وجے سنگھ کو خوف چھایا ہوا تھا۔ٹھاکر سے دشمنی مول لینے کا کوئی ریسک نہ لے رہا تھا۔وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے منہ کھول بھی دیا تو دوسرے دن ٹھاکر وجے سنگھ حوالات سے باہر آجائے گا اور پھر ان کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔

ایک لمبا سمے بیت گیا۔ایک شام ٹھاکر وجے سنگھ کے دل پر عجیب سا بوجھ بیٹھ گیا۔اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ آخر اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔کتنی ہی دیر تک وہ کھلی فضا میں ٹہلتا رہا لیکن اس کے قلبِ بے قرار کو قرار میسر نہیں آرہا تھا۔اس کا من چاہ رہا تھا کہ کہیں دور کسی ایسی پرسکون جگہ چلا جائے جہاں اس کا من لگے۔اس کے قلب پر پڑا بوجھ ہٹ جائے لیکن اسے کوئی او پائے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔کتنی ہی دیر تک ٹھاکر وجے سنگھ ادھر ادھر ٹہلتا رہا اور بالآخر جب رات کے سائے گہرے ہو گئے تو وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔

بستر مرگ پر لیٹتے ساتھ ہی نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی۔اس کے دل پر دھرا بوجھ یک لخت ہی ختم ہو گیا اور ٹھاکر وجے سنگھ کو اتنا سکون ملا کہ اتنا سکون اسے تازیست نہ ملا ہو۔مگر وہ کہاں جانتا تھا کہ یہ آخری سکون ہے۔اس کے بعد اس کی آتما ہمیشہ کے لیے نرک میں جلے گی۔ابھی ٹھاکر وجے سنگھ کو سوئے زیادہ دیر نہ بیتی تھی کہ اچانک اس کے منہ پر کسی نے اتنی زور سے تھپڑ مارا کہ خواب خرگوش کے مزے لوٹتے ٹھاکر کے منہ سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی۔عین اسی وقت اس کی آنکھ کھل گئی۔اس نے جلدی سے اٹھ کر مشعل روشن کی۔اسے اپنے گال پر بہت زیادہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی کے ابھی اس کے گالوں کا گوشت گر جائے گا۔جب تکلیف حد سے زیادہ بڑھی تو وہ سرعت سے قد آدم آئینے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت ہویدا رہ گئی کہ اس کے گال پر نہ تو کوئی زخم کا نشان تھا نہ ہی کوئی اور تاثرات مگر اسے پیہم یہ لگے جا رہا تھا کہ اس کے منہ کا گوشت نیچے کی طرف سرک رہا تھا۔شدت تکلیف کے باعث اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اس کا داہنا ہاتھ داہنی گال پر دھرا ہوا تھا۔یک لخت ہی اس نے ایک نہایت ہی بھیانک اور ناقابل یقین منظر دیکھا۔اس نے دیکھا کہ اس دیوقامت آئینے میں اس کے پیچھے کوئی دوشیزہ ایستادہ ہے۔جس کے لمبے بکھرے بالوں نے اس کے چہرے کو پوری طرح سے ڈھکا ہوا تھا۔اس کے بال اس کے چہرے کے سامنے یوں جھوم رہے تھے جیسے بدمستی کے عالم میں ناگ جھومتا ہے۔

ٹھاکر وجے سنگھ کو اپنی بینائی پر وشواس نہیں ہو رہا تھا۔اس نے فوراً ہی پلٹ کر دیکھا تو یہ دیکھ کر اس کے حواس باختہ ہو گئے کہ اس کے پیچھے کوئی نہ تھا۔اس کی حیرت ہویدا رہ گئی تھی۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ سب کچھ اس کی نظروں کا دھوکہ ہے۔بھلا وہ سب کچھ نظروں کا دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے۔اسے اپنے پیچھے مترشح ایک دوشیزہ ایستادہ دکھائی دی تھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ایک بار پھر اس آئینے میں دیکھا۔اگلا منظر دیکھ کر اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹک کر رہ گئی۔وہ دوشیزہ متواتر اپنی جگہ پر کھڑی تھی۔اب کی بار اس کے چہرے کو بالوں نے ڈھکا ہوا نہیں تھا۔بلکہ اس کا معصوم چہرہ اس کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سامنے تھا۔اس معصوم چہرے پر غصے کے تاثرات عیاں تھے۔اس دوشیزہ کی آنکھوں میں اسے اپنے لیے نفرت کے سلگتے آلاؤ دکھائی دے رہے تھے۔ٹھاکر وجے سنگھ اس دوشیزہ کو دیکھ کر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوگیا۔اس نے یہ دوشیزہ اس سے پہلے بھی دیکھی تھی لیکن کہاں......؟

اس سوال نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا اور جب اسے یاد آیا کہ اس دوشیزہ کو اس نے کہاں دیکھا ہے تو اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔وہ کوئی اور نہیں سولیتا تھی۔وہی سولیتا جس کی عزت لوٹنے کے بعد اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اسے منوں مٹی میں دبوا دیا تھا۔پھر یہ زندہ کیسے ہوگئی تھی؟کہیں اس کے دونوں ملازموں نے اسے دھوکہ تو نہیں دیا تھا۔اس کی عدم موجودگی میں اسے اس گڑھے سے نکالا ہو اور اس کی سانسیں باقی ہوں۔جہاں ٹھاکر وجے سنگھ سولیتا کو اپنے سامنے زندہ دیکھ کر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھا وہیں اسے اپنے ملازموں پر تاؤ بھی چڑھ رہا تھا جنہوں نے پس پشت اس کے ساتھ نمک حرامی کی تھی۔نمک حرامی کی سزا شاید انہیں معلوم نہیں تھی۔ٹھاکر وجے سنگھ کے پاس نمک حرامی کی سزا صرف اور صرف موت تھی۔

ٹھاکر وجے سنگھ غصے سے پیچ وتاب کھا کر آناًفاناً پیچھے مڑا لیکن اب کی بار اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔اسے اپنی پسلیوں میں دھڑکتا دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلتا ہوا محسوس ہونے لگا۔اسے اپنی بینائی پر وشواس نہیں ہو رہا تھا۔کیونکہ جس لڑکی کو دوبارہ بھی اس نے آئینے میں دیکھا تھا۔اب بھی وہ اس کے پیچھے موجود نہ تھی۔اس کا ماتھا ٹھنکا۔اسے یقین ہوگیا تھا کہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔اتنی جلدی کوئی بھی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوسکتا تھا۔جس جگہ اس نے سولیتا کو دیکھا تھا۔وہاں کوئی ایسی چیز بھی نہ تھی کہ جس کے پیچھے وہ چھپ سکتی۔ٹھاکروجے سنگھ کی پیشانی عرق آلود ہو چکی تھی۔اس کی سانسوں کی روانی بے ترتیب ہونے لگی تھی۔

''ٹھاکروجے سنگھ۔'' یکبارگی کمرے کی سکوت زدہ فضا میں سولیتا کی بازگشت گونجی تو ٹھاکروجے سنگھ چونک اٹھا۔

اس نے سہم کر چاروں طرف دیکھا لیکن اسے کہیں بھی سولیتا دکھائی نہ دی۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس کے ساتھ آخر ہو کیا رہا ہے۔سولیتا آئینے میں دکھائی دیتی ہے تو ظاہر میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔کہیں ایسا تو نہیں کہ اس مری ہوئی لڑکی کی آتما اس کے کمرے تک پہنچ گئی تھی۔

''ٹھاکروجے سنگھ۔''

ایک بار پھر کمرے کی خاموش فضا میں اس کی بازگشت گونجی۔ٹھاکروجے سنگھ کو اپنا حلق سوکھتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ٹھاکروجے سنگھ کا شریر بری طرح سے وائبریٹ کر رہا تھا۔اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی کے ابھی اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی۔

''تمہارا وقت اجل آن پہنچا ہے۔''

اب کی بار کمرے میں گونجنے والی آواز نے ٹھاکروجے سنگھ کے پیروں تلے زمین کھینچ لی۔بے شک وہ ٹھاکروں کے خاندان سے تھا۔جس خاندان میں ڈر نام کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔وہ خاندان جو شروع سے ہی ہندو دھرم کا عظیم خاندان تصور کیا جاتا ہے۔حکمرانی جس کے سر کا تاج سمجھی جاتی ہے۔لیکن موت کے لفظ نے ٹھاکروجے سنگھ کی سٹی گم کر دی تھی۔ٹھاکروجے سنگھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پڑھا لکھا انسان تھا۔اس نے کتنے ہی اچھے اچھے ادیبوں کی کتابیں پڑھی تھیں۔ ہر قسم کی کتابوں میں اس نے خوفناک کہانیوں کی کتابیں بھی پڑھی تھیں جس میں اس نے یہ بھی پڑھا تھا کہ آتمائیں انسان کا پیچھا اس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک اسے ابدی نیند نہ سلا دیں۔ یہی نہیں ایسی آتما تو نرک میں بھی انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو۔زیادتے کرنے والے منش کو وہ ایسی موت دیتی ہیں کہ اس کی آتما نرک میں بھی اس آتما سے خوف کھاتی پھرتی ہے۔

دوسرے ہی لمحے ٹھاکر وجے سنگھ کا شریر خود بخود فضا میں معلق ہوا اور دھڑام سے بیڈ پر جا گرا۔ٹھاکر وجے سنگھ کی آنکھوں کے آگے تارے ناچنے لگے تھے۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے لیکن وہ اتنا جان چکا تھا کہ اس کی موت ہونے والی ہے۔وہ آتما اس سے انتقام لینے پر تل چکی ہے۔

☆......☆......☆

’’پھر اس آتما نے رات کے سمے میں ہی ٹھاکر وجے سنگھ کی ہتھیا کر دی۔‘‘ سادھو اتنی کہانی سنانے کے بعد چپ ہو گیا جبکہ اس کی کہانی سننے کے بعد ٹھاکر امرتن سنگھ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

’’اس آتما کا شریر انہیں کھیتوں میں مدفن ہے۔ جب تک اس کے شریر کو نکال کر اس کی چتا کو آگ نہ لگائی جائے اس کی آتما کو شانتی ملنا ممکن نہیں ہے۔‘‘

’’میں نے کبھی تخیل میں بھی پتا جی کے بارے میں ایسا نہیں سوچا تھا۔‘‘ ٹھاکر امرتن سنگھ نے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کھوئے ہوئے لہجے میں کہا تو سادھو نے اس کی بات سن کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''ٹھاکر بیٹے ایسے مت سوچو۔'' سادھو نے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

''کوئی بھی انسان کسی بھی وقت بہک سکتا ہے۔تمہارے پتا نے ایک پاپ کیا کہ ان بے گناہوں کو ابدی نیند سلا دیا لیکن اب تمہیں اپنے پتا کے گناہوں کو یاد کرنے کی بجائے ان کی آتما کی شانتی کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔انہوں نے جو کچھ بویا وہ اس کا پھل کاٹ رہے ہیں۔اب تمہیں ان کی آتما کو شانتی بخشنے کے لیے اس بھٹکی آتما کا کوئی اوپائے کرنا ہے۔''

''ہوں۔'' ٹھاکر امرتن سنگھ نے سادھو کی بات سن کر سر ہلاتے ہوئے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے جواب دیا۔

''ہمیں کیا کرنا ہوگا؟''

''ابھی اور اسی وقت اس جگہ کو کھدوانا ہوگا جہاں اس آتما کا شریر مدفن ہے۔بے شک برسوں گزر جانے کے بعد اس کے آثار ملنا بھی ممکن نہیں ہیں لیکن پھر بھی ہمیں اس کے بچی کھچی ہڈیوں کو بھی شمشان گھاٹ میں جا کر نذر آتش کرنا ہوگا۔تبھی اس آتما کو شانتی ملے گی اور تبھی وہ آپ کو بھی شانتی سے جینے دے گی۔''

''ٹھیک ہے۔'' ٹھاکر امرتن سنگھ نے جواب دیا اور منشی گرویندر کو پکارا۔

منشی گرویندر جو باہر گاڑی کے پاس ایستادہ کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ٹھاکر امرتن سنگھ کی آواز اس کی سماعت سے کیا ٹکرائی۔وہ چونکا اور تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے سامنے آن پہنچا۔

''جی ٹھاکر صاحب؟'' منشی گرویندر نے آتے ساتھ ہی پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''دو چار ملازموں کو بلا کے لاؤ اور اوزار بھی لیتے آنا کھدائی کرنی ہے۔'' ٹھاکر امرتن سنگھ نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو منشی گروبندر ''جی ٹھاکر صاحب'' کہتا ہوا وہاں سے کھسک گیا۔

☆......☆......☆

کتنی ہی دیر کھدائی ہوتی رہی۔ اور پھر یکدم ایک ملازم کی کسی کسی چیز سے ٹکرائی تو وہ چونک اٹھا۔

''یہاں کچھ ہے۔'' اس نے ملازم نے اونچی آواز میں کہا۔

''آرام سے کھدائی کرو۔'' ٹھاکر امرتن سنگھ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

تین ملازم پیہم کھدائی کر رہے تھے۔ ٹھاکر امرتن سنگھ نے صرف انہیں اتنا ہی بتایا تھا کہ کسی نے ان کے کھیتوں میں کسی کا شریر دبا دیا ہے۔ سادھو نے اپنے منتروں کے زور سے اس کا پتہ لگایا ہے۔ جب تک اسے یہاں سے نکال کر نذر آتش نہ کیا جائے اس وقت تک ان کھیتوں میں ہریالی نہیں آ سکتی۔ اصل بات ٹھاکر امرتن سنگھ نے منشی گروبندر سے بھی چھپالی تھی۔

جلد ہی تینوں ملازموں نے ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ باہر نکال لیا۔ سادھو کے کہنے پر اسے شمشان گھاٹ لے جا کر نذر آتش کر دیا گیا۔ اس دن کے بعد کبھی بھی ٹھاکر امرتن سنگھ کے کھیتوں میں کوئی نقصان نہیں ہوا۔ ٹھاکر امرتن سنگھ نے یہ بھید رتن لال اور مہیش سے بھی پوشیدہ رکھا تھا۔ بے شک ٹھاکر وجے سنگھ اس کا پتا تھا لیکن اندر ہی اندر اسے اپنے پتا کے اس کام کی وجہ سے افسوس تھا۔ وہ اپنے پتا کو دنیا کا مہان پتا گردانتا تھا لیکن جب اس کے پتا کی اصلیت اس کے سامنے کھل کر آئی تو اسے اپنی سوچ پر افسوس ہونے لگا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ٹھاکرامرتن سنگھ پہلے سے بھی زیادہ احساس مند انسان بن گیا تھا۔وہ اپنے ملازموں کے ساتھ خودمل کر کام کرتا تھا۔اس نے کبھی بھی اپنے اور ملازموں کے درمیان کوئی فرق روا نہ رکھا تھا۔عاجزی انسان کو سب کی نظروں میں بلند کر دیتی ہے جبکہ غرور وتکبر انسان کی شناخت بھی ختم کر دیتا ہے۔مغرور انسان کو لوگ جلد بھلا دیتے ہیں لیکن اچھے، احساس منداور عاجز بندے کو تاقیامت نہیں بھلایا جا سکتا۔

Downloaded from https://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com
http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)

محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودھا

آدم خور

تحریر:محمد ندیم عباس میواتی

ڈاکٹر زرغام چوہدری نے ملک کے تمام سائنسدانوں کو ایک ایمرجنسی میٹنگ کے لیے بلالیا تھا۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری کا شمار دنیا کے بڑے اور مایہ ناز سائنسدانوں میں ہوتا تھا۔ملک کے نام کو روشن کرنے کے لیے انہوں نے کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔حکومت نے ان کی خدمات اور وطن سے محبت کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں سربراہی کے اعزاز سے نوازہ تھا۔ملک کے تمام سائنس دانوں کا انہیں ہیڈ بنا دیا گیا تھا۔لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی غرور و تکبر کو اپنے قریب تک نہ آنے دیا تھا۔

تمام سائنس دان تقریباً وقت پر ہی پہنچ چکے تھے۔کچھ کی سوالیہ نگاہیں ڈاکٹر زرغام چوہدری پر ٹکی ہوئی تھیں۔جبکہ کچھ تو آپس میں دھیرے دھیرے باتیں کر رہے تھے۔سب اچھی طرح سے جانتے تھے کہ ڈاکٹر زرغام چوہدری صرف اسی صورت میں ہنگامی میٹنگ بلاتا تھا۔جب وہ کوئی نیا تجربہ کرتا تھا۔ڈاکٹر زرغام چوہدری کی ایک یہی عادت ہی تو اسے سب سے اوپر لے گئی تھی کہ وہ اپنا کوئی بھی تجربہ کسی سے چھپا کر نہیں کرتا تھا بلکہ سب کو بلاتا تھا تاکہ وہ سب بھی اس چیز کو ذہن نشین کرلیں۔

بیضوی شکل کی ایک لمبی ٹیبل کے اردگرد سب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ہر کرسی پر نمبر لگایا گیا تھا۔سب کی کرسیوں کے سامنے ایک ایک مائیک لگایا گیا تھا۔ساتھ ہی ایک ایک پانی کی بوتل،گلاس اور چند ٹشو بھی رکھے گئے تھے۔

''میرے پیارے دوستوں۔''بالآخر ڈاکٹر زرغام چوہدری کی آواز نے سب کو اپنی طرف مخاطب کیا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اور سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

’’آپ لوگ اس ملک کا بہت ہی قیمتی اثاثہ ہو۔یہ ملک ہمارے لیے ماں کی طرح ہے۔اس ملک کی گود میں ہم نے اپنے بچپن گزارے ہیں۔ہماری قلقاریوں کی آوازیں، ہماری بچپن کی شرارتیں آج بھی یوں لگتا ہے۔جیسے وہ سب کچھ ہماری نگاہوں کے سامنے ہو۔اس ملک نے ہمیں اتنی محبت اور پیار دیا ہے کہ لفظوں میں بیان کرنا آسان نہیں ہے۔‘‘

اتنا کہہ کر ڈاکٹر زرغام چوہدری نے پاس پانی سے بھرے گلاس کو اٹھایا اور دو گھونٹ حلق سے نیچے اتارے۔ایک بار پھر کھنکارتے ہوئے گلا صاف کر کے وہ سب کی طرف متوجہ ہوئے۔

’’میں نے ایک نیا تجربہ کیا ہے اور میں اس میں کامیاب بھی ہو گیا ہوں۔‘‘فقرہ مکمل کرتے کرتے ڈاکٹر زرغام چوہدری کے لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ ظاہر ہو گئی تھی۔

’’میں نے ہمیشہ کی طرح آپ لوگوں کو اسی لیے بلایا ہے کہ اپنے اس تجربے کے متعلق تم لوگوں کو بھی بتاؤں۔یہ تجربہ عام تجربوں سے کئی گنا مختلف ہے۔تم لوگ حیران رہ جاؤ گے لیکن حالات کی مطابقت کو سامنے رکھتے ہوئے اس تجربے کو میں سمجھتا ہوں کرنا ضروری ہے۔لیکن میں اس وقت تک اس کے بارے میں اپنی کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا جب تک آپ دوستوں کی رائے نہ جان لوں کیونکہ میں تم لوگوں کو بہت اہمیت دیتا ہوں۔مجھ سے زیادہ تجربہ ہو گا آپ لوگوں کے پاس۔‘‘

’’سر آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔‘‘ڈاکٹر زرغام چوہدری کے سامنے بیٹھے ڈاکٹر عیاب نے ڈاکٹر زرغام چوہدری کو احساس دلاتے ہوئے کہا۔

’’آپ ہمارے سینئر ہیں۔ہم آپ سے بہت کچھ سیکھ چکے ہیں اور سیکھ بھی رہے ہیں۔اگر یہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کہا جائے کہ ہم لوگ آپ کے مقابلے میں آٹے میں نمک برابر بھی نہیں ہیں تو بجا ہی ہوگا۔ آپ نہ صرف ہمارے استاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ بلکہ اس ملک کی شان اور پہچان ہیں آپ۔"

"جی ہاں سر ڈاکٹر عیاب صاحب درست فرمارہے ہیں۔" تیرہ نمبر کرسی پر بیٹھے ڈاکٹر مونس نے ڈاکٹر عیاب کی بات کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔

"ہم آپ کے بے حد مشکور ہیں کہ آپ جب بھی کوئی نیا تجربہ کرتے ہیں۔ ہم لوگوں کو نہ صرف ساتھ رکھتے ہیں بلکہ کچھ بھی ہم سے چھپا کر نہیں رکھتے۔ آپ نے کبھی اپنا فائدہ سامنے نہیں رکھا بلکہ ہمارے ساتھ آپ کا سلوک بہت اچھا ہے۔ ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے آپ سے۔"

پورے ہال میں تالیوں کی آواز گونجنے لگی۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری ڈاکٹر عیاب اور ڈاکٹر مونس کی بات سن کر نہ صرف خوشی سے باغ باغ ہوگیا بلکہ اس نے ان دونوں سمیت سب کا شکریہ ادا بھی کیا کہ جو اسے اتنی عزت دیتے تھے۔

"ایک بار پھر اپنی بات دہرانا چاہتا ہوں۔" ڈاکٹر زرغام چوہدری نے سب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جو تجربہ میں نے کیا ہے اسے دیکھ کر آپ لوگ حیران رہ جائیں گے لیکن یہ صرف آپ کو دکھانے کے لیے ہے۔ اس کے بارے میں مکمل تفصیل سے بات بعد میں کرتے ہیں۔ بلکہ آپ لوگ اس تجربے کو ایک نظر دیکھ لیں۔"

ڈاکٹر زرغام چوہدری کے اشارے پر اس کے شاگردوں نے ہال کی روشنی بند کردیں۔ پورے ہال میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جس جگہ ڈاکٹر زرغام چوہدری بیٹھا ہوا تھا۔ انکے بالکل پیچھے دیوار پر لگی کچی ٹاکی پر ایک منظر چلنا شروع ہوگیا تھا۔ جس میں ڈاکٹر زرغام

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چوہدری کو دکھایا جا رہا تھا۔

ڈاکٹر زرغام چوہدری اس نظر آنے والے منظر میں اپنی لیبارٹری میں اندر موجود تھے۔ان کے شاگرد بھی ان کے پاس تھے۔دو شاگردوں نے ایک بندر کو پکڑ رکھا تھا۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری کے اشارے پر اس بندر کو ایک مخصوص بیڈ پر لٹا کر اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے تھے۔وہ بندر اب حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا۔شاید اسے کافی سختی سے باندھ دیا گیا تھا۔

کیمرہ ایک بار پھر ڈاکٹر زرغام چوہدری کی طرف مڑا۔ڈاکٹر زرغام چوہدری ایک سی سی سرنج کے اندر ایک چھوٹی سی شیشی میں سے گندمی رنگ کا کوئی محلول بھر رہے تھے۔وہ محلول ایک سی سی سرنج میں تھوڑا سا بھرا گیا تھا۔تقریباً اس ایک سی سی سرنج کا بھی چوتھا حصہ بھرا گیا ہوگا۔ پھر ڈاکٹر زرغام چوہدری اس بندر کی طرف لپکے۔بندر حرکت تو نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ حیرت سے پیہم ڈاکٹر زرغام چوہدری کو دیکھ رہا تھا۔ڈاکٹر زرغام چوہدری نے دوسرے ہی لمحے وہ انجکشن اس بندر کی پشت میں لگا دیا۔

انجکشن لگنے کی دیر تھی کہ بندر کی حالت بری ہونا شروع ہو گئی۔اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔اس کے منہ سے درد میں لپٹی ایسی چیخیں نکل رہی تھیں جن سے اس کے اندر کی حالت سے آگاہی حاصل کی جا سکتی تھی۔ دوسرے ہی لمحے سب کے سامنے ایک ایسا منظر تھا۔جسے دیکھ کر کسی کو بھی یقین نہیں ہو رہا تھا۔انہوں نے تو کبھی زندگی میں سوچا بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر زرغام چوہدری اتنا بڑا تجربہ کر سکتے ہیں۔اس بندر کے جسم میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو گئی تھیں۔سب سے پہلے تو اس بندر کے جسم کے تمام بال یوں جھڑ گئے تھے جیسے خزاں کے موسم میں درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

اس کے بعد یکدم اس بندر کے ہاتھ پھول کر پھیلنا شروع ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس بندر کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہاتھ پاؤں انسانی شکل اختیار کرنے لگے۔یہی نہیں اس بندر کے جسم کے باقی اعضاء بھی انسانی شکل اپنانے لگے۔بندر کا پورا جسم اسی سانچے میں ڈھلتا جا رہا تھا۔ڈاکٹر زرغام چوہدری کی بات میں سچائی تھی۔سائنسدانوں کے منہ یہ منظر دیکھ کر کھلے کے کھلے رہ گئے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے وہ بندر پوری طرح سے ایک انسان کا روپ دھار چکا تھا۔اب سب کی آنکھوں کے سامنے بندر کی بجائے ایک انسان لیٹا ہوا تھا۔جس کے چہرے پر شدید کرب واذیت کے آثار واضح تھے۔کوئی بھی یہ نہیں کہ سکتا تھا کہ ان کے سامنے جکڑا ہوا انسان کچھ دیر قبل ایک بندر تھا۔جسے ایک انجکشن نے انسانی روپ دے دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی ہال میں روشنی کر دی گئیں۔کچی ٹاکی پر چلنے والی فلم بھی بند کر دی گئی۔سب حیرت کے سمندر میں بری طرح سے غرق تھے۔کسی کو بھی اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو کچھ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے یا جاگتی آنکھوں سے انہوں نے کوئی خواب دیکھا ہے۔لیکن اسے خواب کہنا ٹھیک نہ تھا کیونکہ خواب ایک وقت میں ایک ہی انسان دیکھ سکتا ہے۔سب ایک جیسا خواب بیک وقت نہیں دیکھ سکتے۔

ڈاکٹر زرغام چوہدری کی آنکھوں میں فخریہ تاثر واضح تھا۔سائنسدانوں کی ٹیم کی آنکھوں میں ظاہر ہونے والی حیرت اس سے چھپی ہوئی نہ تھی۔لائیٹیں آن ہونے کی دیر تھی کہ سب کی نگاہیں ایک بار پھر ڈاکٹر زرغام چوہدری کے چہرے پر ٹک گئیں۔ڈاکٹر زرغام چوہدری یہ دیکھ کر پھولے نہ سما رہا تھا کہ اس کے کارنامے سے ہال میں موجود تمام سائنسدانوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔

''آپ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے ایک بندر کو انسانی روپ اختیار کرتے ہوئے دیکھا ہے۔'' بالآخر ڈاکٹر زرغام چوہدری نے سب کو مخاطب کیا تو سب یوں چونکے جیسے گہری نیند کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مزے لوٹنے والا ہڑبڑا کر چونک اٹھتا ہے۔

''کہتے ہیں کہ بندر اور ریچھ پہلے دور کی وہ بگڑی ہوئی قومیں ہیں۔جنہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہ السلام کی نافرمانی کی اور حکم نہ ماننے کی سزا انہیں یہ ملی کہ ان کی شکلیں اللہ تعالیٰ نے بگاڑ کر رکھ دیں۔اس میں حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایک بندر انسان بن گیا ہے۔بندر اور ریچھ میں انسانی عادتیں ہوتی ہیں۔ان پر قابو حاصل کرنا اتنا مشکل کام نہیں ہوتا۔''

''آپ کی بات کاٹنے پر معذرت خواہ ہوں سر۔''ڈاکٹر الیاس بٹ نے ڈاکٹر زرغام چوہدری کی بات کاٹی تو ڈاکٹر زرغام چوہدری سمیت سب نے اسے سوالیہ آنکھوں سے دیکھا۔

ڈاکٹر الیاس بٹ نے سب کو اپنی طرف متوجہ پایا تو تھوڑا ہچکچا سا گیا کیونکہ اس نے ڈاکٹر زرغام چوہدری کی بات کاٹی تھی۔وہ پریشان ہو گیا تھا کہ کہیں ڈاکٹر زرغام چوہدری اس کی اس حرکت کی وجہ سے اس سے ناراض بھی نہ ہو جائیں لیکن ڈاکٹر زرغام چوہدری کے جواب نے اس کو اپنا سوال پورا کرنے کی اجازت دی۔

''کوئی بات نہیں۔ڈاکٹر الیاس صاحب آپ اپنی بات مکمل کیجئے پلیز۔''

''سب آپ کے اس نئے تجربے سے حقیقتاً حیران ہو گئے ہیں کہ آپ کے ایک انجکشن نے ایک بندر کو انسان بنا دیا۔''ڈاکٹر الیاس بٹ نے ڈاکٹر زرغام چوہدری کے نئے تجربے کی تعریف کرتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر زرغام چوہدری منہ سے تو کچھ نہ بولا بس سر ہلا کر اور ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔

''میں خود آپ کے اس تجربے سے بہت متاثر ہوا ہوں لیکن سر میں جو کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

امید ہے کہ آپ کو پہلے سے ہی اس سوال کا پتہ ہوگا۔یہی نہیں میرے دوست بھی اس سوال کا جواب جاننے کے لیے ضرور بے چین و بے قرار ہوں گے کہ اس تجربے کی وجہ کیا ہے کیونکہ وہ ایک بندر ہے۔سادہ لفظوں میں یہی کہوں گا کہ وہ ایک جانور ہے۔اور جانور بے شک انسانی روپ دھار لے لیکن وہ انسان تو نہیں نہ بن سکتا؟''

اتنا کہہ کر ڈاکٹر الیاس بٹ چپ ہو گیا اور اس سے قبل کہ ڈاکٹر زرغام چوہدری اس کے سوال کا جواب دیتا ڈاکٹر انعم نعمان نے اسے بولنے کا موقع نہ دیا۔

''سر میں بس یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ آیا اس انجکشن کو خصوصی بندروں اور ریچھوں کے لیے بنایا گیا ہے یا پھر دیگر جانوروں کے لیے بھی اسے استعمال کیا جا سکتا ہے؟''

''سب سے پہلے اپنے دوست ڈاکٹر الیاس بٹ صاحب میں آپ کی بات کا جواب دوں گا۔''ڈاکٹر انعم نعمان کے چپ ہوتے ہی ڈاکٹر زرغام چوہدری نے کہا۔

''تھینک یو سر۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری کی بات سن کر ڈاکٹر الیاس بٹ نے شکریہ ادا کیا۔

''میرا یہ تجربہ کرنے کا بہت خاص مقصد ہے۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری نے کہا۔

''بے شک بندر ایک جانور ہے لیکن آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ بندر اور ریچھ پہلے وقتوں کی وہ قومیں ہیں جن پر قہرِ الٰہی نازل ہوا تھا۔کوئی بھی جانور پرندہ ایسا نہیں ہوتا جسے انسان اپنے قابو میں کر کے اسے مہذبانہ طور طریقے نہیں سکھا سکتا۔شیر جسے جنگل کا بادشاہ جانا جاتا ہے۔انسان کے تلوے چاٹتا دکھائی دیتا ہے۔سانپ تک کو انسان نے اپنا غلام بنا رکھا ہے۔یہ سب کچھ تو انسان پر منحصر کرتا ہے کہ وہ کس حد تک ایک جانور کو تہذیب اور طور طریقے سکھا سکتا ہے۔''

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''لیکن سر آخر کو وہ جانور ہوتے ہیں۔انہیں جتنی بھی تہذیب سکھالی جائے وہ اصول وقوانین کے پکے تو نہیں ہو سکتے۔''ڈاکٹر بلال اسلم نے لقمہ دیا۔

''کتا اور گھوڑا پھر کیسے یہ سب کچھ سیکھ جاتا ہے؟'' ڈاکٹر زرغام چوہدری نے زیرلب مسکرا کر ڈاکٹر بلال اسلم سے پوچھا۔

''سر وہ تو وفادار جانور کہلاتے ہیں۔جنہیں کچھ بھی سکھاؤ تو سیکھ جاتے ہیں۔''ڈاکٹر بلال نے نامنا سب سا جواب دیا۔جس پر ہال میں سب کی ہنسی نکل گئی۔

''بجائے ہنسنے کے آپ لوگ بھی سوال کرو۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری نے سائنس دانوں کی اس حرکت پر برا مناتے ہوئے کہا لیکن اس کی اس بات پر جیسے سب کو ہی سانپ سونگھ گیا تھا۔

''سوال و جواب ہمیشہ وہی کرتا ہے۔جو کسی کام میں شوق رکھتا ہو۔آپ لوگ یہاں بس ہنسنے کے لیے نہیں آتے۔بات کو سمجھا کریں۔ہر پہلو سے اس کا تجزیہ کیا کریں اور پھر اس کے متعلق آپ لوگ بھی سوال کیا کریں تاکہ آپ لوگوں کے ذہنوں میں بھی یہ باتیں ذہن نشین ہو جائیں۔''

ڈاکٹر زرغام چوہدری کے لہجے میں تلخی اتر آئی تھی۔سب جانتے تھے کہ جب ڈاکٹر زرغام چوہدری غصے میں ہوتا ہے۔تو پھر اس کے منہ میں جو آتا ہے کہ دیتا ہے۔لیکن ڈاکٹر زرغام چوہدری غصے کو ضبط کرنے میں بھی ماہر تھا مگر کبھی کبھی جب پارہ ہائی ہو جاتا تو کسی کی نہیں سنتا تھا۔اس وقت بھی اس کا پارہ ہائی ہونے لگا لیکن پھر جلد ہی اس نے خود کو سنبھال لیا اور ایک بار پھر ڈاکٹر بلال اسلم کی طرف متوجہ ہوا۔

''تو آپ کیا کہہ رہے تھے؟''ڈاکٹر زرغام چوہدری نے ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں یاد آیا۔دیکھو میرے دوست بے وفا کوئی جانور بھی نہیں ہوتا یہ وفاداری اور بے وفائی تو صرف

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

انسانوں کی خصلت ہے۔ یہ بے جان جانور اور پرندے ہم سے بھلا کیوں بے وفائی کریں گے۔ ایک بار کسی پرندے یا جانور کو کچھ ڈال دو تو ساری زندگی وہ آپ کے در سے نہیں ہلتا۔"

ڈاکٹر زرغام چوہدری کی بات سن کر ڈاکٹر بلال اسلم نے سر ہلا کر ان کی بات کی لیکن منہ سے کچھ نہ بولا۔ جب وہ کچھ نہ بولا تو ڈاکٹر زرغام چوہدری ڈاکٹر انعم نعمان کی طرف متوجہ ہوا۔

"جی تو اب میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا ڈاکٹر انعم صاحبہ۔" ڈاکٹر زرغام چوہدری نے کہا تو ڈاکٹر انعم نعمان اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔

"یہ تجربہ کسی بھی جانور یا پرندے پر کیا جا سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پرندے پر نہ کیا جائے۔ کیونکہ پرندوں کی جسامت انسانی روپ اختیار کرنے کے قابل نہیں ہوتی اور اگر وہ انسانی روپ اختیار کر بھی لیں تو بہت بھیانک دکھائی دیں گے۔ ان کے قد و قامت کی وجہ سے انہیں کوئی اور ہی مخلوق سمجھا جائے گا۔"

جب تھوڑی دیر تک کوئی نہ بولا تو ڈاکٹر زرغام چوہدری ایک بار پھر گویا ہوا:

"کوئی مزید سوال کرنا چاہتا ہو تو......؟"

"سر اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس تجربے کو زیادہ سے زیادہ پالتو جانوروں پر کیا جائے؟" ڈاکٹر فہمید نے ڈاکٹر زرغام چوہدری سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ڈاکٹر زرغام چوہدری نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

"یہ جانور اپنے اندر پیدا ہونے والی تبدیلی کو انسانوں کے جیسے باقاعدہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی نہیں یہ جانور بہت جلد انسانی حرکات اور طور طریقوں کو اپناتے ہیں۔ جیسے ایک ماں اپنے بچے کی پرورش

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کرنے پر ٹائم لگاتی ہے۔یا ایک استاد اپنے شاگردوں کو ٹائم دیتا ہے۔بلکہ ایسے ہی یہ انسانی روپ دھارنے والے جانور ہمارے لیے شاگردوں کی طرح ہوں گے۔ان کے ساتھ شاگردوں والا ہی سلوک رکھنا پڑے گا۔نہ زیادہ پیار نہ مار۔

پہلے انہیں یہ یقین کروانا ہوگا کہ وہ اب جانور نہیں رہے۔جب انہیں اس بات کا پتہ لگ گیا تو پھر انہیں یہ سمجھانا ہوگا کہ وہ کیسے اپنی حرکات اور طور طریقوں کو انسانوں کے جیسے تبدیل کر سکتے ہیں۔یہ کام بے شک وقت لے گا لیکن اتنا زیادہ نہیں کہ آپ لوگ اکتا جاؤ۔''

''سر میں ایک خاص بات پوچھنا چاہتا ہوں۔''ڈاکٹر الیاس بٹ نے اجازت طلب لہجے میں کہا۔

''آپ لوگ کھل کے ہر بات کہو۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری نے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

''سر آپ کے اس تجربے کا اصل مقصد کیا ہے؟''ڈاکٹر الیاس بٹ نے سوال کیا تو ڈاکٹر زرغام چوہدری کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ظاہر ہوگئے جیسے اسے ڈاکٹر الیاس بٹ کا سوال بہت اچھا لگا ہو۔

''دراصل میرے پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ جس تجربے کو ہم سب پر واضح کر چکے ہیں۔آپ نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ جانوروں کو انسانی روپ میں لانے کا اصل مقصد کیا ہے۔آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ تجربہ کتنا خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ہم میں سے کوئی بھی اگر اس تجربے کو ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرے تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔''

''بہت اچھے ڈاکٹر الیاس بٹ صاحب۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری نے تعریفانہ انداز میں ڈاکٹر الیاس بٹ کو داد دیتے ہوئے کہا جواباً ڈاکٹر الیاس بٹ نے سر ہلا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''میں یہی سوال سننا چاہتا تھا کہ آپ میں سے کوئی کرے۔ سب سے پہلی بات تو آئے دن ہونے والے حادثات وواقعات کو روکنے کے لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ جو اس ملک کے لیے اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کرنے سے انکار نہ کریں۔ لیکن اس ملک کے حالات اتنے نازک ہو چکے ہیں اور بیرونی طاقتوں نے اتنے حالات برے بنا دیئے ہیں کہ لوگوں کے دلوں کے ساتھ موت سائے کے جیسے چپک کر رہ گئی ہے۔

آئے روز کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی خودکش دھماکہ ہو رہا ہے۔ جس میں بے شمار جانوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ سکولوں اور کالجوں میں معصوم طالب علموں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا نیا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی ٹیم تیار کی جائے جس کے دل ودماغ میں صرف ایک ہی بات بٹھا دی جائے کہ اگر انہیں اس ملک کی شان وشوکت برقرار رکھنے کے لیے اپنی جان تک کی قربانی بھی دینی پڑی تو وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

ہمارے ملک کی فوج اور اس کے علاوہ ہر شخص ہی اس ملک کے لیے قربان ہونے کا جذبہ رکھتا ہے۔ لیکن ہم اپنی فوج کے لیے اس ملک کی بقاء کے لیے مل کر ایک نئی فوج تیار کریں گے۔ پھر ہم حکومت سے رابطہ کر کے انہیں ہر بات سے آگاہ کریں گے۔''

''معذرت چاہتا ہوں سر آپ کی بات کاٹنا چاہوں گا۔'' ڈاکٹر آصف ریاض نے ڈاکٹر زرغام چوہدری کو مخاطب کیا تو ڈاکٹر زرغام چوہدری اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''جی فرمایئے ڈاکٹر آصف صاحب۔'' ڈاکٹر زرغام چوہدری نے ڈاکٹر آصف ریاض کو اجازت دیتے ہوئے کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''سر آپ فرما رہے ہیں کہ ہم ایک فوج تیار کریں گے اور پھر اپنے ملک کی فوج اور حکومت کو اس کے بارے میں آگاہ کریں گے؟'' ڈاکٹر آصف ریاض نے سوالیہ نگاہوں سے ڈاکٹر زرغام چوہدری کو دیکھ کر پوچھا تو جواباً اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

''سر میں سمجھتا ہوں کہ یہ قانوناً جرم ہوگا۔ممکن ہے بعد میں حکومت ہمیں اس اقدام کی اجازت نہ دے یا ہم پر غداری کا مقدمہ درج کر دیا جائے تو ہماری ساری زندگی کی محنت اور اس ملک کی شان کی دھجیاں اڑ جائیں گی۔کوئی بھی کام ہم بنا اپنے اعلیٰ افسران کو خبردار کیے بنا کیسے کر سکتے ہیں؟''

ڈاکٹر آصف ریاض نے بات مکمل کی تو سب نے ٹیبل بجا کر اس کی بات کی تائید کرنی شروع کر دی۔ڈاکٹر زرغام چوہدری نے بھی اسے شکرگزار نگاہوں سے دیکھا اور مسکرا دیے۔

''سر میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب ٹھیک فرما رہے ہیں۔''ڈاکٹر انعم نعمان نے لقمہ دیا۔

''امید ہے سر آپ ڈاکٹر صاحب کی بات سے متفق ہوں گے؟''

''بالکل متفق ہوں۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری گویا ہوا۔

''میرے اس اقدام کا حکومت کو پتہ ہے۔اور اپنے اعلیٰ افسران کے ساتھ ملاقات کر کے ان سے اجازت لینے کے بعد ہی میں نے یہ قدم اٹھایا ہے۔باقی مجھے ڈاکٹر صاحب آپ کی بات بہت اچھی لگی ہے۔آپ لوگوں کو حق حاصل ہے کہ کھل کر ہر بات وضاحت سے پوچھیں۔''

''سر میں ایک اور سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری کے چپ ہوتے ساتھ ہی ڈاکٹر آصف ریاض دوبارہ گویا ہوا۔

''جی جی حکم فرمائیے۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری نے مسکرا کر کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''سر جس بندر پر آپ نے تجربہ کر کے اسے انسانی شکل دی ہے۔وہ کہاں ہے ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں؟''ڈاکٹر آصف ریاض کے سوال پر سب نے اسے حیرت وخوشی سے دیکھا۔

واقعی یہ سوال ابھی تک کسی کے بھی ذہن میں نہ آیا تھا۔ڈاکٹر آصف ریاض نے یہ سوال پوچھا تو سب نے پہلے اسے اور پھر ڈاکٹر زرغام چوہدری کو دیکھنا شروع کر دیا۔ڈاکٹر زرغام چوہدری نے اپنے ایک شاگرد کو بلایا اور نجانے اس کے کان میں کیا سرگوشی کی۔وہ بس سر ہلاتا ہوا میٹنگ ہال سے باہر نکل گیا۔جلد ہی وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک نہایت ہی خوش شکل اور بھر پور جسامت کا نوجوان تھا۔اس نوجوان کی نگاہیں نیچی تھیں۔شرم وحیا کا پیکر دکھائی دے رہا تھا۔

سب کو کافی حیرت ہوئی۔اسے پہچاننے میں انہیں رتی برابر بھی مشکل پیش نہ آئی کیونکہ کچھ لمحے قبل ہی ان سب نے اسے ایک بندر سے انسانی روپ دھارتے ہوئے دیکھا تھا۔جو روپ اس نے دھارا تھا۔اسی روپ میں وہ سب کے سامنے تھا۔اس کے سر پر ایک سفید ٹوپی تھی۔اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی داڑھی بھی تھی۔یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نوجوان شریعت کا پابند ہو۔ڈاکٹر زرغام چوہدری کا شاگرد اسے لیے ہوئے ڈاکٹر زرغام چوہدری کے پاس جا کھڑا ہوا۔

''یہ ہے وہ نوجوان۔''ڈاکٹر زرغام چوہدری نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

اتنی دیر میں وہ نوجوان ڈاکٹر زرغام چوہدری کا اشارہ پا کر ان کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔اس کی نگاہیں ابھی تک جھکی ہوئی تھیں۔میٹنگ ہال میں موجود سائنسدانوں کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ان کے سامنے بیٹھا نوجوان پہلے ایک بندر تھا۔وہ نوجوان نہایت ہی مہذب دکھائی دے رہا تھا۔

''سر کیا ہم اس سے کچھ سوال کر سکتے ہیں؟''ڈاکٹر انعم نعمان نے اجازت طلب نگاہوں سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈاکٹر زرغام چوہدری کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔'' ڈاکٹر زرغام چوہدری نے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

''میں نے اس نوجوان کی تربیت اپنے بچوں جیسی کی ہے۔اسے دنیا کے آداب واطوار سکھائے ہیں۔اسے بتایا ہے کہ انسانی زندگی اور جنگلات کی زندگی میں کتنا فرق ہے۔اسے اس بات کا بھی پتہ ہے کہ یہ حقیقت میں انسان نہیں ہے۔لیکن یہ اپنے خالق کا شکر گذار ہے کہ جس نے اسے انسانیت کا روپ دے کر ایک بار پھر گناہوں سے توبہ کرنے کا موقع دے دیا ہے۔اس کے بزرگوں نے اپنے وقت کے نبی کی بات نہیں مانی تھی لیکن یہ ایسا نہیں ہے۔آپ اس سے کسی بھی موضوع پر بات کر سکتے ہیں۔''

ڈاکٹر زرغام نے بات مکمل کرتے ہوئے اس نوجوان کی پشت تھپتھپائی اور پھر اس کی پیشانی چومی۔

سب کو ڈاکٹر زرغام کی اس نوجوان سے اس محبت پر بہت خوشی محسوس ہوئی۔

''اے پیارے نوجوان۔'' ڈاکٹر فہمید نے اس نوجوان کو مخاطب کیا تو وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے ابھی تک نگاہیں نیچی کیوں رکھی ہوئی ہیں۔شاید اس لیے کہ تمہیں ابھی تک یقین نہیں ہو رہا کہ تم انسانی روپ اختیار کر چکے ہو یا پھر کوئی اور وجہ ہے؟''

ڈاکٹر فہمید کی بات پر بھی اس نوجوان نے سر نہیں اٹھایا بلکہ نگاہیں نیچی ہی رکھی اور گویا ہوا:

''میں نگاہیں ضرور اٹھا کر بات کرتا اگر اس میٹنگ میں میری ماں بہن نہ بیٹھی ہوتی تو ضرور آپ لوگوں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرتا۔مجھے فخر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ایک سچے مسلمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس نوجوان کی بات سن کر سب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔کسی کو بھی اپنی سماعت پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ہاں مگر اس کی بات کا ایک اثر ضرور ہوا کہ میٹنگ ہال میں موجود جتنی بھی عورتیں شامل تھیں سب نے اپنے سر ڈھانپ لیے۔ڈاکٹر زرغام چوہدری سمیت سب کو عورتوں کے اس اقدام پر بہت خوشی محسوس ہوئی۔

''ہر قوم کی تباہی کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔اور سب سے بڑی وجہ عورت اور پیسہ ہوتی ہے۔میں اپنی ماں بہنوں کی دل آزاری نہیں کر رہا لیکن حقیقت بیان کر رہا ہوں کہ جس قوم میں ہوس پیدا ہو جائے وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔''

اس نوجوان نے اپنا فقرہ مکمل کیا۔سب اس کی باتوں سے بہت حد تک متاثر ہو چکے تھے۔

''تمہارا نام کیا ہے نوجوان؟''اب کی بات ڈاکٹر کائنات خان نے سوال کیا۔

''میرا نام محمد قربان ہے۔''نوجوان نے جواب دیا۔

''یہ نام مجھے بے حد پیارا ہے۔اور میری خواہش ہے کہ میں اپنے آقا ﷺ پر قربان ہو جاؤں۔اور ثابت کر دوں کہ قربان اپنے آقا و مولی ﷺ پر قربان ہو گیا۔''

نوجوان کے لہجے کی مٹھاس نے سب کو بہت زیادہ متاثر کیا تھا۔انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی جانور سے نہیں بلکہ ایک مہذب اور عالم دین سے بات کر رہے ہوں۔

''تمہارے لیے اس دنیا میں سب سے زیادہ قدر و منزلت کس کی ہے؟''ڈاکٹر بلال اسلم نے پوچھا۔

''میرے پیارے والدین اور بہن بھائیوں کی۔''نوجوان نے اسی انداز میں جواب دیا۔

''یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم اب ایک انسان بن چکے ہو اور وہ ابھی تک جانور ہی ہیں؟''ڈاکٹر بلال

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اسلم نے دوبارہ پوچھا۔

''یہ ایک الگ بات ہے لیکن وہ میرے والدین ہیں۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

''بہت جلد میں انہیں بھی اپنے جیسے بناؤں گا۔ میں اپنے پورے قبیلے کو اسلام کے لیے وقف کروانے کی اپیل کر چکا ہوں۔ ہم لوگ جانور ضرور ہیں لیکن بے رحم اور ظالم نہیں ہیں۔ ہمارے دلوں میں دوسروں کے لیے احساس ہے۔ انسانوں کے جیسے پیسے اور جاہ وجلال کے لالچی نہیں ہے۔ ہماری زندگیاں جنگلات میں گزری ہیں۔ ہم اونچ نیچ برداشت کرنے والے ہیں۔ اگر ایسا وقت آن پڑے جب حالات بہت زیادہ خراب ہو جائیں تو ہم پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ اور مجھے فخر ہے کہ یہ سب باتیں مجھے ڈاکٹر زرغام چوہدری صاحب نے سمجھائیں ہیں۔

اسلام دنیا کا ایک ایسا مذہب ہے۔ جہاں انسان کو اپنی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ اسے پتہ چلتا ہے کہ اس پیدا کرنے کی اصل وجہ کیا ہے۔ میں شکر گزار ہوں ان کا کہ انہوں نے مجھے آخری نبی ﷺ کے دین کی خدمت کرنے کا نادر موقع عطا فرمایا ہے اور جس حد تک ممکن ہو سکا۔ میں اس ملک کی حفاظت کے لیے اپنی تن من دھن کی قربانی تک دینے سے دریغ نہیں کروں گا۔ میں ان لوگوں کے دانت کھٹے کر دوں گا جو اس ملک کی ساکھ کو مسلسل نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جو مسلمانوں کے لیے کانٹے بچھا رہے ہیں۔

ان جاہلوں کو اصل میں یہ نہیں پتہ کہ وہ مسلمانوں سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب ﷺ سے کھلم کھلا جنگ کر رہے ہیں۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ بدی کبھی جیت نہیں سکتی۔ جیت ہمیشہ نیکی کی ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ ان باتوں کو سمجھتے نہیں ہے اور جو سمجھ جاتا ہے۔ وہ ایسی حرکتیں کرتا نہیں ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اتنا کہہ کر نوجوان سب کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کر کے چپ ہو گیا۔ جہاں انہیں ڈاکٹر زرغام چوہدری کے اس تجربے پر خوشی ہو رہی تھی۔ وہاں انہیں اس نوجوان سے باتیں کرتے ہوئے کچھ شرمندگی بھی محسوس ہو رہی تھی کہ وہ نوجوان کس قدر شریعت کا پابند ہے۔ خود ڈاکٹر زرغام چوہدری بھی شریعت کے پابند انسان تھے۔ انہوں نے اسے بھی اپنے سانچے میں ڈھالا تھا۔

''ڈاکٹر زرغام چوہدری صاحب کی تمہاری زندگی میں کیا اہمیت ہے؟'' ڈاکٹر آصف ریاض نے پوچھا۔

''ڈاکٹر زرغام چوہدری صاحب میرے لیے بہت ہی قابل عزت ہیں۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

''میں اگر اپنے والدین کے بعد کسی شخص کی سب سے زیادہ عزت کرتا ہوں تو وہ ڈاکٹر زرغام چوہدری صاحب ہیں۔ جنہوں نے مجھے حقیقی دنیا سے متعارف کروایا۔ مجھے اس دنیا میں جینے کے آداب واطوار سے متعارف کروایا۔ میرے لیے نہ صرف ایک استاد کی مانند ہیں بلکہ ایک عظیم محسن بھی ہیں۔ جنہوں نے مجھے جینے کے آداب سکھائے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں بتایا۔''

''اب تم جا سکتے ہو میرے بچے۔'' ڈاکٹر زرغام چوہدری نے اس نوجوان محمد قربان کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا اور وہ چپ چاپ وہاں سے اٹھا اور اسی نوجوان کے ساتھ باہر نکل گیا جس کے ساتھ میٹنگ ہال میں داخل ہوا تھا۔

''سر آپ نے تو حقیقت میں کمال کر دیا ہے۔'' ڈاکٹر فہمید نے تعریفانہ انداز میں کہا۔

''واقعی سر یقین نہیں ہو رہا۔'' ڈاکٹر بلال اسلم نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

''یہی تو میں بھی چاہتا ہوں۔'' ڈاکٹر زرغام چوہدری گویا ہوا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''چاہے کوئی بھی جانور ہو ہم اسے اپنے جیسی تہذیب وثقافت سے متعارف کروا سکتے ہیں۔بے شک اس کام میں ٹائم لگتا ہے۔لیکن یہ بات تو واضح ہے کہ ہر کام ٹائم مانگتا ہے اور اسے جتنا ٹائم دو گے وہ اتنا ہی تمہارے لیے فائدہ مند ہوگا۔''

جلد ہی میٹنگ ختم کردی گئی۔ڈاکٹر زرغام چوہدری نے سب کو اس فارمولے سے آگاہ کیا اور ساتھ ہی سب سے حلفیہ بیان لیا گیا کہ کوئی بھی اسے اپنے مفاد کے لیے استعمال نہیں کرے گا۔اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کے خلاف ہر قسم کی قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔سب نے اپنے سامنے رکھی فائلوں میں لگے حلفیہ بیان پڑھ کر دستخط کیے اور ایک ایک کر کے ساری فائلیں ڈاکٹر زرغام چوہدری کے شاگردوں نے ان کے سامنے سے اٹھا لیں۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر آصف ریاض ڈاکٹر زرغام چوہدری کی بہت عزت کرتے تھے۔ملکی ترقی میں اگر ڈاکٹر زرغام چوہدری کا نام آتا تھا تو ساتھ ہی ڈاکٹر آصف ریاض کا نام بھی ضرور شامل ہوتا تھا۔ڈاکٹر آصف ریاض نے ڈاکٹر چوہدری سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ڈاکٹر زرغام چوہدری بھی ڈاکٹر آصف ریاض کی بہت قدر کرتا تھا۔ڈاکٹر آصف ریاض کی پرانی خواہش تھی کہ اس کی اولاد بھی سائنس دان بن کر ملک وقوم کی خدمت کا عظیم فریضہ سرانجام دے۔

ڈاکٹر آصف ریاض کی بیوی نے اپنا بوتیک کا کاروبار شروع کیا ہوا تھا۔ڈاکٹر آصف ریاض کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔سب سے بڑا بیٹا لاریب ریاض تھا۔اس نے ایم کرنے کے بعد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں بطور منیجر کام کا آغاز کیا اور جلد ہی تجربہ حاصل کر کے اپنی الگ سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ایک کنسٹرکشن کمپنی رجسٹر کروالی۔ لاریب ریاض سے چھوٹا علی زیب ریاض تھا۔ جس نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسی شعبے کو اپنایا تھا۔ ڈاکٹر آصف ریاض نے اسے پوری طرح سے تیار کر کے لیبارٹری اس کے حوالے کر دی تھی۔ یہ نہیں کہ خود لیبارٹری میں نہیں جاتے تھے بلکہ اسے اپنی لیبارٹری کا انچارج بنا دیا تھا۔

چھوٹا بیٹا ہونے کے ناطے ڈاکٹر آصف ریاض نے اس پر خاصی توجہ دی تھی۔ ڈاکٹر آصف ریاض اپنے شاگردوں پر بھی ویسی ہی توجہ دیتا تھا۔ جیسی کہ اس نے اپنے بیٹے پر دی تھی۔ لیکن بیٹا ہونے کے ناطے اس نے لیبارٹری کا انچارج علی زیب لاریب کو ہی بنایا تھا۔ اب ڈاکٹر آصف ریاض کو کسی بھی قسم کی کوئی فکر نہ تھی۔ پہلے وہ کسی میٹنگ یا پارٹی میں جاتے تو انہیں خدشہ رہتا تھا کہ پیچھے کوئی مسئلہ نہ بن جائے لیکن اب وہ بے فکر ہو کر جایا کرتے تھے۔

سب سے چھوٹی بیٹی تھی۔ جس نے ایم اے انگلش کیا تھا۔ اور بطور لیکچرار خدمات سرانجام دے رہی تھی۔ اکثر و بیشتر وہ اپنی ماں کے ساتھ ان کے کاروبار میں ہاتھ بٹایا کرتی تھی لیکن وہ مستقل اس کام کو کرنے کے حق میں نہیں تھی۔

علی زیب ریاض پوری فیملی سے الگ طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے اندر لالچ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا اپنا ایک نام بنے۔ لوگ اسے اس کے نام سے پکاریں۔ یہی وجہ تھی کہ آہستہ آہستہ اس کے دل میں اپنے باپ کے لیے نفرت پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ اس نے کئی بار چاہا کہ نیشنل اور انٹرنیشنل لیول پر ہونے والی میٹنگز میں اپنے والد کے ساتھ شمولیت اختیار کرے لیکن ڈاکٹر آصف ریاض یہ کہہ کر اسے ٹال دیتے کہ اگر ہم دونوں میٹنگ میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جائیں گے تو پیچھے کا سارا دارو مدار کون سنبھالے گا۔

ایک بار جب انٹرنیشنل لیول پر ہونے والی ایک میٹنگ میں ڈاکٹر آصف ریاض کو اپنی پوری ٹیم کے ساتھ امریکہ جانا پڑا تو اس وقت تو علی زیب ریاض پھٹ ہی پڑا۔ ڈاکٹر آصف ریاض اس وقت اپنے کمرے میں اپنی بیوی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ جب اچانک ہی علی زیب ریاض اندر داخل ہوا۔ علی زیب ریاض نے تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کہیں جانے کی تیاری میں ہو۔ دونوں اسے اس طرح بن سنور کر اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گئے۔

''کہاں جا رہے ہو بیٹا؟''ڈاکٹر آصف ریاض نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''آپ کے ساتھ میٹنگ میں شامل ہونے۔''علی زیب ریاض نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

''تمہیں کس نے کہا ہے کہ تم میرے ساتھ جا رہے ہو؟''ڈاکٹر آصف ریاض کی حیرت دو چند ہو گئی۔

''کس نے کہنا ہے؟''علی زیب ریاض نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

''بس میں خود تیار ہوا ہوں۔ کیوں میں آپ کے ساتھ میٹنگ میں نہیں جا سکتا کیا؟''

علی زیب ریاض کا لہجہ اکھڑا اکھڑا ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی حیرت سے اسے تکے جا رہے تھے۔

''دیکھو بیٹا میں تمہیں ساتھ نہیں لے جا سکتا۔''ڈاکٹر آصف ریاض نے معذرت خواہانہ لہجے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں کہا۔

''ایک تو وہاں اجازت نہیں ہے اس بات کی۔ دوسرا میں نے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کیا ہوا۔تم ایسے کیسے غیر ذمہ دارانہ رویہ اپنا سکتے ہو؟''

''کیوں نہیں لے جاسکتے آپ مجھے؟''علی زیب ریاض نے پوچھا۔

''اس لیے کہ کہیں لوگ مجھے نہ جاننے لگ جائیں۔آپ تو یہی چاہتے ہیں ناں کہ ہم میں سے کسی کا اپنا نام نہ پیدا ہو۔بس ساری زندگی آپ کی وجہ سے یاد کیے جائیں۔ میں نے زندگی میں بس ایک ہی فیصلہ غلط کیا ہے۔ جو اس شعبے میں آ گیا ہوں۔ بھائی کی طرح مجھے بھی ......''

قبل اس کے کہ علی زیب ریاض اپنا فقرہ مکمل کرتا اس کی والدہ نے اسے ٹوک دیا۔

''علی زیب تمہیں تمیز نہیں ہے باپ سے بات کرنے کی۔''

''میں کوئی بدتمیزی نہیں کر رہا امی۔''علی زیب ریاض متواتر ڈھٹائی سے بولا۔

''لیکن میں ساری زندگی ایک کال کوٹھڑی میں گزارنا نہیں چاہتا۔ میں بھی لوگوں سے علیک سلیک بنانا چاہتا ہوں۔آج نہیں تو کل آخر کو یہ کام مجھے ہی سنبھالنا ہے تو کیوں یہ خواہ مخواہ مجھے دور کر رہے ہیں۔کیوں نہیں ملواتے مجھے لوگوں سے تاکہ انہیں پتہ چلے کہ ان کے بعد......''

ابھی علی زیب ریاض نے اتنا ہی کہا تھا کہ ایک زوردار طمانچہ اس کے گالوں پر پڑا۔

''تم اتنے گھٹیا طبیعت کے مالک بنو گے۔ میں نے خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔''علی زیب ریاض کی والدہ دکھ بھرے لہجے میں بولی۔

''تمہیں شرم نہیں آئی ایسی بے ہودہ بات کرتے ہوئے۔تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

علی زیب ریاض نے ماں کی بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ کھا جانے والی آنکھوں سے دونوں کو گھورتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

''آخر کیا ہوتا جا رہا ہے اسے؟'' ڈاکٹر آصف ریاض نے انگشت بدنداں ہو کر پوچھا۔

''آپ پریشان مت ہوئیے۔'' ڈاکٹر آصف ریاض کی اہلیہ نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دباتے ہوئے کہا۔

''بچہ ہے ناں۔اور بچے ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔آپ تیاری کیجئے میں سنبھال لوں گی سب کچھ۔''

''بچے ایسی باتیں نہیں کرتے بیگم۔'' ڈاکٹر آصف ریاض نے سوالیہ آنکھوں سے اپنی بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''کہا ناں آپ ٹینشن مت لیجے میں اسے سمجھاؤں گی۔'' ان کی اہلیہ نے متواتر انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

ڈاکٹر آصف ریاض نے ایک لمبی سانس خارج کی اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر قد آدم آئینے میں اپنی ٹائی ٹھیک کی۔ بیگ اٹھایا اور پھر کمرے سے نکل گئے جبکہ ان کی اہلیہ سوچوں کے بھنور میں بری طرح سے پھنس کر رہ گئی۔

دن گزرتے گئے اور علی زیب ریاض کے دل میں باپ کے لیے نفرت بڑھنے لگی لیکن اس کے بعد اس نے نہ تو کبھی باپ سے کوئی بدتمیزی کی نہ ہی کبھی کسی میٹنگ وغیرہ میں جانے کی ضد کی بلکہ اس کے دل میں ہر وقت برے برے خیالات جنم لینے لگے۔وہ ہر ممکن اپنے باپ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کو اپنے راستے سے ہٹانے پر تلا ہوا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

دکھاوے کے لیے اس نے سب کے سامنے نہ صرف باپ سے معافی مانگ لی تھی۔ بلکہ اب اس کی ہر بات کے سامنے سر تسلیم ختم کرتا تھا۔لیکن اندر ہی اندر ابلتے لاوے کو وہ باہر نکلنے سے روکے ہوئے تھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اپنے باپ سے کس طرح جان چھڑوائے۔

پھر اس دن جب ڈاکٹر آصف ریاض نے آ کر علی زیب ریاض سمیت سارے شاگردوں کو ہونے والی میٹنگ کے بارے میں بتایا تو علی زیب ریاض کی آنکھیں چمک اٹھیں۔اسے یوں لگا جیسے اس کی منزل بہت قریب آ گئی ہو۔جیسے جیسے ڈاکٹر آصف ریاض ڈاکٹر زرغام چوہدری کے نئے تجربے کے بارے میں بتا رہا تھا۔ویسے ویسے علی زیب ریاض کی آنکھیں حیرت و خوشی سے پھٹتی جا رہی تھیں۔وہ دل ہی دل میں ڈاکٹر آصف ریاض کو مارنے کا مکمل پلان تیار کر چکا تھا۔

ڈاکٹر آصف ریاض نے اس فارمولے کو اپنی حفاظت میں ہی رکھا ہوا تھا۔ڈاکٹر آصف ریاض کے آفس میں کسی کو بھی جانے کی اجازت نہ تھی۔اگر کوئی مسئلہ ہوتا یا بات پوچھنی ہوتی تو انٹرکام پر پوچھا جاتا تھا لیکن علی زیب ریاض کے آنے کے بعد یہ اجازت صرف اسے ملی تھی۔ڈاکٹر آصف ریاض کا چھوٹا سا آفس لیبارٹری کے اندر ہی ایک سائیڈ پر بنا ہوا تھا۔

علی زیب ریاض کو جب سے اس فارمولے کے بارے میں آگاہی ہوئی تھی۔اس کے اندر ایک عجیب سی بے چینی نے سر اٹھا لیا تھا۔وہ ہر صورت میں اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چاہتا تھا۔لیکن اس سے بھی خطرناک جواس نے بھیانک منصوبہ بنایا تھا۔وہ یہ تھا کہ وہ فارمولے کی وجہ سے ایک دن دنیا کاامیرترین انسان بن جائے گا۔دولت اورشہرت کی لالچ نے اسے اندھاکر کے رکھ دیا تھا۔اس کی آنکھوں کے آگے پٹی بندھ گئی تھی۔آخرایک دن اس نے ڈاکٹرآصف ریاض کیغیر موجودگی میں اس فارمولے کی کاپی حاصل کرلی۔

☆......☆......☆

ایک ساتھ ہونے والی کئی موتوں نے انسانوں میں خوف وہراس کی لہر پیدا کردی تھی۔لوگ ڈر کے مارے دن دیہاڑے ہی گھروں سے نکلنا چھوڑ چکے تھے۔پرنٹ میڈیااورالیکٹرانک میڈیانے چیخ چیخ کرپولیس کی عزت کی دھجیاں اڑانا شروع کردی تھیں۔جوابھی تک مجرم کوپکڑنے میں یکسرناکام تھی تودوسری طرف آئے روزپولیس افسران کی میٹنگز جاری ہوگئیں۔

باوجودسیکورٹی کے کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔اورمجرم اپنا کام کرجاتا تھا۔ایک بات تو واضح ہوچکی تھی کہ مجرم کانشانہ صرف ایسے لوگ تھے جن کی تجوریاں مال وزر سے بھری ہوئی تھیں۔جوغریب عوام کولوٹ لوٹ کراپنے بینک بیلنس بھررہے تھے۔اسی وجہ سے امیر طبقے میں خوف کچھ زیادہ ہی تیزی سے پھیل گیااورکچھ احباب نے تواعلیٰ حکام سے اپیل کرکے سیکورٹی مانگ لی۔

حالات یک لخت اتنے خراب ہوچکے تھے کہ کوئی راہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔مجرم کوئی انسان نہیں معلوم ہوتا تھا۔کیونکہ جس طرح وہ لوگوں کاقتل عام کرتا تھا۔یہ طریقہ کسی انسان کوزیب نہیں دیتا تھا۔مجرم مرنے والے کی تکہ بوٹی ایک کرکے رکھ دیتا تھا۔یہی نہیں مرنے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

والے کے جسم سے نہ صرف خون کا آخری قطرہ تک نچوڑلیا جاتا بلکہ اس کے جسم سے گوشت نوچا ہوا ملتا تھا۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق یہ کام کسے کتے سے مشابہ ہوتے تھے۔لیکن ایک کتے کا بھلا مال وزر سے کیالینا دینا۔دوسری طرف ڈاکٹرزرغام چوہدری کی چھٹی حس نے اسے خبردار کردیا کہ اس کے فارمولے کا غلط استعمال کیا جارہا ہے۔اعلیٰ حکام کے سامنے اس کی پیش طلبی ہوئی اور اسے فوراً میٹنگ رکھ کر سب سے سختی سے اس بارے میں پوچھنے کا حکم ملا۔

ڈاکٹرزرغام چوہدری کے پیروں تلے زمین کھسک چکی تھی۔وہ جانتا تھا کہ اگر مجرم نہ ملا تو اس کا جینا مشکل ہوجائے گا۔اس نے بڑی ضد کر کے اعلیٰ حکام سے اس فارمولے کے بارے میں اجازت طلب کی تھی۔اس نے اپنی ٹیم کی میٹنگ رکھنے سے قبل کچھ خفیہ ایجنسیوں سے رابطہ کیا اور ان کے ساتھ ایک میٹنگ رکھی۔اس میٹنگ کے اندر سات افراد کا ایک گروپ شامل ہوا۔جنہیں ڈاکٹرزرغام چوہدری نے ڈیٹیل سے ساری بات بتائی۔اورانہیں یقین دہانی کروائی کہ انہیں اپنی ٹیم پر پورا یقین ہے۔وہ ایسا نہیں کرسکتے۔یا تو کسی نے اس فارمولے کو چرایا ہے۔یا کوئی اس فارمولے کو غلط استعمال کربیٹھا ہے۔میٹنگ میں موجود افسران نے ڈاکٹرزرغام چوہدری کو ہر ممکن یقین دہانی کروائی کہ جس حد تک ممکن ہوسکا۔وہ اس کی راہنمائی کریں گے۔اس کے لیے انھوں نے تجویز پیش کی کہ پہلے ہونے والی میٹنگ کے اندر شمولیت اختیار کرنے والے تمام ممبران کی دوبارہ میٹنگ رکھی جائے اور ان سے باقاعدہ حلفاً اس بارے میں پوچھا جائے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈاکٹر زرغام چوہدری نے تمام ممبران کو ایک بار پھر ایمرجنسی میٹنگ میں بلوا لیا۔ لیکن کوئی بھی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ ان میں سے کسی نے اس فارمولے کو غلط استعمال کیا ہے۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری کو اپنی ٹیم پر مکمل اعتماد تھا۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ دولت اور شہرت کا لالچ اچھے سے اچھے انسان کی عقل نکال سکتا ہے۔

میٹنگ بنا کسی نتیجہ خیز مرحلے پر پہنچنے کے ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس بارے میں کیا ردعمل اختیار کرے۔ دوسری طرف قاتل نے ہر ایک کی ناک میں دم کر کے رکھ دیا تھا۔ پولیس نے ہر حربہ استعمال کر لیا تھا لیکن مجرم بہت چالاک تھا۔ وہ اپنا کوئی نشان نہیں چھوڑتا تھا۔ گدھے کے سر سے سینگ کی مانند غائب ہو جاتا تھا۔ آئے روز اخباروں کے پہلے صفحے پر کسی نہ کسی کی موت کا ذکر ملتا۔ میڈیا کی چیخ و پکار نے پورے ملک میں شور مچا کر رکھا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر آصف ریاض اپنی فیملی کے ساتھ مارکیٹ میں شاپنگ کے لیے گئے تھے۔ جب مجرم نے پیچھے سے حملہ بول دیا۔ ایک ساتھ کتنی ہی گولیاں ان کی کھوپڑی سمیت ان کی کمر میں پیوست کر دی گئی تھیں۔ مجرم نے اپنا چہرہ کالے رنگ کے کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ ہیوی بائیک پر سوار تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں جدید آٹومیٹک گن تھی۔ ایک ہی برسٹ نے ڈاکٹر آصف ریاض کا کام تمام کر دیا تھا۔

زمین پر گرنے سے قبل ڈاکٹر آصف ریاض نے ایک بار گھوم کر دیکھا۔ مجرم جو اس وقت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بائیک موڑ رہا تھا۔اس کی نگاہیں ڈاکٹر آصف ریاض کی نگاہوں سے ٹکرائیں۔تو اس کی آنکھوں میں حیرت اور خوف کے تاثرات ظاہر ہو گئے۔عین اسی وقت اس کی لال پیلی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔مجرم نے آخری بار ڈاکٹر آصف ریاض کو دیکھا۔جو زمین پر گر چکا تھا۔اور شاید اب تک ٹھنڈا بھی پڑ چکا تھا۔ڈاکٹر آصف ریاض کی فیملی کے گاڑی سے اترنے سے قبل ہی مجرم وہاں سے بھاگ گیا تھا۔

ڈاکٹر آصف ریاض کی موت نے شور مچا کر رکھ دیا تھا۔بھری مارکیٹ میں ڈاکٹر آصف ریاض کو اتنی بے دردی سے قتل کر دیا گیا تھا اور وہاں ان کی مدد کرنے کو کوئی نہیں پہنچا تھا۔اتفاق سے مارکیٹ کے شروع میں ہی ایک ساتھ دو بینک تھے۔لیکن ان کے گارڈز بھی ڈاکٹر آصف ریاض کی مدد کے لیے نہیں دوڑے تھے۔جس کی وجہ سے میڈیا نے ان بینک منیجران کو بھی انڈر پوائنٹ کر دیا تھا کہ ان کے گارڈز رکھنے کا کیا فائدہ۔بھری مارکیٹ میں مجرم اپنا کام کر کے جا رہا ہے اور کوئی مقتول کی مدد کرنے والا نہیں ہے۔

سی سی ٹی وی کیمروں میں مجرم کی ویڈیو محفوظ ہو گئی تھی۔لیکن مجرم کے بارے میں کچھ واضح معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

علی زیب ریاض اس وقت ٹی وی چلا کر نیوز سن رہا تھا۔جیسے ہی اسے ڈاکٹر آصف ریاض کی موت کی خبر ملی۔اس کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ ظاہر ہو گئی تھی۔اس نے سوچ لیا تھا کہ اسے اگلا کون سا کام کرنا ہے۔

اس وقت علی زیب ریاض اپنے گھر کے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا۔لیکن شاید اسے اس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بات کا احساس نہیں تھا کہ اس کی زندگی کے دن بھی پورے ہو چکے تھے۔موت اس کے سر پہ پہنچ چکی تھی۔ سرسراہٹ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور عین اس وقت جب وہ گردن گھما کر پیچھے دیکھنے لگا۔کسی نے سرعت سے اس کے گلے میں رسی ڈال کر زور لگانا شروع کردیا۔

علی زیب ریاض اپنے بچاؤ کے لیے لاکھ ہاتھ پاؤں مار رہا تھا لیکن اس کی کوئی بھی کوشش کامیاب نہیں جارہی تھی۔مجرم کا چہرہ اس کے سامنے تھا اور اسے یقین نہیں ہورہا تھا۔اسے ابدی نیند سلانے والا اس کے ہاتھوں سے ہی انسانی روپ دھارنے والا مجرم تھا۔جس کی آنکھوں میں اس کے لیے انتہائی نفرت کے آثار نمایاں تھے۔

جلد ہی علی زیب ریاض کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔مجرم نے رسی علی زیب ریاض کے گلے میں ہی چھوڑدی۔ اور ایک طرف رکھے فون کی طرف بڑھا۔فون اٹھا کر اس نے کان سے لگایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

''ہیلو۔'' دوسری طرف سے فوراً کال اٹھائی گئی۔

''مجھے ڈاکٹر زرغام چوہدری سے بات کرنی ہے۔'' قاتل نے فوراً ہی کہا۔

''ہاں جی بول رہا ہوں۔'' دوسری طرف سے جواب ملا۔

''یقیناً آپ اس مجرم کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔جس نے اس شہر میں ہلہ گلہ مچا رکھا ہے اور ڈاکٹر آصف ریاض جیسے شریف النفس انسان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے؟'' بولنے والے قاتل نے ڈاکٹر زرغام چوہدری سے پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''تم کون بول رہے ہو؟'' ڈاکٹر زرغام چوہدری نے برجستہ پوچھا۔

''وہی جس کی تعریف کرر ہا ہوں۔'' قاتل نے دھیمے سے لہجے میں کہا۔

''تم بچو گے نہیں۔'' ڈاکٹر زرغام چوہدری دانت پیستے ہوئے بولا۔

''اب مجھے بچنے کا شوق بھی نہیں رہا ڈاکٹر۔'' قاتل نے پھیکے سے لہجے میں جواب دیا۔

''اگر تم مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو تو ڈاکٹر آصف ریاض کے گھر چلے آؤ۔ میں اس کے گھر کی چھت پر تمہیں ملوں گا۔ ہاں سنو میں نے ایک اور قتل کر دیا ہے۔ اگر اسے قتل نہ کرتا تو مجھے کئی قتل کرنے پڑتے۔''

اتنا کہہ کر قاتل نے کال کاٹ دی۔ قاتل پیچھے کی طرف مڑا اور کھا جانیوالی آنکھوں سے علی زیب ریاض کے مردہ جسم کو گھورنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں علی زیب ریاض کے لیے بہت زیادہ نفرت تھی۔ تبھی قاتل کی نگاہیں علی زیب ریاض کے پیچھے والی دیوار پر لگی ڈاکٹر آصف ریاض کی تصویر پر نگاہیں جم گئی۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ اس تصویر کے قریب پہنچا۔ تصویر کے قریب پہنچ کر اس نے تصویر کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے۔

''میں آپ کا مجرم ہوں۔'' اس نے روتے ہوئے کہا۔

''لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ میں ...... میں اپنے ہی محسن کو مارر ہا ہوں ...... میں تو آپ پر جان نچھاور کرنا چاہتا تھا لیکن ...... لیکن افسوس کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے ...... آپ کی جان لے لی۔''

وہ زاروقطار رو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ عین اسی لمحے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈاکٹر آصف ریاض کے گھر کے باہر اسے پولیس وین کے سائرن کی بازگشت سنائی دی۔ایک ساتھ کئی پولیس کی گاڑیاں پہنچ چکی تھیں۔اس نے دائیں ہاتھ کے کف سے اپنا منہ صاف کیا اور سیڑھی کی طرف بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

ڈاکٹر زرغام چوہدری نے فون رکھتے ساتھ ہی فوراً پولیس کمشنر اے بی شاہین کو کال کی اور اسے ساری بات سے آگاہ کیا۔تھوڑی ہی دیر میں پولیس کی گاڑیاں ڈاکٹر زرغام چوہدری کے گھر کے سامنے تھیں۔ڈاکٹر زرغام چوہدری کمشنر کے ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھ گیا۔پولیس کی گاڑیاں تیزی سے ڈاکٹر آصف ریاض کے گھر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔جہاں قاتل نے اپنی موجودگی کی خبر دی تھی۔

فوراً ہی ڈاکٹر آصف ریاض کے گھر کو مسلح پولیس اہلکاروں نے گھیرے میں لے لیا۔گھر کا دروازہ کھلا تھا۔ڈاکٹر آصف ریاض کے گھر کی سیکورٹی پر موجود افراد ہسپتال جا چکے تھے۔جہاں ڈاکٹر آصف ریاض کا پوسٹ مارٹم ہو رہا تھا۔پولیس اہلکار اندر داخل ہونا شروع ہو گئے۔

کمشنر اے بی شاہین نے ایک پسٹل ڈاکٹر زرغام چوہدری کو بھی تھما دیا تھا تاکہ بوقت ضرورت وہ اسے اپنی حفاظت کے لیے استعمال کرے۔جیسے ہی پولیس اہلکار مین دروازے سے اندر داخل ہوئے۔انہیں فوراً ہی علی زیب ریاض کی صوفے پر مردہ لاش مل گئی۔جس کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔علی زیب ریاض کی آنکھیں خوف وحیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔ڈاکٹر زرغام چوہدری نے آگے بڑھ کر اس کی آنکھیں اپنے ہاتھ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سے بند کیں۔

''مجرم نے ایک ساتھ ہی گھر کے دو اہم افراد کو ابدی نیند سلا دیا ہے۔'' کمشنر اے بی شاہین نے ڈاکٹر زرغام چوہدری کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''کیا کہہ سکتا ہوں۔'' ڈاکٹر زرغام چوہدری نے بے چارگی کے عالم میں جواب دیا۔

''ہمیں چھت پر چلنا چاہیے۔ وہ خبیث وہیں ہوگا۔''

ڈاکٹر زرغام چوہدری، کمشنر اے بی شاہین اور کچھ مسلح نوجوان چھت کی طرف لپکے۔ کچھ نیچے ہی ادھر ادھر پھیل گئے تھے۔ جبکہ دو نوجوانوں نے علی زیب ریاض کے جسم کو سیدھا کر کے صوفے پر ہی لٹا دیا تھا لیکن ابھی تک اس کے گلے سے رسی نہیں نکالی گئی تھی۔

سب سے آگے کمشنر اے بی شاہین اور اس کے پیچھے اس کے مسلح جوان تھے۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری کو سب سے آخر میں رکھا گیا تھا۔ جلد ہی وہ چھت پر پہنچ گئے۔ اور اگلا منظر دیکھ کر ان کی حیرت ہویدا رہ گئی۔ چھت پر ایک نوجوان سیڑھیوں کی طرف پشت کیے ہوئے کھڑا تھا۔ وہ جنگلے پر ہاتھ ٹکائے باہر دیکھ رہا تھا۔

''ہینڈز اپ۔'' کمشنر اے بی شاہین نے اسے مخاطب کرتے ہوئے خبردار کیا۔

لیکن اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ سب اس کے اردگرد پھیل چکے تھے۔ اس نے مڑ کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا تھا۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری نے بھی اپنے پسٹل کا رخ اس کی طرف کر کے ٹریگر پر انگلی رکھ لی تھی۔

''میں مجرم نہیں تھا نہ ہی احسان فراموش تھا۔'' ان کی طرف دیکھے بغیر وہ نوجوان گویا ہوا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''میں ایک کتا تھا...... کتا...... جب میں چھوٹا تھا تو ایک دن گلی میں آوارہ کتوں نے مجھے کافی بہت مارا پیٹا حتیٰ کہ لہولہان کر دیا...... عین اس وقت ڈاکٹر آصف ریاض وہاں سے گزرے اور انہوں نے مجھ پر رحم کھایا اور مجھے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھا کر ہسپتال لے گئے اور وہاں سے میری مرہم پٹی کروائی...... میں ان پر جان نچھاور کرنا چاہتا تھا۔ان کے احسانوں کا بوجھ کبھی نہیں اتار سکتا تھا۔

لیکن دوسری طرف ان کی اپنی ہی اولاد ان کی جان کی دشمن بنی ہوئی تھی...... مجھے کتے سے انسانی روپ دے کر مجھ سے لوٹ مار کروائی گئی......قتل عام کروایا گیا اور یوں انسانی خون میری زبان سے لگ گیا اور میں اس کا عادی ہو گیا......لیکن میں کسی بھی طور ڈاکٹر آصف ریاض یا اس کی فیملی کا مجرم نہیں بن سکتا تھا...... مجھے یہ کہا گیا کہ میں مارکیٹ میں جاؤں جہاں LHN 3152 گاڑی کا انتظار کروں اور اس کے ڈرائیور کو موت کے گھاٹ اتار دوں......لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ میری گولیوں کا نشانہ میرا محسن بن جائے گا۔''

اتنا کہہ کر وہ نوجوان چپ ہو گیا اور اس نے زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ یہ سب کچھ کمشنر اے بی شاہین کی سمجھ سے باہر تھا۔لیکن ڈاکٹر زرغام چوہدری یہ سب کچھ سن کر حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ ڈاکٹر آصف ریاض کی موت کے لیے اتنا بڑا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔

''کس نے تمہیں حکم دیا تھا؟'' پہلی بار ڈاکٹر آصف ریاض نے سوال داغا۔

''جس کی لاش آپ لوگوں کو نیچے مل چکی ہے۔'' اس نوجوان نے مڑ کر دیکھے بنا جواب دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس نوجوان کا جواب سن کر ڈاکٹر زرغام چوہدری کے پیروں تلے زمین سرک گئی۔ گویا ڈاکٹر آصف ریاض کی موت کا ذمہ داران کا اپنا ہی بیٹا تھا۔ ڈاکٹر زرغام چوہدری کو اپنی سماعت پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ ان کی شہد رنگ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر آصف ریاض کے ساتھ ان کے کافی قریبی تعلقات تھے۔ ڈاکٹر آصف ریاض ڈاکٹر زرغام چوہدری کی بہت عزت کرتے تھے اور یہی بات ڈاکٹر زرغام چوہدری کو بہت بھاتی تھی۔

دوسرے ہی لمحے ڈاکٹر زرغام چوہدری کے پسٹل نے ایک ساتھ چھ فائر نکالے۔ کوئی فائر اس نوجوان کی کھوپڑی میں لگا تو کوئی اس کی کمر سے پار ہوگیا۔ عین اسی طرح جیسے ڈاکٹر آصف ریاض کو پشت کی طرف سے فائر مارے گئے تھے۔ جن میں سے ایک فائر ڈاکٹر آصف ریاض کی کھوپڑی کے آر پار ہوگیا تھا۔

نوجوان نے پہلی بار مڑ کر دیکھا۔ وہ نہایت ہی خوبصورت نوجوان تھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی خوبصورتی تھی۔ اس نے مشکور نگاہوں سے ڈاکٹر زرغام چوہدری کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے دھڑام سے چھت کے فرش پر جا گرا۔

''یہ کیا کیا آپ نے؟'' کمشنر اے بی شاہین نے ڈاکٹر زرغام چوہدری سے پوچھا۔

''اور کیا کرتا؟'' ڈاکٹر زرغام چوہدری نے اپنے ہاتھ کمشنر اے بی شاہین کے سامنے کھڑے کرتے ہوئے کہا تاکہ وہ اسے ہتھکڑی پہنا سکے۔

''ہتھکڑیاں مجرموں کے لیے ہوتی ہیں ڈاکٹر صاحب آپ جیسے انصاف پسند اور محبت وطن لوگوں کے لیے نہیں۔'' کمشنر اے بی شاہین نے جواب کہا اور ڈاکٹر زرغام چوہدری کے ہاتھوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کو نیچے کر دیا۔

کمشنر اے بی شاہین نے فون پر ایمبولینس کا آرڈر دیا۔ایک ساتھ دو ایمبولینس ڈاکٹر آصف ریاض کے گھر کی طرف آرہی تھی۔ابھی تک ڈاکٹر آصف ریاض کی فیملی کو اس بات کی خبر نہیں ہوئی تھی کہ علی زیب ریاض اپنے منطقی انجام کو پہنچ چکا ہے۔

ڈاکٹر زرغام چوہدری نے کمشنر اے بی شاہین سے اجازت طلب کی اور ایمبولینس میں خود بھی ساتھ جانے کا کہا تا کہ وہ جا کر ڈاکٹر آصف ریاض کی فیملی کو ساری حقیقت سے آگاہ کر سکے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)
محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

بلیدان

تحریر: حافظ محمد بلال اسلم

''ارسلان بیٹا کیا بات ہے۔ اتنے اداس کیوں بیٹھے ہو؟'' ارسلان کی ماں نے اس کے کمرے میں آکر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''میں دیکھ رہی ہوں کہ تم کچھ دنوں سے خاصے پریشان دکھائی دے رہے ہو؟''

''نہیں امی کچھ نہیں بس آپ تردد مت کیجیے۔'' ارسلان نے جواب دیا۔

''کیا واقعی تم مجھے نہیں بتاؤ گے؟'' ارسلان کی ماں نے استفسار کرتے ہوئے کہا۔

''امی وہ کالج والے ٹور پر جا رہے ہیں۔'' ارسلان نے بتانا شروع کیا۔

''میرے سب دوست بھی جا رہے ہیں۔ اور سب مجھے کہتے ہیں کہ ساتھ آؤ اور جب میں ساتھ نہ جانے کا کوئی بہانہ کرتا ہوں تو وہ مجھے طعنے دیتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں کہ میں اخس (کنجوس) ہوں۔ اس لیے نہیں جا رہا۔''

ارسلان کا لہجہ نم آلود تھا۔ اس کی ماں کا دل اس کی بات سن کر بھینچ کر مٹھی میں آ گیا۔

''بس اتنی سی بات پر تم منہ لٹکائے بیٹھے ہو؟'' ارسلان کی ماں نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

''جلدی سے تیاری کرو اور کالج جا کر ٹور لسٹ میں اپنا نام درج کرواؤ اور پیسوں کی تو بالکل ہی چنتا مت کرو۔''

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس کی ماں اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھی جبکہ اس کی آنکھیں خلا میں کسی نقطے پر مرکوز تھیں۔ارسلان جسے سب پیار سے شانی کہتے تھے۔ ماں کی بات سن کر اسے انگشت بدنداں آنکھوں سے دیکھنے لگا۔اسے واقعی ماں سے اس جواب کی توقع نہ تھی۔

''مگر ماں ......''ارسلان نے بولنا چاہا لیکن اس کی ماں نے اسے چپ کروا دیا۔

''جو کہا ہے وہ کرو۔''اس کی ماں نے اسے پیار سے گلے لگا کر کہا۔

''اٹھو اور ناشتہ کر کے کالج جاؤ۔فوراً لسٹ میں اپنے نام کا اندراج کرواؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ نشستیں پوری ہو جائیں اور تم دیکھتے رہ جاؤ۔ میں تمہارے کپڑے وغیرہ سب کچھ پریس کر دوں گی آج ہی۔ کتنے دن رہتے ہیں ٹوور پر جانے کے؟''

''سات دن۔''شانی نے مختصراً بتایا اور سوالیہ نگاہوں اپنی ماں کو دیکھا۔

''او کے۔''اس کی ماں اس کے بال سہلاتے ہوئے بولی۔

''جلدی سے ناشتہ کر کے نیچے آؤ۔اب دیر مت کرنا۔''

شانی کی ماں اسے ہدایت کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔شانی خوشی سے پھولے نہ سما پا رہا تھا۔وہ خوشی سے باغ باغ ہو گیا تھا۔خوشی سے اچھلتے کودتے وہ باتھ روم میں داخل ہو گیا۔ زندگی میں آج پہلی بار وہ اتنا زیادہ خوش ہوا تھا۔اسے ابھی تک یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کالج ٹرپ کے ساتھ جائے گا۔اس کے باپ کی وفات کے بعد حالات کی بدلتی کروٹ نے دونوں ماں بیٹے کو جیسے جیسے حالات سے دوچار کیا تھا۔یہ تو وہی دونوں جانتے تھے مگر حالات کے آگے ہتھیار ڈالنے کی بجائے مسز احسان نے دن رات محنت کرنے اپنے بیٹے کے اچھے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مستقبل کے لیے لوگوں کے کام کاج کر کے، کپڑے سلائی وکڑھائی کر کے حالات کا مقابلہ کیا۔وہ صرف اپنے بیٹے کا اچھا مستقبل دیکھنے کی خواہاں تھی۔

شانی دن رات محنت کرہا تھا۔وہ اپنی ماں کو سکھی دیکھنا چاہتا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد پڑھ لکھ کر اچھی سی جاب حاصل کر کے اپنی ماں کی مشقتوں کو ختم کرنا چاہتا تھا۔اس نے کئی بار پارٹ ٹائم جاب کرنے کی سعی کی لیکن اس کی ماں نے اسے سختی سے منع کر دیا اور تنبیہہ کی کہ ابھی تمہیں کام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ کام کی بجائے پڑھائی کی طرف توجہ دو تا کہ اچھے نمبرز حاصل کر کے اچھی سی جاب حاصل کر سکو۔

شانی نے انٹر بھی اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا۔جس کی وجہ سے یونیورسٹی میں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔

کالج میں یادگار کے طور پر سٹوڈنٹس اور ٹیچرز نے ایک ٹوور کا ارادہ بنایا تھا تا کہ ان یادگار لمحوں کو ہمیشہ کے لیے یاد رکھا جائے۔یہ ٹوور پندرہ دن کا تھا۔جس کے لیے اسپیشل ایک کالج بس بک کر لی گئی تھی۔اتفاق سے وہاں ساتھ جانے والی ایک ٹیچر کے قریبی رشتے دار کی ایک عالیشان حویلی خالی پڑی تھی۔جس کی وجہ سے ٹوور کے پندرہ دن وہیں گزارنے کا ارادہ بنایا گیا تھا۔یہ ٹوور مری جیسے خوبصورت علاقے میں جا رہا تھا تا کہ فل انجوائے کیا جا سکے۔اسی ماہ کی چودہ تاریخ کو یہ ٹوور روانہ ہونا تھا۔اس ٹوور پر جانے کی مکمل تیاری کی جا رہی تھی۔

☆......☆......☆

سب دوست کینٹین میں بیٹھے آنے والے حالات کے بارے میں ڈسکس کر رہے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھے۔ یہ ٹوٹل نو دوست تھے۔اس ٹوور پر ٹوٹل تیرہ لوگ تھے۔جن میں نو طالب علم اور چار ٹیچرز تھے۔جن کے نام امجد، افضل، آصف، مقصود، ارسلان، جمیل، عالیہ، کائنات اور نازیہ جبکہ ٹیچرز میں ٹیپو، حفیظ، قیصر اور میڈم انیلہ شامل تھی۔اس وقت سب ان پندرہ دنوں کے بارے میں پلاننگ کرر ہے تھے۔لڑکیوں کی باتیں تو ڈریس اور میک اپ سے شروع ہو کر انہی پر ختم بھی ہو رہی تھیں جبکہ کوئی لڑکا ڈیجیٹل کیمرہ، کوئی کچھ تو کوئی کچھ لانے کا کہہ رہا تھا جبکہ شانی کے مائنڈ میں ایک بات ہتھوڑے کی مانند برس تھی اور وہ یہ تھی کہ اس کی ماں آخر کس طرح اس کے لیے پیسوں کا ارینج کیسے اور کہاں سے کرے گی؟ اسے پیہم خیالات کی دنیا میں گم دیکھ کر بالآخر جمیل نے اسے مخاطب کیا:

''کیا ہوا شانی۔تم اتنے مضطرب کیوں دکھائی دے رہے ہو......؟ لگتا ہے کہ تم خیالات میں مری پہنچ بھی گئے ہو۔یار صبر کرو تھوڑے دن رہ گئے ہیں۔ہم نے تمہارے ساتھ جانا ہے۔ہمیں بھی ساتھ لیتے جاؤ۔''

جمیل کی بات سن کر ساتھ بیٹھے سب دوست کھلکھلا کر ہنس دیئے جبکہ ارسلان زیر لب مسکرا دیا لیکن یہ مصنوعی مسکراہٹ اس کے اندرونی اضطراب میں کمی نہ پیدا کر سکی۔

''لگتا ہے صاحب بہادر کسی اور ہی سوچ میں گم ہیں۔'' اب کی بار کائنات نے لقمہ دیا۔

''لگتا ہے یہ کسی اور کی سوچوں میں گم ہے اور اس کے بغیر جانے سے پریشان ہے تو کوئی بات نہیں اسے بھی ساتھ لیتے جائیں گے۔''

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' شانی نے زیر لب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''میں تو بس تم لوگوں کی باتیں سن رہا ہوں، میں تو بس اس لیے پریشان ہوں کہ میرے بعد میری امی کافی اکیلی ہو جائے گی۔ میں اپنی ماں اور میری ماں میرے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔''

''کیا واقعی ماں کی وجہ سے پریشان ہو؟'' امجد نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یا پھر اپنی محبوبہ کی وجہ سے۔ اگر محبوبہ کی وجہ سے ہو تو اسے بھی ساتھ لیتے آؤ ممکن ہے مری دیکھ کر شادی کے بعد اس کا ہنی مون کے لیے مری کا ہی ارادہ بن جائے۔''

''میں آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' شانی نے جان چھڑانے کے لیے کہا۔

''میں ایک بار بتا چکا ہوں کہ میں اپنی ماں کی وجہ سے پریشان ہوں کہ وہ تن تنہا رہ جائیں گی۔''

اتنا کہہ کر شانی نے چپ سادھ لی۔ اس کے دوستوں نے بھی اس ٹاپک پر مزید لب کشائی کرنے سے پرہیز کر لیا۔ شانی انہیں کیا بتاتا کہ وہ اپنی ماں کے اکیلے پن کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے پریشان تھا کہ اس کی ماں اس کے لیے پیسوں کا انتظام کیسے کرے گی؟

ناصرہ اس کی ماموں زاد تھی۔ اس کے ماموں کے حالات بھی انہی جیسے ہی تھے۔ اور ویسے بھی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ناصرہ اس کی منگیتر تھی اور تعلیم مکمل ہوتے ساتھ ہی دونوں کی شادی ہو جانی تھی۔ ناصرہ نے ایف ایس کر کے ایل ایچ وی کا کورس کیا ہوا تھا۔ ناصرہ ایک قریبی پرائیویٹ ہسپتال میں جاب کرتی تھی جبکہ سیکنڈ ٹائم گھر میں ہی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کلینک بنایا ہوا تھا۔جس کی وجہ سے اسے اچھی خاصی آمدن حاصل ہو جاتی تھی۔ناصرہ کی ماں سدرہ بی بی گھر کی چار دیواری تک محدود تھیں۔گھریلو کام کاج تک ہی وہ محدود تھیں۔ناصرہ کے دو بھائی علی اور صائم بھی تھے۔علی میٹرک جبکہ صائم نویں کلاس کا طالب علم تھا۔

ناصرہ اتنا کچھ کما رہی تھی کہ نہ صرف اپنا اور اپنے دونوں بھائیوں کا اس نے خرچہ اٹھا رکھا تھا بلکہ گھر کے دیگر چند اخراجات میں بھی وہ اپنے والدین کے ساتھ معاونت کرتی تھی۔یہی وجہ تھی کہ اس کے باپ نے اس کا رشتہ اپنے بھانجے سے طے کر دیا تھا۔تاکہ مشکل حالات میں دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کا آسرہ بن سکیں۔ناصرہ کا باپ شروع سے ہی اپنی بہن اور بھانجے کے لیے جو کچھ کر سکتا تھا کرتا تھا۔

☆......☆......☆

چائے کا کپ پی لینے کے بعد شانی اٹھ کر وہاں سے چل دیا تھا جبکہ دوست ابھی تک وہیں بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔شانی چھٹی کے بعد گم سم گھر کی طرف جا رہا تھا۔نجانے کیوں اسے اپنے قدم منوں وزنی معلوم ہو رہے تھے۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ گھر کیسے جائے......؟

ممکن ہے اس کی ماں نے اس کا دل رکھنے کی غرض سے اس کی ڈھارس بندھائی ہو اور اگر اب اس کے پاس پیسے نہ ہوئے تو وہ اپنے بیٹے سے آنکھیں نہیں ملا پائے گی۔شانی کا دل کر رہا تھا کہ وہ بلک بلک کر رو پڑے۔اس نے ایسی بات ہی کیوں کر دی تھی۔جو نا ممکن ہی نہیں بلکہ بالکل ہی ناممکن تھی۔

اس کی آنکھوں کے سامنے رہ رہ کر ماں کا خجالت بھرا چہرہ آ رہا تھا۔دھیرے دھیرے قدم

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اٹھاتا بالآخروہ اپنے گھر کے سامنے پہنچ گیا۔وہ باربارسوچ رہاتھا کہ گھر کے اندرداخل ہویانہیں ......؟

☆......☆......☆

مسزاحسان کنگن ہاتھ میں لیے مضطرب بیٹھی تھی۔یہ کنگن اس کے شوہراحسان نے اسے سہاگ رات کومنہ دکھائی کاتحفہ دیا تھا۔اتناعرصہ بیت گیا تھااس کے باوجوداس نے ہتھیلی کے آبلے کی طرح اس کنگن کی حفاظت کی تھی۔مگرآج بیٹے کی خوشی کے لیےاسے بیچنا مجبوری بن گئی تھی۔وہ بیٹے کوکالج بھیجنے کے بعدفوراََ جیولری شاپ پرگئی اور بادل ناخواستہ اس کنگن کوفروخت کردیا۔

وہ کنگن پورے پینتالیس ہزارمیں فروخت ہوا۔کنگن فروخت کرتے وقت باربارمسزاحسان کی آنکھوں سے اتھرونکل رہے تھے۔وہ بارباراپنے جذبات کوکنٹرول کرنے کی کوشش کررہی تھی۔دکان داربھی اس کی آنکھوں میں چمکتے گوہرہائے آبداروا ضح طورپردیکھ چکا تھا۔

’’کیابات ہے بہن جی خیریت توہے ناں آپ کافی پریشان دکھائی دے رہی ہیں؟‘‘دکاندارنے بالآخرپوچھ ہی لیا۔

’’کچھ نہیں بھیاپلیزتھوڑی جلدی کریں مجھے لیٹ ہورہی ہے۔‘‘مسزاحسان نے اپنے جذبات کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

دکاندارنے بحث کرنا بہترنہ سمجھی اور پیسے گن کرمسزاحسان کے ہاتھوں میں تھمادیئے۔مسز

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

احسان پیسے لے کر مارکیٹ پہنچ گئی جہاں اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے تین تین نئی پینٹ شرٹس خریدیں۔ بے شک اس کا دل کرچیاں کرچیاں ہو چکا تھا۔لیکن بیٹے کی خوشی سے زیادہ اسے کچھ بھی قیمتی اور پیارانہ تھا۔گھر پہنچ کر اس نے سارے پیسے احتیاط سے رکھ دیئے اور خود صوفے پر تقریباً ڈھے سی گئی۔اس کے بیٹھنے کی دیر تھی کہ ماضی کی تکلیف دہ اور کرب بھری یادوں نے اس پر حملہ کردیا۔وہ ماضی کی گل وگلزار سے بھری یادوں کی دلدل میں پھنستی چلی گئی۔ ماضی کی جان لیوا یادوں نے اسے بری طرح سے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔

☆......☆......☆

فائزہ اور احسان کی مند پسند شادی ہوئی تھی۔فائزہ کے والدین مڈل طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔جبکہ احسان کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔فائزہ کے والدین اس کے بھائی بلاول کے پاس رہتے تھے۔فائزہ اور بلاول دو ہی بہن بھائی تھےاور دونوں ہی کافی پیار تھا بلکہ سارے گھرانے میں کافی پیار تھا۔

یہی نہیں بلاول کی اہلیہ بھی بہت اچھی ثابت ہوئی تھی۔وہ بلاول کے والدین کی خدمت اپنے والدین کی طرح کرتی تھی۔احسان اپنا ذاتی بزنس کرتا تھا۔فائزہ اس کے دفتر میں بطور سیکریٹری کام کرتی تھی۔فائزہ کا حسن و جمال اپنی مثال آپ تھا۔احسان بھی پہلی نظر میں اس کا گرویدہ ہو گیا تھا۔احسان نے کافی سوچ بچار کے بعد بالآخر ایک دن اسے ایک ہوٹل میں لے جا کر کھانا کھاتے ہوئے پرپوز کیا تھا۔

''کیا ہوا تم نے کوئی جواب نہیں دیا......؟''فائزہ کو پریشان دیکھ کر احسان نے پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کیا میرا پرپوز کرنا اچھا نہیں لگا یا پھر تم آل ریڈی کسی میں انٹرسٹڈ ہو؟''

''ایسی بات نہیں ہے سر۔'' فائزہ نے بتایا

''مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں آپ کو کیا جواب دوں۔کہاں آپ اور کہاں میں۔زمین وآسمان کو یکجا کرنے والی بات ہے۔''

''یہ اونچ نیچ قسمت کے کھیل ہیں فائزہ۔''احسان نے اس کی پریشانی بھانپتے ہوئے کہا۔

''میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں فائزہ جو رشتوں سے زیادہ جہیز جیسی لعنت کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔''

فائزہ کو اس بات کا یقین نہیں ہورہا تھا کہ احسان واقعی اتنا اچھا انسان ہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ احسان سے بڑھ کر اچھا ہمسفر بھی اسے ملنا مشکل تھا۔

''میں آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی سر۔'' فائزہ نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ کو میرے بھائی اور بھابھی سے بات کرنا پڑے گی۔''

''مطلب تمہاری طرف سے......؟''احسان نے جان بوجھ کر فقرہ ادھورا چھوڑ کر فائزہ کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

جواباً فائزہ شرما کر رہ گئی۔اس نے جلدی سے اپنا پرس اٹھایا اور شرماتی مسکراتی ہوٹل سے بھاگتی ہوئی باہر کی طرف تقریباً بھاگتی ہوئی چلی گئی لیکن دوسری طرف احسان کو اس کے سوال کا جواب مل چکا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

احسان نے دوسرے ہی دن اپنے والدین کو فائزہ کے گھر رشتے کے لیے بھیج دیا۔فائزہ کا بھائی بلاول بھی اپنی بہن کے لیے اچھے رشتے کی تلاش میں تھا۔وہ جلد از جلد اپنی بہن کے ہاتھ پیلے کرنا چاہتا تھا۔احسان کا رشتہ آیا تو اس کے بھائی نے بنا کسی اعتراض کے ہاں کر دی۔

بس پھر کیا تھا چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مترادف دونوں کی شادی کر دی گئی اور فائزہ دلہن بن کر احسان کے حجلۂ عروسی میں پہنچ گئی۔

دن اپنی رفتار سے گزرتے چلے گئے اور ایک دن یک لخت احسان کے باپ کی طبیعت کافی ناساز ہو گئی۔اسے فوری طور پر ہسپتال پہنچایا گیا اور ایمرجنسی وارڈ میں ایڈمٹ کروایا گیا۔احسان کے باپ کے ٹیسٹ کروائے گئے تو آنے والی رپورٹ احسان کے سر پر ہتھوڑے کی مانند پڑی۔

احسان کا باپ برین ہیمبرج کا شکار تھا۔ڈاکٹر نے فوری طور پر اسے بیرون ملک لے جانے کا کہا لیکن قبل اس کے کہ کوئی پیش رفت کی جاتی احسان باپ دم توڑ گیا۔احسان کے خوشیوں بھرے گھرانے کو نجانے کس منحوس کی نظر لگ گئی کہ اس کا خوشیوں بھرا گھرانہ غموں کا گہوارہ بن گیا۔

سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں احسان کے باپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔احسان کے دل و دماغ پر اس صدمے نے کافی اثر ڈالا۔اسے ایک چپ سی لگ گئی۔

ابھی کچھ ہی دن بیتے تھے کہ فائزہ نے ایک چاند سے بیٹے کو جنم دیا۔جہاں اس گھرانے کو غموں نے اپنی گرفت میں جکڑ لیا تھا وہیں ایک موہوم سی خوشی گھر میں پیدا ہوئی۔اس بچے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کا نام احسان کے باپ کے نام پر ارسلان رکھا گیا تھا۔

غم اور خوشیاں آگے پیچھے گھر میں آ جا رہی تھیں۔ جہاں ایک طرف احسان کے باپ کی اچانک موت نے سب کے چہروں سے خوشی چھین لی تھی۔ وہیں احسان کے بچے نے ان خوشیوں کو دوبارہ یکجا کرنے کی اور غموں کو بھلانے کی ناممکن سی سعی کی۔ احسان کے بیٹے کا نام اس کی دادی نے رکھا تھا۔ دادی ہر وقت پوتے کو اٹھائے رکھتی اور اسے بہت ہی پیار دیتی تھی۔

پوتے کا جب بھی کوئی نام پکارتا تو اسے اپنا جیون ساتھی یاد آ جاتا اور وہ آنسو بہانا شروع کر دیتی۔ فائزہ اور احسان اسے متواتر دلاسہ دیتے مرنے والوں کے ساتھ مر جانے کی بجائے اپنے پچھلوں کے لیے زندہ رہنا پڑتا ہے۔ مگر کسی نے غلط نہیں کہا:

چھلک پڑتے ہیں آنسو جب یاد کسی کی آتی ہے
یہ وہ بارش ہے جس کا کوئی موسم نہیں ہوتا

☆......☆......☆

رفیع اللہ کو کرکٹ میچ کا بہت شوق تھا۔ اور اسی شوق نے اسے سکول کی چار دیواری کے قریب بھی نہ بھٹکنے دیا۔ رفیع اللہ کے ابو کی اپنی کپڑے کی دکان تھی۔ یہ دکان تین منزلہ تھی۔ تینوں منزلوں پر ہر طرح کا کپڑا دستیاب تھا۔ یہ دکان شہر کے بالکل وسط میں واقع تھی۔ اس دکان کا مالک بھی رفیع اللہ کا باپ ہی تھا۔

رفیع اللہ کے باپ کا نام ملک ثمر عباس تھا۔ یہ کام ملک ثمر عباس کو وراثت میں ملا تھا اور اس کام سے انہوں نے اتنا کچھ کمایا تھا کہ اب ان کا نام شہر کی مشہور و معروف اور امراء

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کی لسٹ میں سرفہرست پر آتا تھا۔ثمر عباس کے دو بیٹے تھے۔رفیع اللہ اور تنویر۔

رفیع اللہ شروع سے ہی نالائق اور آوارہ گرد ثابت ہوا تھا۔آج بھی صبح ہی صبح وہ گراؤنڈ میں کھیلنے کے آ گیا تھا۔آج سنڈے تھا۔اس کا ایک مخالف ٹیم کے ساتھ میچ تھا۔آج فائنل تھا۔ٹاس ہوا تو بیٹنگ کے لیے پہلے رفیع اللہ کی ٹیم سلیکٹ ہوئی تھی۔رفیع اللہ چوتھے نمبر پر کھیلنے کے لیے آتا تھا۔

ابھی تک پہلے دو کھلاڑی کھیل رہے تھے۔ اسے شدید پیاس کا احساس ہو رہا تھا۔گراؤنڈ کے ساتھ ہی پچھلی گلی میں اس کے ماموں کا گھر تھا۔اس کے ماموں جن کا نام اللہ بخش تھا۔کافی رقبے کا مالک تھا۔اس کے علاوہ کافی سارے جانور بھی تھے۔علاوہ ازیں چار پانچ پولٹری فارم بھی ذاتی تھے۔تعلیم صرف میٹرک تک حاصل کی تھی جبکہ اس کی بیوی بالکل ہی ان پڑھ تھی۔

اس کے علاوہ اس کی سب سے بڑی بیٹی کرن ایم بی اے سیکنڈ ایئر میں تھی۔اس سے چھوٹی مصباح بی ایس سی کر رہی تھی۔تیسرے نمبر پر محمد بلال تھا جو کہ سمپل بی اے کر رہا تھا جبکہ سب سے چھوٹی بیٹی ناصرہ تھی جو کہ ابھی تک میٹرک کی طالبہ تھی۔

رفیع اللہ پانی پینے کے لیے ماموں کے گھر پہنچا اور فریج سے پانی کی بوتل نکالی۔اس کا زیادہ تر ٹائم اپنے ماموں یا پھوپھی کے ہاں گزرتا تھا۔اپنے کزنوں کے ساتھ اس کی کافی بنتی تھی۔وہ اکثر رات لیٹ تک اپنے کزنوں کے ساتھ لڈو کھیلتا رہتا تھا۔

فریج سے پانی کی بوتل نکال کر اس کا ڈھکن کھول کر جیسے ہی وہ تھوڑا پیچھے ہٹا۔اسے یوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لگا کہ جیسے کسی نے اس کے پیروں میں ان دیکھی زنجیریں ڈال دی ہوں۔اس کی آنکھیں پتھرا سی گئی تھیں۔اس کی نگاہوں کا مرکز کمرے کے سامنے کچن میں اس کی کزن مصباح کے ساتھ کھڑی وہ اپسرا تھی۔ جو حسن و شباب میں اپنی مثال آپ تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ مصور کا تخیل ہو،قدرت نے اسے خاص سانچے میں ڈھالا تھا۔اس کے جادوئی و کرشاتی چہرے اور آنکھوں میں ان دیکھی سی کشش تھی۔جس نے رفیع اللہ کو بھی اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔

اس کی پیاس یک دم ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ ہر بات سے غافل وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے حسین کی اس دیوی کو متواتر تکے جارہا تھا جو اس بات سے بے خبر تھی کہ دو چور آنکھیں اس کو پیہم تکے جارہی ہیں۔وہ مصباح کے ساتھ متواتر اس کے کام میں ہاتھ بٹارہی تھی، دونوں آپس میں کام کے ساتھ ساتھ گپ شپ بھی کررہی تھیں۔کبھی کبھی تو ان کے قہقہوں کی بازگشت اس کی قوت سماعت سے بھی ٹکراتی۔

تبھی یکبارگی اس مہ جبیں کی نگاہ رفیع اللہ پر پڑی جو اس بات سے ناآشنا تھا کہ اس کی چوری پکڑی گئی ہے۔اس مہ جبیں نے فوراً مصباح کو بتایا تو مصباح اسے مسکراتے ہوئے کچن میں چھوڑ کر رفیع اللہ کی جانب بڑھی۔ رفیع اللہ کو اپنی چوری کے پکڑے جانے کا احساس ہوگیا تھا۔جس کی وجہ سے وہ یکدم تھوڑا پیچھے ہو کے کھڑا ہوگیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے پانی کی بوتل کو منہ سے لگایا۔

''کیوں جی یہ کیا طریقہ ہے چوروں کی طرح گھر میں گھسنے کا......؟'' مصباح نے کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''اور پھر چوری چھپے میری دوست کو ٹکٹکی باندھے دیکھنا کیوں خیریت تو ہے ناں؟''

مصباح بات کرتے ہوئے بالکل رفیع اللہ کے سامنے کھڑی ہوگئی اور اس کی آنکھوں میں بغور دیکھنے لگی۔

''نہیں۔نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' رفیع اللہ نے چوری پکڑے جانے پر لاعلمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''اٹس اوکے۔'' مصباح بولی۔

''جناب آپ بتانا نہیں چاہتے تو میں چلتی ہوں ابھی کافی کام پڑا ہے کرنے والا۔''

مصباح کن اکھیوں سے اسے دیکھتے ہوئے کمرے سے دھیمے دھیمے قدموں سے چلتی ہوئی باہر نکلنے لگی۔اس سے قبل کہ وہ کمرے سے باہر نکلتی رفیع اللہ نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

مصباح نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا لیکن رفیع اللہ پھر بھی کچھ نہ بول پایا بس شرما کر رہ گیا۔

''نو سو چوہے کھا کے بلی حج کو چلی۔'' مصباح نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔''یہ شرمندگی کے تاثرات کب سے اجاگر ہونا شروع ہوگئے ہیں۔''

''وہ ...... وہ دراصل ......'' رفیع اللہ نے بولنا چاہا لیکن مصباح نے اسے چپ کروا دیا۔

''وہ وہ کیا کر رہے ہو؟'' مصباح نے اسے سوالیہ نگاہوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں سمجھ گئی کہ جناب دل و جان سے میری فرینڈ پر فدا ہو چکے ہیں۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رفیع اللہ مصباح کی بات سن کر چاہ رہا تھا کہ اسے بتادے کہ وہ جو کچھ بھی کہہ رہی ہے سب ٹھیک ہے لیکن اس میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

''کیا وہ کسی سے پیار کرتی ہے؟'' بالآخر رفیع نے پوچھا۔

''وہ ایسے چکروں میں پڑنے والی نہیں ہے۔'' مصباح نے بتایا۔

''وہ آج کل کی لڑکیوں کی طرح نہیں ہے۔ جو ایک وقت میں دس دس بوائے فرینڈز رکھتی ہیں۔ بہرحال تم ٹینشن نہ لو میں بات کرتی ہوں۔ یہ کام تو چٹکی بجاتے ہی ہو جائے گا کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کا آئیڈیل کیسا ہے؟''

مصباح کی بات سن کر رفیع اللہ سوچوں میں خود کو مصباح کی سہیلی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ لیکن رفیع اللہ اس بات سے قطعی آشنا نہ تھا کہ اس کی کزن مصباح اس سے کس حد تک محبت کرتی ہے۔ مصباح نے کئی بار چاہا تھا کہ وہ رفیع اللہ سے اظہار محبت کرے لیکن وہ ہمیشہ یہی سوچتی تھی کہ رفیع اللہ بھی اس میں انٹرسٹڈ ہوگا لیکن آج رفیع اللہ کا یہ نیا روپ اس کے خوابوں کو کرچیاں کرچیاں کر دینے کے لیے کافی تھا۔ اس کا من چاہ رہا تھا کہ دیواروں سے ٹکریں مار مار کر اپنی جان دے دے۔ لیکن وہ اپنی خوشیوں کی خاطر رفیع اللہ کی خوشیوں کا گلہ نہیں گھوٹنا چاہتی تھی۔ اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ بہرصورت رفیع اللہ کی محبت کو پروان چڑھنے میں اس کی مدد کرے گی۔

☆......☆......☆

نجانے اس ہنستے بستے گھرانے کو کس کی نظر بد نے گھیر لیا تھا۔ احسان کو بزنس میں پے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

در پے نقصان ہونے لگ پڑا تھا۔سب احسان کے ہونے والے بیٹے کو منحوس کہنے لگ گئے تھے مگر احسان فائزہ کے ساتھ تھا۔وہ جانتا تھا کہ ان الفاظ سے فائزہ کو کتنا دکھ ہوتا تھا۔ویسے بھی شانی اس کا اپنا بیٹا تھا۔ان باتوں سے اس کی بھی دل آزاری ہوتی تھی۔لیکن وہ دل چھوٹا کرنے والوں میں سے نہیں تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔اس میں بھلا انسان کا کیا قصور۔

بات فاقوں تک آن پہنچی تھی۔پہلے پہل بزنس اور گھر گروی رکھا گیا۔انہی دنوں احسان کی والدہ دنیا سے پردہ پوشی کر گئی۔اس حادثے نے احسان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔وہ چور چور ہو کر رہ گیا تھا۔

ارسلان تین سال کا ہو چکا تھا۔ادھر گروی کی رقم ادا نہ کرنے کے عوض گھر، بزنس اور ساری پراپرٹی کی سر عام نیلامی کی گئی۔جس کے بعد احسان کے پاس صرف اتنا کچھ بچا کہ عالیشان محل نما اس کوٹھڑی کو چھوڑ کر فائزہ کے میکے گھر کے ساتھ اپنا ایک گھر لے لیا اور وہاں شفٹ ہو گیا۔سسرال والوں سے بھی جہاں تک ممکن تھا انہوں نے ہر ممکن اس کا ساتھ دیا اور ہمہ وقت اسے دلاسہ دیتے رہتے مگر اس کا دل کرچیاں کرچیاں ہو کر رہ گیا تھا۔اب تو وہ خود بھی بیوی اور اپنے بچے دونوں کو منحوس سمجھنے لگ گیا تھا۔

بیوی سے تو وہ شاذونادر ہی بات کیا کرتا تھا مگر بیٹے کی تو وہ شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔وہ بھی یہی سمجھنے لگا تھا کہ اس کا بیٹا واقعی منحوس ہے۔اس کی پیدائش اس کے گھرانے کی تباہی کا سبب بن رہا ہے۔سب کچھ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔مکان کی خریداری کے بعد اس کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پاس صرف نو لاکھ کی رقم بچی تھی ۔وہ چاہتا تو کوئی نہ کوئی کاروبار کر سکتا تھا۔دوست احباب نے اسے حالات کا مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔فائزہ نے ارسلان کے معاملے میں اس سے کئی بار بات کرنا چاہی لیکن اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی ۔

ایک دن احسان دوپہر کے وقت گھر آیا تو ارسلان کو فائزہ نے کھانا دیا کہ جلدی جلدی ابو کو دے کر آؤ اور خود اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔ارسلان کھانا لے کر اپنے باپ کے پاس پہنچا۔اس وقت احسان کچن کی طرف منہ کیے بیٹھا تھا۔ارسلان کھانا لے کر اپنے باپ کے پاس پہنچا اور بولا:

''پاپا یہ کھانا لے لو۔''

ارسلان نے نہایت ہی معصومیت سے اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کھانا اس کے سامنے رکھنا چاہا۔احسان نے غصے ونفرت کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھا۔فائزہ اس وقت پانی کا جگ بھر کر کیچن سے باہر نکل رہی تھی۔احسان نے زور سے ہاتھ مار کر کھانا دور پھینک دیا۔اور ساتھ میں ارسلان کو بھی اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے پشت کے بل جا گرا۔ارسلان ماں کے قدموں سے چپک گیا اور بری طرح لرزتے ہوئے رونے لگا۔فائزہ نے بیٹے کو اٹھا کر گلے لگایا اور پانی کا بھرا ہوا جگ وہیں رکھ دیا۔

''اس منحوس کو دور رکھو مجھ سے۔''احسان نے غصے سے پیچ وتاب کھاتے ہوئے کہا۔

''اس منحوس کی پرچھائی کیا پڑی مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا اس نے۔دوبارہ میرے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سامنے بھی آیا تو میں اس کی جان لے لوں گا۔''

''یہ منحوس نہیں ہے مسٹر احسان۔''فائزہ پھٹ پڑی۔

''تم اللہ تعالٰی کے امتحان کا مقابلہ کرنے کی جسارت نہیں رکھتے۔تم نے ہمیشہ اچھا وقت دیکھا اور اب اگر وقت نے پلٹی کھائی ہے تو تم تیورا گئے ہو اور سارا قصور ایک معصوم بچے کا بنا رہے ہو۔اگر تم سمجھتے ہو کہ میرا بیٹا منحوس ہے تو ٹھیک ہے میں اسے لے کر جا رہی ہوں۔تم اپنے گھر بار کو سنبھالو کل کو تمہیں کانٹا بھی چبھ گیا تو یہ بھی میرے بیٹے پر الزام آئے گا۔''

فائزہ روتی ہوئی بیٹے کو سینے سے لگائے گھر سے باہر نکل گئی جبکہ فائزہ اسے جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی اور احسان وہیں کھڑا غصے سے پیشانی پر بل ڈالے انہیں جاتا ہوا دیکھتا رہا۔

فائزہ اپنے میکے کیا گئی غم و غصے کی آگ میں جھلتے احسان نے سب کچھ بیچ دیا اور لندن چلا گیا۔اس بات کی خبر جب فائزہ کو ہوئی تو اس کا دل بھینچ کر مٹھی میں آ گیا وہ اپنے بھائی اور بھابھی پر ایک بار پھر اپنے بیٹے سمیت بوجھ بن گئی تھی۔اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن اس نے وقت اور حالات کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی بجائے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اپنے بیٹے کی پرورش ایسی کرے گی کہ لوگ اس کے بیٹے کو منحوس کہنا ہی چھوڑ دیں گے۔

احسان نے جس شخص کو مکان بیچا تھا۔بلاول نے اس شخص سے بڑی مشکل سے مکان دوبارہ خریدا اور ارسلان ے نام کر دیا۔سدرہ نے فائزہ کو سلائی کڑھائی کا کام سکھایا۔گھر سے باہر کاموں کو فائزہ نے کرنے سے انکار کر دیا۔اس کے علاوہ فائزہ نے گھر کے اندر ہی بچوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کو ٹیوشن پڑھانا شروع کر دی اور ساتھ میں اپنے بچے کو پڑھانا شروع کر دیا۔

اچانک فائزہ کو یوں لگا جیسے اسے کوئی جھنجھوڑ رہا ہے۔ وہ خیالوں کی دنیا سے پلٹی۔ اس کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں۔ تبھی اس نے روتے ہوئے اپنے بازو پھیلا دیئے۔

☆......☆......☆

''کیا ہوا میڈم تمہارا چہرہ اتنا اترا ہوا کیوں ہے؟ کیا اس نے تمہیں کچھ کہا ہے؟'' مدیحہ نے اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں۔'' مصباح نے مختصر بات پر اکتفا کیا۔

اس کی عدم موجودگی میں مدیحہ نے روٹیاں پکا دی اور ساتھ چائے والی دیگچی چولہے پر چڑھا دی تھی۔ چائے کا شوق تو دونوں کو حد سے زیادہ تھا۔ مدیحہ اکثر مصباح کے ہاں یا مصباح مدیحہ کے ہاں چلی جاتی تھی۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد دونوں عصر سے مغرب تک اکیڈمی جایا کرتی تھیں۔ اکیڈمی مدیحہ کے گھر کے قریب ہی تھی۔ مدیحہ نے چائے تیار کر کے کپوں میں ڈالنی شروع کی جبکہ مصباح نے سالن والی دیگچی چولہے پر دھر دی۔

''خیر تو ہے کافی گم صم دکھائی دے رہی ہو؟'' مدیحہ نے چائے کا کپ اس کے پاس رکھتے ہوئے پوچھا۔

''ایک بات کہوں؟'' مصباح نے مدیحہ کے سوال پر سوال داغا۔

''ہونہہ۔'' مدیحہ نے اجازت دیتے ہوئے چائے کی چسکی لی۔

''میرا کزن تم پہ مرمٹا ہے۔'' مصباح نے بتایا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

قبل اس کے کہ مزید کچھ کہتی مدیحہ نے اس کو ٹو کا۔

''پلیز مصباح ایسی بات دوبارہ کبھی نہ کرنا۔'' مدیحہ نے برا مناتے ہوئے کہا۔ ''تم اچھی طرح سے جانتی ہو کہ میں ایسے کاموں کو پسند نہیں کرتی۔ اور ویسے بھی کیا فیوچر ہے تمہارے کزن کا۔ یہ سوسائٹی آوارہ گرد اور ان پڑھ لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ مان لو میں مان جاتی ہو تو میرے ماننے نہ ماننے سے کیا ہوگا۔ کیا میری فیملی مان جائے گی؟''

جواباً مصباح چپ رہی۔

''نام کیا ہے اس کا......؟'' مریحہ نے پوچھا۔

''رفیع اللہ۔'' مصباح نے بتایا۔

''اس کا فیوچر کیا ہے تم بتا سکتی ہو؟'' مدیحہ نے چائے کا خالی کپ ایک طرف رکھتے ہوئے پوچھا۔

''کہاں سے کھلائے پلائے گا۔ کب تک پرائے ہاتھوں کی محتاجی برداشت کرے گا۔ اللہ نہ کرے انکل ثمر عباس کو کچھ ہو جائے اور اس کے بھائی کی بھی شادی ہو جائے تو یہ کیا کرے گا۔ ایک اجڈ انسان کا تمہارے لیے رشتہ آجائے جو سارا دن سڑکوں کی خاک چھاننے والا ہو کیا تم اسے قبول کرلو گی؟ میری جگہ خود کو سمجھو۔ تم بھی تو بی ایس سی کر رہی ہو اور وہ کیا کرتا ہے آوارہ گردی۔ جس نے پتہ نہیں سکول کے درو دیوار بھی دیکھے ہیں یا نہیں۔ کل کو اپنی فرینڈز کے سامنے یا کہیں اور جہاں پبلک کی گیدرنگ ہوگی وہاں تم اپنے ہزبینڈ کا انٹروڈکشن کیسے کرواؤ گی کہ یہ ان پڑھ ہے کچھ نہیں کرتا......؟''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مدیحہ کا انداز ناصحانہ تھا لیکن لبوں پر مصنوعی مسکراہٹ جلوہ گر تھی۔

''مجھ سے آنکھ ٹیڑھی مت کرنا۔تم نے مجھے بتایا میں نے دل پر بات نہیں لی۔بس یاد رکھنا میری جان ہر کوئی چڑھتے سورج کو سیلوٹ کرتا۔''

''تمہاری کسی بات میں حجت نہیں ہے۔'' مصباح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔''ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی بیٹی اچھے گھر میں جائے۔لڑکا کام کاج والا ہو۔لڑکے کا فیوچر ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔''

''میں تو سمجھی کہ تو کافی مورکھ ہے لیکن تو تو کافی سیانی نکلی۔''مدیحہ نے مصباح کی گدگدی کرتے ہوئے کہا تو اس کی ہنسی نکل گئی۔

قبل اس کے کہ وہ کوئی بات کرتیں۔ان کے جلنے نتھنوں سے کسی چیز کے جلنے کی بدبو پہنچی تو دونوں نے انگشت بدنداں پہلے ایک دوسرے کو پھر سالی والی دیگچی کو دیکھا۔اگلا منظر دیکھ کر دونوں کی ہنسی نکل گئی۔

☆......☆......☆

مدیحہ کے جانے کے بعد مصباح نے ساری بات سے رفیع اللہ کو آگاہ کیا اور کہا کہ اسے کوئی نہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس سے سوسائٹی میں وہ اپنا کچھ نام پیدا کر سکے۔اس کے پاس تعلیم ہے نہ ہنر تو کم از کم کوئی کاروبار ایسا کرے جو اس کے لیے بہتر ہو۔رفیع اللہ ساری بات سمجھ چکا تھا۔اس نے سیدھا گھر کا رخ کیا جبکہ مصباح اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہ گئی۔اس کی آنکھوں میں اتھرو بھر آئے تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وہ اور ہوں گے جنھیں تیری ذات سے ہے غرض اے جان
ہم تو ہر دور میں ملیں گے تجھ سے بے مطلب ہو کر

☆......☆......☆

''ماں اگر آپ کو میرا جانا اچھا نہیں لگ رہا تو کوئی بات نہیں۔'' ارسلان نے ماں کے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔''مگر پلیز ماں تو رو مت مجھ سے تیرا یہ رونا دیکھا نہیں جاتا۔''

''نہیں بیٹا یہ آنسو خوشی کے ہیں۔'' فائزہ نے جواب دیا۔

''میں تو اس بات سے بے حد خوش ہوں کہ میرا بیٹا آج کافی عرصے بعد خوشی دکھائی دے رہا ہے۔چلو آؤ دیکھو میں تمہارے لیے کتنی شاپنگ کر کے آئی ہوں۔''

''شاپنگ۔'' شانی کے کان کھڑے ہو گئے۔

وہ بنا کچھ کہے اپنی ماں کے ساتھ چل پڑا۔کمرے میں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ اس کی ماں کتنی مہنگی چیزیں اس کے لیے لے کر آئی تھی۔

''میں جانتی ہوں کہ تم کیا سوچ رہے ہو بیٹا......؟'' فائزہ نے شانی کی آنکھوں سے اس کی حیرت جان لی تھی۔

''بیٹا ایک پرانا سا کنگن پڑا تھا۔میرے تو کسی کام کا نہ تھا۔تمہارے ابو نے منہ دکھائی پہ دیا تھا۔بس میں نے اسے بیچ دیا ہے۔اچھا اب یہ بتاؤ کہ یہ سب چیزیں تمہیں پسند آئی ہیں کہ نہیں؟''

''لیکن ماں تم نے اس کنگن کو کیوں بیچ دیا ہے......؟'' شانی نے متواتر حیرت بھرے لہجے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں پوچھا۔

''وہی ایک تو میرے ابو کی نشانی تھی آپ نے وہ بھی بیچ دی۔''

فائزہ کا دل بھینچ کر مٹھی میں آ گیا۔ جو بیٹا اپنے باپ سے اتنی محبت کرتا تھا۔اے کاش اس کے باپ کے دل میں بھی اس کے لیے اتنی ہی محبت ہوتی،اس کا باپ اس کے چہرے پر منحوسیت کی مہر لگا کر ان دونوں کو چھوڑ چھاڑ کر خود بیرون ملک جا پہنچا تھا اور کبھی اس نے لوٹ کر دیکھنے تک کی ضرورت محسوس نہ کی تھی کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیوی اور بچہ کن حالات سے دو چار ہوں گے۔

''تو زیادہ ذہن پر زور مت دے۔'' فائزہ نے شانی کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''لیکن ماں۔'' شانی نے بولنا چاہا لیکن فائزہ نے اسے چپ کروا دیا۔

''کہا نہ زیادہ ذہن پر زور مت دو۔'' فائزہ نے اب کی بار ذرہ کرخت لہجے میں کہا۔

''ماں ایک بات پوچھوں......؟'' شانی نے ماں کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے پوچھا اور خود زمین پر ماں کے قدموں سے چمٹ کر بیٹھ گیا۔

''ہاں پوچھو بیٹا۔'' فائزہ نے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

''ماں نجانے کیوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرے ابو ابھی بھی زندہ ہیں۔'' شانی نے سوالیہ نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو فائزہ نے حیرت سے بیٹے کو گھورا۔

''کبھی کبھی تو یوں لگتا ہے جیسے وہ مجھے پکار رہے ہوں۔آپ کو پتہ ہے ماں کبھی کبھی یوں لگتا ہے جیسے میرا دل پسلیوں کو چیر کر باہر نکل آئے گا۔ماں مجھے ابو بہت یاد آتے ہیں۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''ایسا نہ سوچا کرو بیٹا۔'' فائزہ بولی اور ایک لمبا سانس خارج کیا۔

''ماں اگر آج ابو زندہ ہوتے تو آپ کو کچھ بھی بیچنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ میں جانتا ہوں ماں کہ آپ نے ابو کی آخری نشانی کو ہمیشہ سینے سے لگا کے رکھا ہوا تھا اور آج میری خوشی کے لیے آپ نے بہت بڑی قربانی دے دی میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔''

اتنا کہہ کر شانی ماں سے چپک گیا۔اس کے لالہ گوں لبوں فائزہ نے سرد آہیں محسوس کیں اور اس کی غزالی آنکھوں کو نمناک پایا۔تبھی اپنے بیٹے کو سینے سے چپکا لیا۔

☆......☆......☆

دوپہر شام میں ڈھل چکی تھی۔سرمئی اندھیرے پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔سارا دن آوارگی کرنے والی بکریاں اب اپنے مالکان کی سربراہی میں اپنے گھروں کو لوٹ رہی تھیں۔گھروں کے باہر ننھے بلبوں کی روشنیاں پھیلنا شروع ہو گئی تھیں۔کمرے کی کھڑکی سے نظر آنے والے نیم پختہ سڑک کے کنارے نیم،امی اور شیشم کے گھنے درخت ملگجی چاندنی میں اور بھی ہولناک معلوم ہو رہے تھے۔دن بھر گلیوں میں آوارہ پھرنے والے کتے بھی اس وقت خوانچہ فروشوں کی ریڑھیوں کے نیچے دم دبائے بے سدھ پڑے تھے۔

''ماں کافی بھوک لگی ہے۔'' شانی نے ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ابھی لے کر آتی ہو۔'' فائزہ اتنا کہہ کر کیچن کی طرف چل پڑی۔

کیچن میں پہنچ کر فائزہ نے دانت تلے ڈوپٹہ دبا لیا تا کہ اس کے رونے کی آوازیں اس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے لخت جگر تک نہ پہنچ سکیں۔لیکن شانی پہلے ہی ماں کی حالت سے آشنا تھا۔وہ بھی آ کر کیچن کے دروازے کے پاس رک گیا۔فائزہ کے حلق سے رونے کی آواز نکلی تو شانی کا دل بھینچ کر مٹھی میں آ گیا۔فائزہ نے دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں صاف کیں اور ایک ٹھنڈی مگر غم سے لبریز سانس خارج کی۔

وہ بالکل سفید موم کا مجسمہ معلوم ہو رہی تھی۔اس کے لبوں پر رنگت گو پھیکی پڑ گئی تھی۔تاہم وہ ابھی تک پرکشش تھے۔اس کے رخسار زرد ہو رہے تھے مگر اس کے بیضوی چہرے پر غم کی تاثیر سے غیر معمولی ملامت ٹپک رہی تھی۔اس کی مژگان پر غم کی تاریکی ہویدا تھی۔جس کی تاب زاہد صد سالہ کے لیے بھی دشوار تھی۔اس کی مدھ بھری آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے جھلک رہے تھے۔

☆......☆......☆

''میں تو سوچ بھی نہیں سکتی کہ وہ تمہیں اتنا ٹوٹ کے چاہنے لگے گا۔'' مصباح نے مدیحہ کو بتایا۔

''جانتی ہو اس نے آوارہ بدچلن دوستوں سے نہ صرف کنارہ کشی اختیار کر لی ہے بلکہ اب تو پانچ وقت کی نماز پڑھنے لگ گیا ہے۔فجر کی نماز کے فوری بعد اپنی دکان پر پہنچ جاتا ہے اور رات کو دکان بند کر کے آتا ہے۔اب تو ماموں بھی بے فکر ہو گئے ہیں۔''

اس وقت دونوں فرینڈز یونیورسٹی کے ایک گراؤنڈ نما پارک میں گھاس پر بیٹھی ہوئی تھیں۔پہلا پیریڈ دونوں نے لیا اور دوسرا پیریڈ خالی تھا لہٰذا دونوں باہر آ گئیں تھیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''میں بہت شش و پنج میں مبتلا ہوں مصباح۔'' مدیحہ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

''یقین مانو ہر وقت یہی بات پریشان کیے رکھتی ہے کہ اگر میرے والدین نے انکار کر دیا تو رفیع کا دل چکنا چور ہو جائے گا۔جیسا میں چاہتی تھی وہ تو ویسا بن گیا۔جانتی ہو اب تو اس کی شرافت اور اس بدلاؤ کے قصے ہمارے گھر کے علاوہ محلے میں بھی ہو رہے ہیں۔سمجھ میں نہیں آتی کہ گھر والوں سے کیسے بات کروں۔''

مدیحہ بولے جا رہی تھی اور مصباح انگشت بدنداں سن رہی تھی۔نجانے کیوں اسے مدیحہ کی باتوں سے غصہ آنے لگا تھا۔آخر رفیع اللہ اس کا کزن تھا اور وہ دل کے اندر اس کی محبت کا خزانہ دفن کیے ہوئے تھی۔بے شک یہ محبت یکطرفہ تھی لیکن اس میں کسی قسم کا کوئی دکھاوا نہیں تھا۔اس کے اظہار سے قبل ہی رفیع نے اس کا دل کانچ کی چوڑیوں کی مانند ریزہ ریزہ کر کے اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو مدیحہ؟'' مصباح نے پوچھا۔

''تم جانتی نہیں کہ رفیع اللہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے۔ایسی صورت حال میں اگر تم سے تنہا چھوڑ دو گی تو جانتی ہو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔وہ کرچیاں کرچیاں ہو جائے گا۔''

''ایک بات پوچھوں مصباح۔'' مدیحہ نے پوچھا۔''

''پوچھو۔'' مصباح نے کہا۔

''تم رفیع سے محبت کرتی ہو۔'' مدیحہ کے سوال پر مصباح کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اسے یوں لگا جیسے اس کے سر پر آسمان ٹوٹ کر آن گرا ہو۔ وہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن مدیحہ کو گھورنے لگی۔ ''بولو ناں۔''

''یہ...... یہ جھوٹ ہے۔'' مصباح نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا لیکن اس کی کیفیت مدیحہ سے پنہاں نہ تھی۔

''اگر یہ سب جھوٹ ہے تو جب رفیع نے اس دن تمہارے گھر میں تمہارے سامنے مجھ سے محبت کا کہا تھا تو تمہاری کیفیت ایسی کیوں تھی کہ کاٹو تو لہو کا ایک قطرہ تک نہ نکلے۔'' مدیحہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''چشم زدن میں مجھے دھوکہ دینے کی سعی مت کر رہی ہو۔ اس دن جب تم دونوں باتیں کر رہے تھے تو میں دروازے کی اوٹ میں کھڑے ہو کر دیکھا تو تمہاری آنکھوں میں ابھرنے والے جذبات کو میں نے محسوس کر لیا تھا۔ تمہاری آنکھوں میں عیاں ہونے والے گوہر ہائے آبدار مجھ سے پنہاں نہ تھے۔ بس اس وقت سب کچھ تمہارے بس سے باہر تھا۔ ترازو کے ایک پلڑے میں دوستی اور دوسرے میں محبت تھی۔ اگر ان میں سے ایک کے ساتھ بھی زیادتی کرتی تو تمہارا دل ٹوٹ جاتا۔ لیکن پھر بھی دل تو تم نے اپنا ہی توڑا ناں۔''

''میں مانتی ہوں کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔'' مصباح نے اقرار جرم قبول کرتے ہوئے کہا

''لیکن وہ تو مجھ سے محبت نہیں نہ کرتا گویا یہ محبت یکطرفہ ہوئی اور کسی کو محبت کرنے پر اکسایا نہیں جاتا۔ وہ تم سے بے پناہ محبت کرنے لگا ہے۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

صدا خوش رہے۔''

''دیکھو مصباح میری بات آرام سے سنو۔'' مدیحہ نے سرگوشیانہ انداز میں کہا۔

''ایک تم ہی تو ہو جس سے میں اپنے دل کی ہر بات شیئر کر سکتی ہوں۔ تم مجھے دل و جان سے پیاری ہو۔ میں تمہیں اپنی دوست نہیں بلکہ سگی بہن مانتی ہوں اور اس بات سے تم بھی انکار نہیں کر سکتی۔ اب تم بتاؤ کہ میں ایک بہن کا حق کیسے مار لوں اور یہ کوئی ایک دو دن کی بات نہیں جیون بھر کی بات ہے۔ حقیقت بات یہ ہے کہ میں تو رفیع اللہ سے بالکل محبت نہیں کرتی۔ اس دن تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اسے سلجھاؤں گی تاکہ وہ تم سے پیار کرے۔ رفیع اللہ میرے نہیں تمہارے پیار کے قابل ہیں۔

اور ہاں یہ اشک بہانا اب ختم کرو۔ اچھے بچوں کی طرح میری بات کو ذہن نشین کر لو اور سمجھ لو یہ اشک بچا کر رکھو جس دن رفیع اللہ کے ساتھ بیاہ کر جاؤ گی اور دن کام آئیں گے۔''

مدیحہ کی بات سن کر نہ چاہتے ہوئے بھی مصباح کی ہنسی نکل گئی۔ اسے ہنستا دیکھ کر مدیحہ بھی ہنس پڑی۔

☆......☆......☆

مصباح کے گھر آج کوئی نہیں تھا۔ اس کا والد اور بھائی کام پر تھے۔ ماں اور کرن بازار گئی ہوئی تھیں جبکہ بلال اور ناصرہ صبح ہی تیار ہو کر سکول چلے گئے تھے۔ آج اس نے بہانہ بنا کے چھٹی کی تھی۔ ادھر مدیحہ نے بھی چھٹی کی اور صبح سے اس کے گھر میں تھی۔ دن گیارہ بجے جب وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اکیلی رہ گئیں تو مصباح نے رفیع اللہ کو فون کر کے گھر بلایا۔اس وقت رفیع اللہ شاپ پر اپنے باپ کے ساتھ موجود تھا۔اس نے فوراً ہی بائیک پکڑی اور آن پہنچا۔اس کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا تھا کیونکہ اسے مصباح نے بتایا تھا کہ مدیحہ اس سے ملاقات کی متمنی ہے۔

سرتاپا خوشی سے لبریز وہ راستے میں دوبار ایکسیڈنٹ سے بچا تھا۔اس نے بائیک اندر کھڑی کی اور جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی مدیحہ پر نظر پڑی جو صحن میں براجمان تھی۔اس نے سفید فراک پہنی ہوئی تھی۔جس میں اس کا سفید رنگ گوہر ہائے آبدار کے جیسے چمک رہا تھا۔رفیع اللہ کو وہ کسی اپسرا سے کم نہ دکھائی دے رہی تھی۔رفیع اللہ دل ہی دل میں مختلف پلان بنا رہا تھا کہ وہ کیسے اپنی محبت کا اس سے اظہار کرے گا مگر شاید اسے اس بات کا علم نہ تھا کہ مقدر کی چال الٹی چل رہی تھی۔

جتنے سپنے وہ پلکوں کی سیج پر سجا کر آیا تھا سب کے ریزہ ریزہ ہونے کا وقت آ گیا تھا۔مالا میں پروئے موتیوں کے جیسے سارے سپنے بکھرنے والے تھے۔ابھی وہ سوچوں کی پگڈنڈی پر چلتا ہوا حسین وادیوں کے چمن میں قدم رکھنے والا تھا کہ مدیحہ کی آواز نے اسے سوچوں کے بھنور سے کھینچ نکالا۔

''بیٹھئے ناں پلیز۔''اسے کھڑا دیکھ کر آخر مدیحہ نے خود ہی اسے پاس رکھی چارپائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ فوراً چارپائی پر بیٹھ گیا۔

''کام کیسا جا رہا ہے آپ کا......؟''

''بہت اچھا جا رہا ہے۔''رفیع اللہ نے بتایا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''آپ کی تعلیم کیسی جا رہی ہے؟''

''سیم ٹو یو۔'' مدیحہ نے جواب دیا۔

''کیا سوچ رہی ہیں آپ......؟'' رفیع اللہ نے مدیحہ کو تذبذب کا شکار دیکھ کر پوچھا۔

قبل اس کے کہ مدیحہ کچھ کہتی مصباح ٹرے میں چائے کے دو کپ لوازمات سمیت لیے آن وارد ہوئی۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پلاسٹک کا فولڈنگ میز تھا۔ جسے رفیع اللہ نے پکڑ کر زمین سے ٹکایا اور مصباح نے سب کچھ اس پر دھر دیا اور دبے قدموں واپس پلٹ گئی۔

پہلی بار مدیحہ نے رفیع اللہ کو بغور دیکھا تو نجانے اس کے دل کے پنہاں کونوں میں ایک کسک سی اٹھی اور اس کا من چاہا کہ اپنا ارادہ بدل ڈالے لیکن وہ اپنی دوست کی خوشیوں پر قابض نہیں ہونا چاہتی تھی۔ دونوں نے ایک ساتھ چائے کے کپ اٹھائے تھے۔

''آپ خاموش کیوں ہیں؟'' رفیع اللہ نے پوچھا۔ ''کچھ بات کیجئے۔''

''میں نے تمہیں یہاں ایک اہم بات کرنے کے لیے بلایا ہے۔'' بالآخر مدیحہ نے پوائنٹ پر آتے ہوئے کہا۔ اس نے چائے کی چھوٹی سی چسکی لی اور کپ میز پر دھر دیا اور بغور رفیع اللہ کے چہرے کو تکنے لگی جہاں قوس قزاح کے رنگ نمایاں ہونا شروع ہو گئے تھے۔

''میری بات ہمہ تن گوش ہو کر سننا اور مکمل سکون سے سننا۔ جذبات کے گھوڑے پر سوار ہونے کی بجائے ایک بار میرے الفاظ پر غور بھی کرنا۔''

''کھل کے کہیے جو بھی کہنا چاہتی ہیں آپ۔'' رفیع اللہ نے اجازت دیتے ہوئے کہا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''آج کا دور ایسا دور ہے کہ ہر قدم پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔'' مدیحہ گویا ہوئی۔

''کبھی کبھی زندگی میں ایسے موڑ آجاتے ہیں کہ انسان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود پڑ جاتی ہیں۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ ایسے میں اگر وہ صبر کا دامن تھامے رکھے تو نہ صرف اسے بڑا اجر ملتا ہے بلکہ وہ اپنی منزل کو بھی پالیتا ہے۔ زندگی میں انسان کبھی کبھی بہت کچھ دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں دیکھ پاتا بالکل ایسے جیسے ایک شخص آپ سے محبت کرتا ہے اور آپ کو اس کی آنکھوں میں کچھ دکھائی نہیں دیتا جبکہ دوسری طرف وہ شخص آپ کی محبت میں اتنا آگے جا چکا ہوتا ہے کہ اس کے پاس لوٹنے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔''

''پلیز پہیلیاں مت بجھائیے۔'' رفیع اللہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

''بات اصل یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ ہم کبھی بھی ایک نہیں ہو پائیں گے۔'' مدیحہ بولی تو رفیع اللہ کو یوں لگا جیسے اس پر کسی نے بہت بڑا بوجھ پھینک دیا ہو۔ اسے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ سانسیں بھنور میں پھنسی کشتی کی طرح ہچکولے لینے لگی تھیں۔

''میرے گھر والے کسی طور نہیں مانیں گے اور میں کوئی ایسا قدم اٹھانے کی سوچ نہیں سکتی جس سے میرے والدین کی عزت پر آنچ آئے اور ......''

مدیحہ مزید بولنا چاہتی تھی لیکن رفیع اللہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ کروا دیا۔

''تم لڑکیوں کے بھی عجب کھیل ہیں۔'' رفیع اللہ اندرونی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کرے تو کیا کرے۔ اس کا من چاہ رہا تھا کہ دھواں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دھارروئے اورمدیحہ کے قدموں میں گرکراس سے محبت کی بھیک مانگے لیکن ابھی وہ اتنا گرانہیں تھا کہ ایک لڑکی کے قدموں میں گرکراس سے محبت کی بھیک مانگے ۔محبت چاہے جانے کا نام ہے۔جس میں زورزبردستی کا کوئی دخل نہیں ہے۔

''اتنے دن مجھے دھوکے میں رکھااور میں یہی سمجھتا رہا کہ تم بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہوجتنی کہ میں کرتا ہوں اور یوں میں تمہاری محبت میں بہت آگے نکل آیا کہ واپسی کے سارے راستے ہی مسدود کر بیٹھا۔اگراپنے والدین کی عزت کا اتنا ہی خیال تھا تو مجھ جیسے آوارہ گرد کوسدھارنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟تم کہتی ہو کہ تم لوگ خاندان سے باہر شادی نہیں کرتے تو تمہاری بڑی بہن کا رشتہ خاندان سے باہر کیوں کیا گیا شاید اس لیے کہ وہ کافی کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے؟''

''یوشٹ اپ۔''مدیحہ غصے سے چلائی۔

''ہونہہ۔''رفیع اللہ کے لبوں پر مصنوعی ہنسی عود کرآئی جبکہ اس کا دل خون کے آنسورونے لگا۔

''اگرتم میری محبت کوسمجھ جاتی تو ایسی بات نہ کرتی لیکن تم جیسی لڑکیوں کومحبت کا کیا پتہ۔ایک بات اچھی طرح سے ذہن نشین کرلو کہ میں تمہیں کبھی بھی زندگی میں معاف نہیں کروں گا۔تم مجھ سے بہانہ اس لیے کررہی ہو کیونکہ تمہارے سامنے ایک اجڈ،گنواراورمورکھ انسان کھڑا ہے۔جس کے پاس تعلیم جیسی دولت نہیں ہے۔وہ کھوکھلا ہے۔''

رفیع اللہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔یہی نہیں آسمان پر پھیلے بادل بھی آپس میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بغل گیر ہونے لگے تھے۔رفیع اللہ آنکھیں صاف کرتا ہوا خارجی دروازے کی طرف لپکا۔خارجی دروازے کے ساتھ کچن کے دروازے پر کھڑی مصباح سب کچھ سن رہی تھی۔رفیع اللہ اس کے پاس رکا اور اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا اور بنا کچھ کہے سنے باہر نکل گیا۔دونوں نے موٹر سائیکل کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی جو آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئی۔

☆......☆......☆

''اپنا خیال رکھنا۔''ناصرہ نے پرنم لہجے میں کہا۔''وہاں پر پتہ نہیں کیسی سچوایشن ہوگی کیسا ماحول ہوگا۔اپنے لیے نہیں تو کسی کے لیے ضرور اپنا خیال رکھنا یہ سوچ کر کہ کوئی پیچھے تمہارے لوٹ آنے کا منتظر ہوگا۔''

شانی اپنا سامان پیک کر رہا تھا۔جب ناصرہ آن وارد ہوئی۔فائزہ کچن میں کھانا تیار کر رہی تھی۔ناصرہ پھوپھو سے پوچھ کر سیدھا اس کے کمرے میں آگئی تھی۔

''چنتا مت کرو۔''شانی نے اس کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے پتہ ہے کہ میری جان پلکیں بچھائے میری راہ تک رہی ہوگی۔''

''وہاں کسی اور سے افیئر نہ شروع کر لینا میں نے سنا ہے وہاں یہ کام بہت جلدی ہوتے ہیں۔''ناصرہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''کیا اس لڑکی کو کوئی اور نہیں ملے گا جو وہ مجھ سے افیئر چلائے گی؟''شانی نے استہزائیہ انداز میں پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کیوں جی میری جان لاکھوں میں سے ایک ہے۔'' ناصرہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔

''واقعی......؟'' شانی نے اسے تنگ کرنے والے انداز میں پوچھا۔

''ہوں۔'' جواباً ناصرہ ناک بسوڑ کر بولی۔

☆......☆......☆

بارش تھی کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ دوسری طرف موسم کی اس بدلتی کروٹ کی وجہ سے ٹھنڈ کافی بڑھ چکی تھی لیکن جیسے اسے ان سب باتوں کی کوئی چنتا تک نہیں تھی۔ دکان بند کر کے بائیک گھر کھڑی کر کے وہ ایک بنار کے دھیرے دھیرے چلتا جا رہا تھا۔ اس کے چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کھوئے ہوئے انداز میں چل رہا تھا۔ اس کا جسم پوری طرح سے اس موسلا دھار بارش نے بھگو کر رکھ دیا تھا۔ وہ چلتے چلتے ریلوے اسٹیشن کے سامنے بنے باغیچے میں جا کر سفیدے کے ایک درخت سے ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھ گیا تھا۔ چند لمحے کی تمام باتیں ایک بار پھر اس کے سر پر ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ بار بار وہی باتیں اس کے ذہن میں گونج رہی تھیں۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے جان بوجھ کر اس کے ساتھ بہت ہی گھناؤنا مذاق کیا گیا ہے۔

اس کی آنکھیں موسلا دھار بارش کی بوندوں کی طرح برس رہی تھیں۔ اس کے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں بائیک کی چابی والا چھلا تھا جسے وہ بار بار گھما رہا تھا۔ تبھی اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور سفیدے پر چابی سے کھرچ کھرچ کر ایک تحریر لکھنا شروع کر دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''اچانک آنے والے دکھ انسان کو کرچیاں کرچیاں کر کے رکھ دیتے ہیں۔ نجانے وفا کے بدلے وفا کیوں نہیں ملتی لیکن ایک دن میں اس دنیا سے پیار کا نام ونشان تک مٹا کے رکھ دوں گا۔ پیار کرنے والوں پر میں ایک قہر بن کر برسوں گا۔ دھرتی پر بسنے والے پیار کے پجاریوں کے سامنے جب میرا نام لیا جائے تو ان کے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں گے اور وہ میرا نام سن کر ہی لقمۂ اجل ہو جائیں گے۔''

اتنی تحریر لکھنے کے بعد وہ ایک بار پھر سفیدے کے درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ عصر سے مغرب اور مغرب سے عشا ہوگئی مگر وہ جوں کا توں وہیں بیٹھا رہا۔ عشا کے وقت بارش دم توڑ گئی۔ رات کی کالی چادر نے اجالے کو اپنی آغوش میں بھر لیا۔ وہ ایک کہر آلود رات تھی جب ہر کوئی اپنے بستروں میں دبکا بیٹھا تھا مگر وہ دنیا و مافیا سے بے خبر دیوانہ گھٹنوں میں سر دیئے سفیدے کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

اسٹیشن ماسٹر کتنی ہی بار اسے دیکھ چکا تھا۔ عصر سے مغرب اور مغرب سے عشا ہوگئی تھی۔ وہ وہیں کا وہیں براجمان تھا۔ موسلا دھار بارش اور اس کے بعد پڑنے والی ٹھنڈ کا بھی اس پر رتی برابر اثر نہ ہوا تھا۔ عشا کے بعد جب ٹرین چلی گئی تو وہ ایک بار پھر متجسس انداز میں باہر آیا اور یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ وہ نوجوان ابھی تک وہیں بیٹھا تھا۔ اس کی حیرت ہویدا رہ گئی۔ وہ بنا کچھ سوچے سمجھے اس کی طرف چل پڑا۔ باغیچے میں کچھ اتنا خاص نہ تھا۔ کیونکہ جگہ جگہ اینٹوں سے راہداریاں بنائی گئی تھیں۔ لڑکا اب گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا تھا۔ اسٹیشن ماسٹر نے حیرت سے اسے دیکھا پھر ہاتھ لگا کر اسے ہلایا لیکن اگلا منظر دیکھ کر اسٹیشن ماسٹر کے ہاتھوں کے طوطے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اڑ گئے۔اس کے پیروں تلے زمین سرک گئی کیونکہ اس کے ہاتھ لگانے کی دیر تھی کہ اس نوجوان کا جسم دوسری طرف لڑھک گیا۔سردی کی شدت اور بارش میں مسلسل بھیگنے کے باعث وہ زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔

اسٹیشن ماسٹر فوراً اسٹیشن کی طرف لپکا اپنے ڈیوٹی روم میں پہنچ کر اس نے تھانے کال کی اور انہیں ساری سچوایشن سے انفارم کیا۔اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس نوجوان کی موت کی وجہ کیا ہوسکتی ہے لیکن وہ اتنا سمجھ چکا تھا کہ نوجوان کافی پریشان اور کھویا کھویا ہوا سا تھا۔کوئی نہ کوئی واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا جس کی وجہ سے وہ زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔

☆......☆......☆

تیرہ افراد پر مشتمل وہ قافلہ اپنی منزل کی جانب گامزن تھا۔یہ کارواں مری جیسے خوبصورت شہر طرف بڑھ رہا تھا۔سب بچے ہلہ گلہ کر رہے تھے۔آج انہیں اپنے ٹیچرز کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آج انہیں کوئی نہیں ڈانٹے گا۔

''خاموش۔'' یکبارگی میڈم انیلہ نے اپنا دایاں ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے آرڈر جاری کیا۔

''ایک بات سب بچے اچھی طرح سے نوٹ کرلیں کہ کوئی بھی بچہ بنا بتائے اکیلا کہیں نہیں جائے گا۔نہ ہی وہاں آپ لوگوں کو کسی ایرے غیرے سے سلام دعا بنانے کی ضرورت ہے۔بس آپ سب نے ایک ساتھ رہنا ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ کیا بات ہوئی میڈم؟'' عالیہ نے شکوہ کناں آنکھوں سے میڈم کو گھورتے ہوئے کہا۔

''ابھی ہم پہنچ پائے نہیں اور حکم جاری ہونا شروع ہو گئے گویا ہمیں اس پورے عرصے میں ہوٹل کے کمروں کے اندر مقید ہو کر کھڑکیوں سے باہر کے مناظر دیکھنے پڑیں گے۔''

''ویسے میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کی۔'' میڈم انیلہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''تم لوگ ہمارے پاس امانت ہو۔ہم لوگوں پر اعتماد کر کے تمہارے والدین نے تمہیں ہمارے ساتھ بھیجا ہے۔ایسی صورت حال میں اگر تم میں سے کسی کے ساتھ اللہ نہ کرے کچھ ہو جائے تو اس کے ذمہ دار ہم لوگ ہیں۔''

''ہم لوگ بچے نہیں ہیں میڈم جنہیں آپ ایسے انداز میں تنبیہہ کر رہی ہیں۔'' اب کی بار مقصود نے میڈم انیلہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

میڈم انیلہ چپ کر کے نیچے بیٹھ گئی وہ جانتی تھی کہ بھینس کے آگے بین بجانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔باتوں باتوں میں وقت کا پتہ ہی نہیں چلا تھا اور یہ قافلہ شام پانچ بجے کے قریب مری کے خوبصورت علاقے میں پہنچ گیا۔مطلوبہ ہوٹل میں پہنچ کر سب اپنے اپنے کمروں میں جا گھسے۔میڈم انیلہ کے ساتھ لڑکیوں اور سر حفیظ کے ساتھ لڑکوں کے ٹھہرنے کا انتظام تھا۔کمرے کافی کشادہ اور ہوادار تھے۔سفر کی تھکاوٹ نے سب کو چور چور کر کے رکھ دیا تھا۔فریش ہو کے سب نے ڈٹ کر کھانا کھایا اور گھومنے پھرنے کا پروگرام دوسرے دن پر چھوڑ کر لمبی تان کر سو گئے۔

☆......☆......☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رات ڈیڑھ کا ٹائم تھا۔ جب آناً فاناً ارسلان کی آنکھ کھل گئی۔ ایک ان دیکھی طاقت اسے پوری طرح سے اپنے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھی۔ اس کی آنکھیں پوری طرح سے بند تھیں۔ جوتے تک پہننے کی اس نے ضرورت محسوس نہ کی۔ اس کا رخ کھڑکی کی طرف تھا۔ کھڑکی کے قریب پہنچتے ہی اس کا پٹ دوسری طرف سرک گیا۔ ٹھنڈی ہوا کے تیز جھونکوں نے اس کے چہرے پر تھپیڑے رسید کی لیکن اسے کوئی پرواہ نہ تھی۔ تبھی وہ ہوا میں معلق ہوا اور اس کھڑکی سے اڑ کر باہر نکلتا چلا گیا۔ اس کے باہر نکلتے ساتھ ہی کھڑے کا کھلا پٹ فوراً بند ہو گیا۔ کمرے میں سونے والوں میں سے کسی کو بھنک تک نہ پڑ سکی کہ کیا ہوا ہے لیکن اگر ان میں سے یہ منظر کوئی دیکھ لیتا تو اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی۔

کھڑکی سے باہر نکلتے ساتھ ہی اس کا جسم گہری کھائی میں گرتا چلا گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اسے بازوؤں کی جھولی میں بھرے نیچے ہی نیچے لیے جا رہا ہو۔ تبھی اس کا جسم گہری کھائیوں میں جاتے جاتے زمین پر یوں جا کر لیٹا گویا کسی نے بڑے پیار سے اسے لٹایا ہو۔

''پورے سات سال تمہارا انتظار کرنا پڑا۔'' تبھی اسی کی عمر کا ایک نوجوان نجانے کہاں سے وہاں آ گیا اور اس نے بے ہوش پڑے شانی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تب جا کر آج تم آئے ہو اور آتے ساتھ ہی بے خبری سے سو رہے ہو۔ میں تمہارے آنے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اب تم آ گئے ہو تو میری منزل دور نہیں۔ تمہارے جسم پر قابض ہو کر میں پوری دنیا کو تہس نہس کر کے رکھ دوں گا۔ دنیا سے پیار کا نام و نشان تک مٹا دوں گا اور اتنی نفرت گھول دوں گا کہ پیار کرنا تو در کنار لوگ پیار کے نام سے بھی نفرت کرنے لگیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پر لاکر اس نے رفیع کو چھوڑ دیا تھا اس مقام پر کوئی بڑے ہی دل والا سنبھل سکتا تھا۔

''وہ جیسا بھی تھا مجھے دل و جان سے پیارا تھا۔اگر تم نے یہی سب کچھ کرنا تھا تو پہلے دن ہی اسے اگنور کر دیتی۔کم از کم اتنی گھٹیا حرکت تو نہ کرتی کہ خود اپنی نظروں میں تمہیں گرنا پڑ تا۔''

مدیحہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔اس کا من چاہ رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں گڑھ جائے۔تبھی دو موٹے موٹے اتھر و اس کی شہد رنگ آنکھوں سے گرے اور زمین میں جذب ہو گئے۔

☆......☆......☆

پورے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔خوشیاں صف ماتم کا روپ دھار چکی تھی۔ساری رات رفیع کی تلاش اور صبح ٹھٹھری ہوئی لاش کی صورت میں اس کا ملنا سب کے قدموں تلے زمین کھینچنے کے لیے کافی تھا۔ساری رات اس کی تلاش میں اس کے گھر والے جگہ جگہ بھٹکتے رہے تھے۔اس کے ہر جاننے والے سے اس کے بارے میں معلوم کیا گیا تھا لیکن بے سود۔صبح جب اس کے بارے میں اطلاع ملی تو اس اطلاع نے سب کو نہ صرف حیرت میں مبتلا کر کے رکھ دیا بلکہ خوشیوں بھرا گھرانہ غموں کا گہوارہ بن گیا۔

دوسری طرف مصباح ساری رات اس کے صحیح لوٹ آنے کی دعا کرتے رہے تھے۔اس کے نہ ملنے کی اطلاع مصباح نے مدیحہ کو بھی دے دی تھی جسے سن کر اس کے قدموں تلے زمین سرک گئی تھی۔مدیحہ نے جب سے یہ خبر سنی تھی اس کے چہرے سے ہوائیاں اڑنے لگی تھی۔

صبح رفیع کے مرنے کی خبر سب کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔خاص کر مصباح

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کا تو دماغ ماؤف ہو گیا تھا اور اس نے مدیحہ کو کال کر کے کہا کہ:

''مبارک ہو مدیحہ۔''

مدیحہ کے لبوں پر مسکراہٹ آویزاں ہو گئی اسے لگا گویا رفیع اللہ مل گیا ہے۔

''آج کے بعد تمہیں کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔'' مصباح نے دوبارہ دھواں دھار روتے ہوئے کہا۔

''کیونکہ تمہیں ڈسٹرب کرنے والا اب اس دنیا میں نہیں رہا۔''

اتنا کہہ کر مصباح نے کال بند کر دی۔ مدیحہ کو یوں لگا جیسے کسی نے اسے ہزاروں فٹ کی اونچائی سے نیچے لا پھینکا ہو۔اس کے ہاتھ سے ٹیلی فون کا کریڈل چھوٹ کر پنڈولیم کی طرح لٹکنے لگا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اتنا سب کچھ ہو سکتا ہے۔

☆......☆......☆

رفیع کو بارہ بجے کے قریب درجنوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا مگر یہ ایک ایسا گھاؤ تھا۔جس نے ایک ساتھ سب کو کرچیاں کرچیاں کر کے رکھ دیا تھا۔ثمر عباس جو بیٹے کی دن دگنی رات چوگنی محنت سے کافی خوش تھے۔ وہیں اس کے اچانک اور بے وجہ موت نے سب کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹکا کر رکھ دی۔

ارم اور تنویر کی حالت پر اسے اور زیادہ افسوس ہو رہا تھا مگر اس میں اتنی جسارت نہ تھی کہ ان کو حوصلہ دے سکتا۔ارم کو بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ محلے کی عورتیں اور رشتے دار عورتیں اسے قابو کرنے کی سعی کر رہی تھیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کوئی تو میرا بیٹا مجھے لوٹا دو۔'' ارم دھواں دھار روتے ہوئے بولی۔وہ جیسے ہی ہوش میں آتی تھی۔اپنے بیٹے کو ہی پکارنا شروع کر دیتی تھی۔

رونے پیٹنے سے کیا ہوسکتا تھا۔جن کا کوئی مر جائے وہ رونے پیٹنے کے علاوہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔یہ تو دنیا کی ایک رسم ہے۔جب بھی کسی کا کوئی اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو بطورِ رسم اور رنج والم سے چور ہو کر وہ روتا دھوتا ہے۔ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ شاید اس کے رونے پیٹنے سے وہ زندہ ہو جائے لیکن یہ تو محض دلاسہ ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

یہی موسم تھا سرد ٹھٹھرتا ہوا
یونہی یخ بستہ ہوائیں
میرا آنچل اڑ کر میرا چہرہ چھپا دیا کرتی ہیں
آسمان سے برستی رم جھم بارش
اور درختوں سے ٹپکتی سفید برف
ایک دوسرے کو ہماری محبت کے قصے سنایا کرتی تھی
شیشم کے پیڑوں پر پھدکتی چڑیاں کتنی سرشاری سے
وفاؤں کے گیت گایا کرتی تھیں
چشموں کے بہتے پانی کا شور
تمہاری ہجر کی کہانی سنا رہا تھا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

شیشم کے درختوں پر پھدکتی چڑیاں
مجھے برف پر تنہا چلتے دیکھ کر شور مچا رہی تھیں
اور درختوں سے ٹپکتی سفید برف نے
دوسرے خواب جو ہم دونوں کی محبت سے جڑے تھے
اپنے سفید گالوں کے نیچے چھپا لیے
تو میرا دل میری آنکھیں خالی ہو چکی تھیں
تمہیں معلوم ہی نہیں کہ
سب کچھ ہونے اور کچھ نہ ہونے کے اس سفر نے
مجھے اندر سے کتنا خفا کر دیا ہے۔

جیسے ہی فائزہ نے دروازہ کھولا اس کے سامنے کوئی اور نہیں اس کا ہمسفر احسان کھڑا تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ جو شخص اس کے سامنے کھڑا ہے۔ وہ اس کا ہمسفر احسان ہی ہے۔ جو اسے ایسی حالت میں تن تنہا چھوڑ گیا تھا۔ جب اس کی اسے اشد ضرورت تھی۔ اس سے واسطہ ہر امید کو اس نے کفن پہنا کر ویران گوشوں میں دفن کر دیا تھا۔

''مجھے پتہ ہے کہ میں اب کسی قابل نہیں ہوں۔'' احسان نے لب ہلائے جبکہ فائزہ اسے متواتر حیران کن نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''لیکن کیا تھوڑے سے وقت کے لیے اندر آ سکتا ہوں۔''

احسان کے لہجے سے ندامت عیاں تھی۔ اس کے لہجے میں صدیوں کی تھکن اور دکھوں کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ملاوٹ فائزہ نے بہت قریب سے محسوس کی تھی۔ بنا کچھ کہے وہ دروازے سے ایک طرف ہٹ کے کھڑی ہوگئی۔

ناصرہ گیس والے چولہے پر روٹیاں پکانے کی تیاریاں کررہی تھی۔تبھی اس نے کسی مرد کو اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔جیسے ہی اس نے بغور اس مرد کو دیکھا تو اس کی حیرت ہویدہ رہ گئی۔وہ اپنی جگہ پر حیران و ششدر کھڑی ہوگئی۔

☆......☆......☆

مدیحہ میں مصباح کا سامنا کرنے کی سکت نہ رہی تھی۔وہ اپنے آپ کو رفیع کی قاتل اور مصباح کی محبت کی دشمن سمجھنے لگی تھی۔رفیع کو مرے ہوئے ڈیڑھ ماہ ہوگئے تھے مگر اس کے باوجود یوں لگتا تھا جیسے رفیع کی موت نے اس کے انگ انگ کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا ہو سب باتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کے گھر بھی آئی تھی۔اس کے ساتھ یونیورسٹی بھی مل کے جاتی تھی لیکن اس کے باوجود نہ جانے کیوں مدیحہ کے دل و دماغ پر یہ بات ثبت ہو کر رہ گئی تھی کہ رفیع کی قاتل وہی ہے۔

☆......☆......☆

میڈم انیلہ کی پراسرار موت نے سب کو دن میں تارے دکھا دیئے تھے۔وہ رات ٹھیک ٹھاک سوئی تھی لیکن رات کو سوتے میں کسی نے اس کا گلہ کاٹ دیا تھا۔میڈم انیلہ کا جب اس کے ساتھ سونے والی لڑکیوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ رات کو میڈم انیلہ یاد سے اندر سے چٹخنی لگا کے سویا کرتی تھیں۔آج رات بھی انہوں نے چٹخنی لگائی تھی۔رات کو کسی کے کمرے میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آنے کا کوئی سوال بھی پیدا نہیں ہوتا باوجود اس کے قاتل کمرے میں آکر میڈم انیلہ کو ابدی نیند سلا کر چلا گیا تھا۔

پولیس اپنے شک کی بنا پر ایک ایک لڑکی سے پوچھ گچھ کر رہی تھی لیکن کوئی شواہد سامنے نہیں آرہے تھے جن سے قاتل کا کچھ پتہ لگ سکے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ قاتل آیا تو کس طرف سے۔ ایک طرف سے کمرے کا دروازہ جو اندر سے بند تھا جبکہ دوسری طرف سے کھڑکی جو ہزاروں فٹ گہری کھائیوں کی طرف کھلتی تھی۔بس ایک سوالیہ نشان تھا جو اپنے ساتھ کئی سوالات پیدا کیے ہوئے تھے لیکن کسی ایک سوال کا بھی جواب نہیں تھا۔

☆......☆......☆

”پردیس میں میں نے تم لوگوں کو بہت مس کیا۔“ احسان نے نم آلود لہجے میں بتایا۔

”ہر وقت تم لوگوں کی یادوں کی پرچھائیاں مجھ پر سایہ فگن رہتی تھیں۔ یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ میں بہت بڑا دکھ تمہارے دے کے گیا تھا لیکن جذبات کے گھوڑے کی باگیں کب تک کھینچی جائیں جب میں جذبات کے گھوڑے سے اتر کر ہوش وحواس کی دنیا میں لوٹا تو مارے ندامت اور اشکوں کے میرے پاس کچھ نہ تھا۔ میں نے کئی بار لوٹ آنے کی سعی کی لیکن ہمت نہ ہوسکی۔“

احسان بول بھی رہا تھا اور رو بھی رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے پیہم اشک رواں جاری و ساری تھے۔ فائزہ اب تک اسے محو حیرت اکھیوں سے گھورے جا رہی تھی۔ اس کا دل پسیج کر مٹھی میں آگیا تھا۔ ناصرہ نے پانی کا گلاس بھر کر احسان کو دیا تھا۔ جسے احسان وقفے وقفے گھونٹ گھونٹ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پی رہا تھا۔ پھر اس نے جلدی جلدی کھانا تیار کرنا شروع کر دیا۔ احسان کی پیشانی پر دکھوں کی آندھیاں اور غم کی پرچھائیاں سایہ فگن تھیں۔

''میں اس قابل نہیں کہ کچھ بھی کہہ سکوں لیکن کیا میں ایک بار اپنے بیٹے کی...... شکل دیکھ سکتا ہوں۔''

احسان کی بات سن کر فائزہ نے مزید حیرت سے اسے دیکھا جیسے اسے یقین نہ ہو رہا ہو۔

''وہ کالج ٹوور پر گیا ہے۔'' فائزہ نے پہلی بار لقمہ دیا۔

''پندرہ دن کا ٹوور تھا ان کا۔''

عین اسی وقت دروازے پہ ہونے والی دوبارہ دستک نے سب کو حیران کر کے رکھ دیا۔

احسان نے فائزہ کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا جب کہ فائزہ چپ چاپ اٹھ کر دروازے کی سمت بڑھی۔ جیسے ہی فائزہ نے دروازہ کھولا سامنے شانی کو دیکھ کر اس کی حیرت ہویدہ رہ گئی کیونکہ اس نے پندرہ دن کا ٹوور بتایا تھا اور ابھی تک دن پورے نہیں ہوئے تھے۔

شانی نے ایک طائرانہ نگاہ ماں پر ڈالی۔ فائزہ نے اسے فوراً سینے سے لگا لیا تبھی شانی کی نگاہ چارپائی سے کھڑے ہوتے اپنے باپ پر پڑی۔ اس کی آنکھیں حیرت کے مارے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ایک جھوٹ جو برسوں اس کے سامنے بولا گیا تھا۔ آج ایک انوکھی حقیقت کے روپ میں اس کے سامنے تھا۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔ شانی نے ایک بار پھر سوالیہ نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔

''ماں......!'' شانی نے تھوک نگلتے ہوئے ماں کو دیکھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''تم تو کہا کرتی تھی کہ......؟''

شانی کا فقرہ ادھورا رہ گیا تھا۔وہ کبھی اپنی ماں کو تو کبھی اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

وقت پر لگا کے گزر گیا اور دل پر لگے گھاؤ مندمل پڑ گئے۔ثمر عباس کے بچوں کی گاہے بگاہے شادی ہوگئی۔دوسری طرف مدیحہ کی بھی شادی ہوگئی۔مدیحہ کی شادی آؤٹ آف فیملی ہوئی تھی۔اس نے شادی کے لیے جب مصباح کو کال کی تو وہ غصے سے پیچ وتاب کھا کر بولی:

''رفیع آؤٹ آف فیملی تھا تو یہ سیف تمہارا کیا لگتا ہے۔دوبارہ مجھے کال کرنے کی ہمت بھی مت کرنا۔''

اتنا کہہ کر مصباح نے کال کاٹ کردی۔مدیحہ نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور آنکھوں میں بھر آئے اتھروصاف کیے جبکہ دوسری طرف مصباح رفیع کو یاد کر کے زاروقطار رونے لگی تھی۔بے شک رفیع کو مرے برسوں بیت چکے تھے لیکن اس کی جدائی کا غم آج تک وہ نہ بھول پائی تھی۔

☆......☆......☆

سامنے کا منظر دیکھ کر اسٹیشن ماسٹر کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔آناًفاناًاس کے دماغ کی سکرین پر ایک لمبے عرصے قبل کی فلم چلنے لگی۔جب ہو بہو اسی شکل کا ایک نوجوان لڑکا سارا دن اور رات گئے تک تیز بارش میں اسی سفیدے کے نیچے اسے بیٹھا دکھائی دیا تھا۔حتیٰ کہ وہ اسی سفیدے کے ساتھ ٹیک لگائے اپنی زندگی کی بازی ہار گیا تھا۔اسے اپنی قوت بینائی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پر اعتقاد نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی لڑکا ہے یا پھر کوئی اور جو آج پھر اسی سفیدے کے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ وہی شکل، وہی وقت اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ وہی لڑکا ہے یا پھر......

تبھی اس کے دل و دماغ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ کوئی روح تو نہیں ہے۔ شاید اسی نوجوان کی بھٹکتی روح جس نے اس جگہ بیٹھ کر اپنی جان دے دی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اسی نوجوان کی روح ہے۔ جس نے سفیدے پر ایک عبارت تحریر کی تھی اور اس کے مطابق وہ اپنا بدلہ لینے آ گیا ہو۔ دن کے اجالے میں اسٹیشن ماسٹر کی پیشانی پر نمودار ہونے والے پسینے کے قطرے ہیرے کی طرح چمک رہے تھے۔ اور اس کی آنکھوں میں خوف کی پرچھائیاں مترشح دکھائی دے رہی تھیں۔ تبھی اس کی نظر کیلنڈر پر پڑی اور اگلا منظر دیکھ کر اس کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

☆......☆......☆

احسان کے لوٹ آنے کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیلی۔ اس وقت بلاول، سدرہ ان کے بچوں کے علاوہ احسان، فائزہ اور شانی بھی موجود تھا۔ بجائے برا بھلا کہنے اور اسے گھر سے دھکے دے کر نکالنے کے سب نے اسے یہ سمجھ کر قبول کر لیا کہ صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ شانی جہاں حد سے زیادہ خوش تھا وہیں اپنے حواس باختہ بھی تھا۔ مگر بعد میں ماں نے صرف اتنا بتا کر بات آئی گئی کر دی کہ اس کا باپ اس کے روشن مستقبل کے لیے فارن کنٹری گیا ہوا تھا۔

☆......☆......☆

مدیحہ کا گھر میکے سے کچھ فاصلے پر تھا۔ سیف علی بھی بزنس ک سلسلے میں دو ہفتے کے لیے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چرچراتے ٹائروں نے مارکیٹ میں کھڑے ہر کس وناکس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

سارے راستے میں وہ بار بار آئینے میں دیکھ رہی تھی کہ کہیں وہ نوجوان اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا لیکن یہ دیکھ کر اس کی سانسیں بحال تھیں کہ وہ نوجوان اس کا پیچھا نہیں کر رہا تھا۔ گھر پہنچتے ساتھ ہی وہ سیدھی فریج کی طرف بڑھی اور ٹھنڈے پانی کی بوتل نکال کر اسے منہ سے لگایا اور بنا سانس نکالے ایک ساتھ آدھی بوتل لڑھکا گئی۔ جب اس کی سانس میں کچھ سانس آئی تو وہ ٹی وی لاؤنج میں پڑے صوفے پر آ کر بیٹھ گئی اور تیز تیز سانس لینے لگی۔ تبھی اس کی نگاہ سامنے میز پر پڑے کاغذ پر پڑی۔ جس پر یہ تحریر لکھی ہوئی تھی:

''دیکھ لو میں لوٹ آیا ہوں۔ اب تمہارے اندر مجھ سے آنکھیں ملا سکنے کی طاقت نہیں بچی۔ میں نے کہا تھا ناں کہ میں دنیا سے پیار کا نام ونشان تک مٹا کر رکھ دوں گا۔ یاد رکھو کہ میرا انتقام شروع ہو چکا ہے۔ اب جو بھی میرے راستے میں آئے گا۔ بے موت مرے گا۔ میں غیر تھا تو اب کون سا تم نے اپنوں میں شادی کی ہے۔ تمہارے نے میری خوشیوں سے تعمیر محل کو کرچیاں کرچیاں کر دیا تھا۔ ذہن نشین کر لو کہ اب میں خون کی ایک ہولی کھیلوں گا اور مجھے کوئی بھی نہیں روک پائے گا......کوئی بھی۔''

اس کے تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے وہ کاغذ گر گیا۔ تبھی اس نے اپنی ملازمہ شکوراں کو اتنی زور سے پکارا کہ وہ کام چھوڑ کر بھاگی چلی آئی اور بولی:

''کیا ہوا بی بی جی سب خیریت تو ہے ناں......؟''

''یہ لفافہ کون دے کے گیا ہے؟'' مدیحہ نے لفافے والا ہاتھ لہراتے ہوئے اسے لفافہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دیتے ہوئے پوچھا۔

''یہاں تو کوئی نہیں آیا تھا بی بی جی۔'' شکوراں نے حیرت سے اس لفافے کو دیکھتے ہوئے بتایا تو مدیحہ کو اپنی رگوں میں لہو منجمد ہوتا ہوا معلوم پڑا۔

''او کے تم جاؤ۔'' اس نے ہمت کر کے کہا اور شکوراں واپس پلٹ گئی۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ مرنے والا کبھی واپس بھی پلٹ سکتا ہے۔ ''نہیں نہیں ......ایسا نہیں ہو سکتا ایسا کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔'' مدیحہ نے دل ہی دل میں سوچا۔

☆......☆......☆

مدیحہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ سب اسے تسلیاں دے رہے تھے۔ خود سیف بھی کافی انگشت بدنداں تھا کہ وہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے۔ مدیحہ کی بھابھی کیچن میں کام کرنے کی غرض سے گئی تو شاید سلنڈر ٹھیک سے بند نہ کیا گیا تھا۔ تبھی ماچس کی تیلی نے ایک زوردار دھماکے کا روپ دھاڑا اور یک لخت آگ بھڑک اٹھی۔ اسے بچاتے ہوئے اس کے دونوں بھائی بھی جھلس گئے تھے۔ یہی نہیں بچے جو پہلے ہی دھماکوں کی آواز سن کر خوف زدہ ہو گئے تھے۔ وہ تھر تھر کانپنا شروع ہو گئے تھے۔ جہاں سب کا رو رو کر برا حال تھا۔ وہاں سب سے زیادہ برا حال مدیحہ کا تھا جس کے دو جوان بھائی اور بھابھی بے موت مر گئے تھے۔ فوتگی پہ مصباح بھی آئی ہوئی تھی۔ مدیحہ اس کے پیروں میں گر کر اس سے معافی مانگ رہی تھی۔

''خدا کے لیے میری مدد کرو۔'' مدیحہ نے مصباح کے پیروں میں پڑتے ہوئے کہا تو مصباح سمیت سب نے اس کی اس حرکت پر اسے حیرت سے دیکھا اور مصباح نے اسے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اٹھا کر سینے سے لگایا۔

''یہ کیسی مورکھوں جیسی حرکتیں کر رہی ہو تم؟'' مصباح نے سرزنش کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے کل اسے خود اپنی آنکھوں سے مارکیٹ میں دیکھا ہے۔'' مدیحہ بولی۔

''وہ مجھے، میرے بچوں اور میرے شوہر کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ سب کچھ بھی اسی کا کیا کرتا ہے۔ مجھے بچا لو خدا کے لیے...... ہم سب کو بچا لو...... اور یہ سب کچھ صرف تم ہی کر سکتی ہو۔''

مدیحہ کی باتیں سن کر مصباح کو حیرت ہو رہی تھی کہ کہیں اس کا دماغ تو نہیں ہل گیا اور اگر یہ ٹھیک کہہ رہی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ رفیع کو درجنوں سوگواروں کی موجودگی میں سپردِ خاک کیا گیا تھا۔ اب بھلا ایسے کوئی قبر میں سے نکل کر کیسے آ سکتا ہے......؟

☆......☆......☆

''جب سے تم واپس آئے ہو کافی بدلے ہوئے ہو۔'' ناصرہ نے شانی کے سامنے والی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''آخر بات کیا...... کہیں واقعی ایسا تو نہیں کہ تم وہاں جا کر......''

ناصرہ نے جان بوجھ کر اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ شانی نے پہلی بار اس کی طرف بھرپور نگاہوں سے دیکھا۔

فائزہ اور احسان گھریلو سامان خریدنے کے لیے مارکیٹ گئے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ دونوں گھر پر اکیلے تھے۔ موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ناصرہ نے اس سے پوچھا تھا کیونکہ وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جب سے آیا تھا۔ ناصرہ سے کھنچا کھنچا سار ہنے لگا تھا اور یہ بات اسے کافی اذیت دیتی تھی۔

''تو تم بھی پیار کی دیوانی ہو۔'' شانی کے منہ سے الفاظ نکلے تو ناصرہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

''اور میں پیار کرنے والوں کا سب سے بڑا دشمن ہوں۔ ہر اس انسان کو ابدی نیند سلا دوں گا، جو پیار کرے گا۔ میں اس دنیا سے پیار کا نام ونشان مٹانے آیا ہوں۔ صرف نفرت کا بیج بونے آیا ہوں۔''

ناصرہ کو ایسے لگا جیسے شانی کی آواز دور کہیں کسے گہرے کھنویں کی گہرائیوں سے نکل رہی ہو۔ اور پھر ایک ساتھ جیسے کتنے ہی انسان مل کر بول رہے ہوں۔ ناصرہ یہ سب دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔

''تمہیں کیا ہوا ہے شانی؟'' ناصرہ نے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

''یہ تم کیسے بول رہے ہو تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......''

ناصرہ کا اتنا کہنا تھا کہ شانی نے ہاتھ بڑھا کر اس کو گردن سے پکڑ لیا۔

''ایک بار کہا ناں میں محبت کا دشمن ہوں۔'' شانی نے اپنے الفاظ دوبارہ دہرائے۔

''احساس، ہمدردی، چاہت اور الفت سے نفرت ہے مجھے۔ اب تمہیں مرنا ہو گا کیونکہ تمہارے اندر بھی محبت کے بوئے بیج نے تناور درخت کا روپ دھار لیا ہے۔''

شانی کے ہاتھ کا شکنجہ سخت ہوتا جا رہا تھا۔ ناصرہ کو اپنی رگوں میں لہو منجمد ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ شانی کے ہاتھ کی گرفت سے بچنے کے لیے وہ متواتر ہاتھ پاؤں مار رہی تھی لیکن

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بے سود......

تبھی یک لخت بیرونی دروازہ کھلااور فائزہ اوراحسان اندرداخل ہوئے۔انہوں نے جومنظر دیکھااسے دیکھ کران کے قدموں تلے سے زمین سرک گئی۔شانی کی آنکھوں سے آگ کے گویا شعلے نکل رہے تھے۔اس کے ہونٹ بری طرح سے حرکت کرر ہے تھے۔دونوں نے مل کربڑی مشکل سے ناصرہ کوشانی کے چنگل سے بریت دلائی۔ناصرہ کا سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگا تھا۔فائزہ نے اسے سینے سے لگالیا تھاجبکہ احسان نے شانی کے چہرے پر ایک زوردارطمانچہ رسید کیا۔

''یہ کیابدتمیزی ہے......؟''احسان غصے سے چلایا۔

لیکن اس کی بات کاجواب دیئے بناشانی چارپائی پرگرکربے ہوش ہوگیا۔اسے ہوش ہوتا ہوادیکھ کردونوں میاں بیوی اس کے پاس پہنچ گئے جبکہ ناصرہ حیرت کے عالم میں بے ہوش پڑے شانی کودیکھ رہی تھی۔اسے یقین نہیں ہورہا تھا کہ یہ وہی شانی ہے جوکبھی اس کی محبت کادم بھرتا تھااورآج اس کی جان لینے پرتلا ہوا تھا۔یہ تو قسمت اچھی تھی کہ عین ٹائم پراس کی پھوپھی اورپھوپھا آن پہنچے تھے۔وگرنہ اب تووہ سورگباش ہوچکی ہوتی۔

☆......☆......☆

پورا ہفتہ بیت چکا تھامگراب بھی باربار مدیحہ پرغشی کادورہ پڑجاتا تھا۔وہ اپنے دونوں بھائیوں اور بھابھی کی خودکوقاتل مانتی تھی لیکن اسے کیاخبرکہ دکھوں نے ابھی تک اس سے ناطہ نہیں توڑا تھا بلکہ دکھوں کی ڈوری تو منگل سوتر کے جیسے اس کے گلے میں پہنا دی گئی تھی۔مصباح

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دن میں کئی بار کال کر کے اس کی خیریت دریافت کرتی۔اس وقت بھی وہ نجانے کن سوچوں میں گم تھی کہ فون کی ٹرن ٹرن کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''السلام علیکم!''اس نے کریڈل کان سے لگاتے ہوئے بمشکل کہا۔

''وعلیکم السلام۔''دوسری طرف سے سلام کا جواب دیا گیا۔''آپ مدیحہ صاحبہ بات کر رہی ہیں؟''

سوال پوچھا گیا تھا۔''جی ہاں۔''مدیحہ نے مختصر جواب دیا۔

''میں ڈاکٹر زمان بول رہا ہوں۔''تعارف کروایا گیا۔

''خ ...... خیریت تو ہے ناں؟''مدیحہ نے بمشکل تمام پوچھا۔

جواباً جو کچھ اسے بتایا گیا۔اس نے اس کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی۔جیسے آسمان ٹوٹ کر اس کے سر پر آن گرا ہو۔کریڈل اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر پنڈولیم کی طرح جھولنے لگا تھا۔دوسری طرف سے بار بار''ہیلو ......ہیلو ......مس مدیحہ پلیز کنٹرول''اور نجانے کیا کیا کہا جا رہا تھا لیکن جیسے اس کی سماعت سے کوئی الفاظ بھی نہیں ٹکرا پا رہا تھا۔دوسرے ہی لمحے وہ چکرا کر فرش پر جا گری۔اتفاق سے کمرے کے پاس سے گزرتی شکوراں نے اسے گرتے دیکھا تو ملازموں کو زور زور سے پکارتی ہوئی اس کی جانب بھاگی۔

ملازموں کی مدد سے اس نے فوری طور پر اسے بیڈ پر لٹایا۔مدیحہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

☆......☆......☆

بلاول کو ساری بات من وعن سنا دی گئی تھی۔ساتھ میں ناصرہ نے یہ بھی بتایا کہ اس کے

Downloaded from https://paksociety.com

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبداللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیم الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی،

جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بولنے سے یوں لگ رہا تھا جیسے ایک ساتھ درجنوں لوگ مل کر بول رہے ہوں۔اس کی آواز میں تھرتھراہٹ اور غم وغصہ بھی تھا۔وہ اس کی جان لینا چاہتا تھا۔

سرشام ہی بلاول امام صاحب کو لے آیا۔ امام صاحب کے پاس علم نوری تھا۔اکثر وبیشتر وہ تعویذ دھاگہ دیا کرتے تھے۔اور کلامِ الٰہی کی برکت سے لوگوں کو شفا میسر آتی تھی۔

امام صاحب کو دیکھتے ہی شانی کی حالت غیر ہونا شروع ہوگئی تھی۔دوسری طرف امام صاحب نے جب شانی کو دیکھا تو ان کی پیشانی پر ایک ساتھ کئی شکنیں عیاں ہوگئی تھیں۔شانی کو ایک دائرے میں بٹھا کر امام صاحب نے گھر کے باقی افراد کو ایک اور دائرے میں بٹھا دیا۔پھر ایک چھوٹے سے دائرے میں خود بیٹھ گئے۔شانی آلتی پالتی مارے چپ چاپ گردن جھکائے بیٹھا تھا۔اس کی یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوسکتی تھی۔دونوں میاں بیوی کے علاوہ بلاول اور اس کی فیملی کی نگاہیں بھی شانی پر مرکوز تھیں۔

☆......☆......☆

مدیحہ ہوش میں آئی تو سب کو اپنے اردگرد دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئی۔ذہن پر تھوڑا سازور دیا تو گزرے واقعات اس کے ذہن میں کسی فلم کی طرح چلنے لگے۔اسے یاد آیا کہ اس نے فون سنا تھا اور ڈاکٹر نے کہا تھا کہ:

''سیف علی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔اس کے ساتھ بچے بھی تھے۔گاڑی کا اگلا حصہ پچھلے حصے کے ساتھ یوں مل گیا تھا جیسے دروازے کے دوپٹ آپس میں ملتے ہیں۔سیف علی اور بچوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے جسم بری طرح سے کچلے گئے تھے۔گاڑی کی توڑ پھوڑ کر کے بڑی مشکل سے ان کی لاشیں باہر نکالی گئی تھیں جو کہ جلد ہی آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔''

جیسے ہی یہ سب باتیں اس کے ذہن میں آئیں،اس کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔مصباح اس وقت اس کے پاس بیٹھی تھی۔

''حوصلہ رکھو پلیز۔''مصباح نے اس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

''چلو۔''مدیحہ بیڈ سے اترتے ہوئے بولی۔''ہمیں ابھی اور اسی وقت قبرستان جانا ہے۔''

''دیکھو مدیحہ تمہاری طبیعت ابھی کافی ناساز ہے اور......''مصباح اپنا فقرہ مکمل کرنا چاہتی تھی کہ مدیحہ نے اسے چپ کروا دیا۔

''تمہیں ساتھ آنا ہے کہ نہیں؟''مدیحہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

مصباح چپ کر گئی۔دونوں گاڑی میں بیٹھ کر قبرستان کی طرف چل پڑیں۔ان کے ساتھ خاندان کی دو عورتیں اور ایک مرد بھی تھا۔پانچ منٹ میں وہ قبرستان پہنچ گئے۔اسے دور سے مصباح نے وہ قبریں دکھا دیں جہاں اس کے خاوند اور بچوں کو دفن کیا گیا تھا۔مگر ان کی قبروں کی طرف جانے کی بجائے وہ مخالف سمت چل پڑیں۔ایک عورت نے اسے کہا بھی کہ وہ غلط سمت جا رہی ہے لیکن وہ رکی نہیں بلکہ متواتر چلتی رہی۔اس کی سپیڈ کافی تیز تھی۔اتنی ہی سپیڈ سے اس کے ساتھ مصباح بھی چل رہی تھی۔

''اب تو خوش ہو ناں......؟''مدیحہ ایک قبر کے پاس رک کر قبر کو مخاطب کر کے بولی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مصباح نے غور کیا تو وہ اس وقت رفیع اللہ کی قبر کے پاس کھڑی تھیں۔اس نے حیرت سے مدیحہ کو دیکھا۔

''میرا سب کچھ تم نے مجھ سے چھین لیا۔میرے اپنوں کو بھی مجھ سے چھین لیا آخر تمہیں یہ سب کچھ کر کے کیا ملا۔''

مدیحہ نے اتنا کہہ کر ایک زوردار ٹھوکر قبر کو ماری تھی اور پھر دھواں دھار رونا شروع ہو گئی تھی۔ پہلے تو سب اسے پاگل سمجھ رہے تھے لیکن یکدم سب کو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہونا پڑا کیونکہ جس قبر کے پاس وہ کھڑی تھی اس میں سے قہقہے لگانے کی آوازیں آنے لگی تھیں۔مصباح سمیت سب کی حیرت ہویدا رہ گئی تھی۔مصباح کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ حقیقت پر مبنی ہے۔

ابھی سب حیرت زدہ ان قہقہوں کو سن رہے تھے کہ اگلا منظر دیکھ کر سب کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔ یکدم رفیع اللہ کی قبر سے دو ہاتھ باہر نکلے اور ان ہاتھوں نے مدیحہ کو ٹانگوں سے پکڑ کر کھینچا آناً فاناً اس آفت ناگہانی پر سہم سی گئی تھی۔لوگ دوڑ کر دور جا کھڑے ہوئے۔

مدیحہ کی چیخیں آسمان کا سینہ چاک کرنے لگی تھیں۔خود مصباح بھی یہ سب کچھ دیکھ کر سہم سی گئی تھی۔دوسرے ہی لمحے قبر میں ایک بڑا سا شگاف پیدا ہوا اور مدیحہ قبر میں جا گری۔ پلک جھپکتے میں قبر کا وہ شگاف بند ہو گیا۔یہ سب کچھ اتنی سرعت سے ہوا تھا کہ کسی کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔رفیع کی قبر کھودنے کی کوشش کی گئی لیکن جیسے ہی کوئی قبر کھودنے اس کی قبر کے نزدیک جاتا قبر کے اردگرد آگ کے شعلے بلند ہو جاتے۔سب جان چکے تھے کہ مدیحہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کو پالیا ہے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ میں محبت کو ختم نہیں کر پایا اور نہ ہی کبھی کوئی اس دنیا سے محبت کو ختم کر پائے گا لیکن جب جب محبت کے پجاریوں پر ظلم ہوگا...... محبت کے راہی مر کر بھی اس ظلم کا سر بناش ضرور کریں گے۔''

الفاظ آہستہ آہستہ معدوم پڑتے بالکل ختم ہو گئے اور شانی کا جسم ایک طرف لڑھک گیا۔ سب نے پریشانی کے عالم میں امام صاحب کو دیکھا۔

''وہ جو کوئی بھی تھا جا چکا ہے۔'' امام صاحب نے کھوئے ہوئے انداز میں بتایا۔

''آپ کا بیٹا بالکل محفوظ ہے۔ شکر ادا کیجئے اور اس کا صدقہ دیجئے تاکہ دوبارہ یہ کبھی کسی بدروح کے چنگل میں نہ پھنس پائے۔''

امام صاحب کی بات سن کر سب جلدی سے دائرے سے باہر نکل کر شانی کی طرف بڑھے جبکہ امام صاحب متواتر سوچوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔ وہ ساری بات کو سمجھ چکے تھے۔ ان سے کچھ بھی پنہاں نہ تھا۔ انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور دائرے سے اٹھ کر باہر نکل کر کھڑے ہو گے۔ سب کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے وہ گھر سے باہر نکل کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔اب قبر کھودنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

☆......☆......☆

امام صاحب نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا تو یکدم شانی نے نگاہیں اٹھا کر امام صاحب کو دیکھا۔اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

''کون ہو تم......؟''امام صاحب نے پوچھا۔

''رفیع اللہ۔''مختصر جواب دیا گیا لیکن یوں لگا جیسے اس کی آواز ہزاروں فٹ کی گہرائیوں سے آئی ہو۔

''کیوں اس کے پیچھے لگے ہوئے ہو......؟''سوال پوچھا گیا۔

''بس اپنا انتقام لینے کے لیے۔''جواب دیا گیا۔

''مطلب......؟''وضاحت پوچھی گئی۔

''اب کچھ خاص نہیں۔''بتایا گیا۔''اب میں اپنا مطلب حاصل کر چکا ہوں۔''

''تو پھر اس کی جان کیوں نہیں چھوڑ رہے۔''پھر سوال پوچھا گیا۔

''ہاں اب اس کی جان چھوڑنا چاہتا ہوں۔''جواب چنداں پریشانی کے عالم میں دیا گیا۔

یوں لگا جیسے بولنے والا جانا نہیں چاہتا تھا۔بس مجبوری کی بنا پر حامی بھر رہا تھا۔

''میں نے اپنا مقصد پا لیا......اپنی محبوبہ کو اپنی آغوش میں بھر لیا......اب مجھے اس دنیا سے کچھ بھی نہیں چاہیے کیونکہ میں اب دنیا میں نفرت نہیں پھیلاؤں گا......کیونکہ میں نے اپنی محبت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آؤٹ آف کنٹری گیا ہوا تھا۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں اور بیٹی کے ساتھ بازار شاپنگ کے لیے گئی تھی۔ اس وقت وہ ایک جیولری شاپ میں کھڑی تھی جب یکبارگی اس کی نگاہ شیشے کے پار مارکیٹ میں بائیک کھڑی کرتے ایک نوجوان پر پڑی تو اگلا منظر دیکھ کر اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹک کر رہ گئی۔

وہ ہوبہو رفیع اللہ تھا یا پھر رفیع اللہ کا ہم شکل۔ لیکن اگر وہ اس کا ہم شکل تھا تو اس نے بائیک کھڑی کرتے ساتھ ہی کھا جانے والی آنکھوں سے اسے کیوں گھورا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کے جلتے آلاؤ جن کی تاب نہ لاتے ہوئے اس نے آنکھیں جھکا لی تھیں۔ باوجود اس کے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے پھر بھی ان نظروں کی شبیہہ اس کی آنکھوں میں ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔ تبھی اس نے دوبارہ دیکھا تو وہ نوجوان ایک دکان میں داخل ہوا لیکن اس کی کھا جانے والی آنکھیں متواتر اسی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس نے سرعت سے اپنا سامان اٹھایا اور بچوں کو سنبھالتی اپنی گاڑی کی طرف تقریباً دوڑتے ہوئے بڑھی لیکن اسے معلوم تھا کہ دو خونخوار آنکھیں اسے پیہم گھورے جا رہی تھیں۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ واقعی رفیع اللہ ہے یا کوئی اور۔ یہ بات تو وہ بھی اچھی طرح سے جانتی تھی کہ درجنوں سوگواروں کی موجودگی میں رفیع اللہ کو سپرد خاک کیا گیا تھا۔ اس بات کے سینکڑوں گواہ موجود تھے کہ رفیع اللہ کافی عرصہ پہلے مر چکا تھا لیکن آج اسی کی شکل کے ایک نوجوان کو دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین سرک گئی تھی۔ گاڑی میں بیٹھتے ساتھ ہی اس نے گاڑی کو گیئر میں ڈالا اور اتنی سپیڈ سے گاڑی کو یوٹرن دیا کہ یوٹرن لیتے ہوئے گاڑی کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گے۔''

شانی آسودگان خاک کی مانندز مین پر پڑا تھا۔جبکہ یکدم آنے والانو جوان اس کی طرف دیکھ کر بڑبڑائے جارہا تھا۔تبھی وہ نوجوان دنیاو مافیا سے بے خبر پڑے شانی کے جسم کے اوپر یوں لیٹ گیا جیسے نیچے کوئی ہی نہ ہو۔اس کے لیٹتے ساتھ ہی اس کا وجود ختم ہوگیا۔شاید وہ شانی کے وجود میں شامل ہوگیا تھا۔دوسرے ہی لمحے شانی نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔یوں لگ رہا تھا جیسے ان میں لہواتر آیا ہو۔ شانی نے ایک نگاہ اٹھا کر دور بہت دور اوپر ہوٹل کی مدھم روشنی کو دیکھا جو کسی آسمانی تارے کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔تبھی اس کا جسم اوپر ہی اوپر اٹھنے لگا۔اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے۔اس کے لبوں پر مسکراہٹ جلوہ گر تھی جبکہ آنکھوں کی سرخ میں بتدریج اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

☆......☆......☆

عصر کے بعد ناصرا پنی پھوپھو کے گھر گئی۔ وہ رہتی وہاں ہی تھی۔علی بھی وہیں رات کا سوتا تھا۔ناصرہ کھانا بنانے میں مصروف تھی اور فائزہ جسے اس نے چائے بنا کر دی تھی۔وہ بیٹھی پی رہی تھی۔دروازے کی دستک ن دونوں کو متوجہ کیا۔

''میں جاتی ہوں پھوپھو آپ بیٹھو۔''ناصرہ جو آٹا گھوندنے میں مصروف تھی پاس پڑے پانی کے برتن میں ہاتھ دھوتے ہوئے بولی۔

''نہیں بیٹی تم آٹا گوندھ لو میں پتہ کرتی ہوں۔''فائزہ نے چائے کا کپ زمین پر رکھتے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہوئے کہا۔

ڈوپٹہ سر پراچھی طرح سے کرتے ہوئے وہ چارپائی سے اٹھی۔

''کون ہے......؟''دروازے کے قریب پہنچ کر فائزہ نے پوچھا۔''صبر کرو آرہی ہوں۔''

''کون ہے......؟''

دروازے کے پاس پہنچ کر ایک بار پھر اس نے پوچھا مگر کوئی جواب نہ ملا۔تبھی دروازے کا ایک پٹ کھول کر اس نے سر نکال کر باہر جھانکا اور اگلا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین سرک گئی۔یوں لگا جیسے آسمان ٹوٹ کر سر پر آن گرا ہو۔حیرت کے سمندر میں غوطہ زن بغیر آنکھیں جھپکائے وہ سامنے تک رہی تھی۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہی ہے وہ سب کچھ حقیقت پر مبنی ہے۔

☆......☆......☆

''تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔''مصباح نے نم آلود آنکھوں سے مدیحہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر رفیع کو کچھ ہو گیا تو میں تمہیں ساری زندگی معاف نہیں کروں گی۔''

بات مکمل کرنے تک آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گرنا شروع ہو گئے تھے۔گیٹ کا پٹ بند کرنے کے بعد وہ چھت پر جانے والی سیڑھی پر بیٹھ گئی۔دوسری طرف نجانے کیوں مدیحہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔اسے اپنے الفاظ پر افسوس ہو رہا تھا۔جس مقام

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دیو

تحریر: طاہر عباس......شجاع آباد

خیرالدین بادشاہ مصر کا ایک ایسا حکمران گزرا ہے۔ جس کے دور میں مصر میں کچھ خاص کام نہ ہو سکے۔ خیرالدین بادشاہ کو سدا ایک ہی کام کی فکر لاحق رہی کہ اس کے علاوہ کبھی کوئی حکمرانی نہ کر پائے۔ نہ ہی اس کے تخت کا کوئی وارث پیدا ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک لمبے عرصے تک حکمرانی کرنے والے اس بادشاہ نے جلد شادی نہ کی تھی۔

مصر میں خاندانی حکمرانی کا دور دورا ہے۔ خیرالدین بادشاہ سلطان سلیمان کی نسل میں سے آنے والا ایک بادشاہ تھا۔ سلطان سلیمان نے اپنے دور میں نہ صرف اپنے دو بہنوئی اپنے تخت کی خاطر مروا ڈالے تھے۔ بلکہ اپنے دو پسران کو ان کی اولادوں سمیت مروا ڈالا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سلطان سلیما ن نے کسی گوری سے بیاہ کیا تھا اور اس بدزبان گوری نے سلطان سلیمان کو مکمل طور پر اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ اس گوری (ملکہ خُرم) نے سب سے پہلے بادشاہ کی والدہ کی جان لی۔ پھر اپنی نند کے میاں ابراہیم بادشاہ اور وقتاً فوقتاً یہ سلسلہ اس نے جاری وساری رکھا۔ لیکن جیسا کہ بتایا جا چکا تھا ہے کہ سلطان سلیمان کو اس نے اپنے کنٹرول میں کیا ہوا تھا۔

سلطان سلیمان کو ہر بات کا پتہ تھا لیکن اس کے باوجود اس نے کوئی پیش رفت نہ کی تھی بلکہ

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہر موڑ پر الٹا اس کا ساتھ دیا تھا۔ سلطان سلیمان کے تخت کی اس نے بخوبی حفاظت کی تھی۔ ویسے تو خود سلطان سلیمان بھی ایک بہادر اور عقل وفہم والا انسان تھا۔ لیکن تاریخ میں جہاں سلطان سلیمان کا نام آتا ہے وہاں اس کے ساتھ خُرم سلطان کا نام بھی لازمی آتا ہے۔

حرم سے سلطان سلیمان کو چار پسران اور ایک دختر نصیب ہوئی تھی۔ سب سے بڑے پسر کو اس کی سوتن نے مروا دیا تھا۔ جبکہ حرم سلطان نے سوتن کے اکلوتے بیٹے شہزادے مصطفیٰ کو ایسی زبردست چال میں پھنسایا کہ سلطان سلیمان نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے مروا دیا۔ شہزادے مصطفیٰ سے چھوٹے دونوں بھائی بہت محبت کرتے تھے۔ شہزادے مصطفیٰ کی موت کے غم نے حرم کے سب سے چھوٹے بیٹے کی جان لے لی۔ جبکہ اس سے بڑے بیٹے شہزادے بیاضت کو تخت کی خاطر اس سے بڑے بھائی شہزادے سلیم نے اس کی اولاد سمیت مروا ڈالا۔

شہزادے سلیم نے سلطان سلیمان کی موت کے بعد تخت وتاج کو سنبھالا اور جلد ہی گمراہی کے اندھیروں کے اندھیروں میں غرق ہو گیا تھا۔ انگریزوں کے شرابوں اور جوؤں اڈوں کو سلطان سلیمان نے اپنے دورِ حکومت میں مقفل کر دیا۔ جبکہ سلطان سلیمان کی موت کے ساتھ ہی شہزادے سلیم نے ان اڈوں کو دوبارہ چالو کیا۔

یوں شہزادے سلیم کا دور مصر کے لیے زوال کا دور ثابت ہوا اور جلد ہی شہزادہ سلیم اپنوں کے ہاتھ ابدی نیند سو گیا۔ اس کے پسران کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اصول وضوابط کے مطابق بڑے پسر نے حکومت سنبھال لی لیکن جلد ہی چھوٹے پسر نے اس کی جان لی۔ اس پسر میں سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان خیرالدین بادشاہ نے جنم لیا۔

اتفاق سے سلطان خیرالدین بادشاہ اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھا۔اسے جب اپنے پچھلوں کے قصے کہانیوں کا علم ہوا تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔سلطان خیرالدین بادشاہ نے تہیہ کرلیا کہ وہ شادی وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑے گا اور اپنی رعایا اور وزراء پر بھی اپنا کنٹرول رکھے گا۔لیکن جلد ہی اسے اپنے ایک فیصلے کو ختم کرنا پڑا اور اسے شادی کرنا پڑ گئی۔

سلطان خیرالدین بادشاہ یک لخت جیسے بدل گیا تھا۔عوام الناس پر اس کے مظالم رقم تحریر ہونے لگ گئے اور یہی نہیں وزراء پر بھی اس نے سختی کرنا شروع کردی۔ یوں نہ چاہتے ہوئے بھی باغیوں کی ایک جماعت سر اٹھانے لگی جس کے سرغنہ وزراء ہی تھے۔

انہوں نے مل کر سلطان خیرالدین بادشاہ کا تختہ الٹنے کی تدبیریں سوچنی شروع کردیں۔ انہی دنوں سلطان خیرالدین بادشاہ کے ہاں شہزادے نصیرالدین نے جنم لیا۔ باغیوں کی اس جماعت میں خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن وہ ہمہ وقت دعاء گو تھے کہ شہزادہ نصیرالدین اپنے باپ کے جیسے نہ بنے۔ بلکہ ملکہ شیفتہ خاتون کے جیسے رحم دل اور انصاف پسند بنے۔

دن پر لگا کے گزر گئے اور شہزادے نصیرالدین نے بلوغت کی چوکھٹ پر قدم رکھا۔شہزادہ نصیرالدین اپنی ماں پر گیا تھا۔اور یہی وزراء چاہتے تھے۔ باغیوں کے اس گروہ نے حدت پکڑنی شروع کی۔لیکن ان سے پہلے ہی باغیوں کے ایک اور ٹولے نے سر اٹھا کر اپنی بغاوت کا اعلان کیا مگر افسوس کہ جلد ہی سلطان خیرالدین بادشاہ کے حامیوں نے انہیں مولی گاجر کی طرح کتر ڈالا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دوسری طرف شہزادہ نصیر الدین بادشاہ کے ایک وزیر کی دختر پر فدا ہو گیا۔ جب اس بات کی خبر سلطان خیر الدین بادشاہ تک پہنچی تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اور اس نے اس بات کی تصدیق کے لیے شہزادے نصیر الدین سے پوچھ گچھ کی تو اس نے اقرار کر لیا۔ یہاں تک کہ شہزادے نے یہ بھی کہہ دیا کہ وہ نعیما خاتون کو ہی اپنی اہلیہ بنائے گا علاوہ ازیں کسی اور کو وہ قطعاً اپنی زندگی میں کوئی حصہ نہ دے گا۔

سلطان خیر الدین بادشاہ پسر کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر جل بھن کر رہ گیا۔ اور اس نے فوراً سے بھی پیشتر اس وزیر کو بلوایا جس کی دختر پر شہزادہ نصیر الدین فدا ہو چکا تھا۔ وزیر بادشاہ کے کمرے میں پہنچا تو اس وقت سلطان خیر الدین بادشاہ اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا اسے دیکھتے ہی رک گیا اور بغور اس کے چہرے کو تکنے لگا۔ سلطان خیر الدین بادشاہ کے اس طرح دیکھنے پر اس وزیر کو تشویش ہوئی۔

''میرے آقا!'' اس نے ادھر ادھر نگاہیں پھیرتے ہوئے کہا۔

''کیا کوئی گستاخی سرزد ہو گئی ہے؟''

سلطان خیر الدین بادشاہ اس کی بات سن کر غصے سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

''شبیر پاشا۔'' بادشاہ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اسے مخاطب کیا تو اس نے نگاہیں اٹھائیں۔

''کتنی دختریں ہیں تمہاری؟''

سلطان خیر الدین بادشاہ کی بات سن کر وزیر شبیر پاشا نے ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو کر سلطان خیر الدین بادشاہ کو دیکھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''میرے آقا! ایک دختر ہے۔'' شبیر پاشا نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔

''ہوں۔'' سلطان خیر الدین بادشاہ نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

ایک بار پھر اسے بغور دیکھا اور پھر کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا۔

''اس کی شادی ابھی تک کیوں نہیں کروائی ؟'' سلطان خیر الدین بادشاہ نے پوچھا۔

''میرے آقا ابھی وہ کم عمر ہے۔ بلوغت کی عمر کو ابھی پہنچی ہے۔ فی الحال تو نجانے کتنے سپنے ادھورے ہیں جن کو پورا کرنا بہت لازمی ہے۔ میں نے اپنی دختر کو پسران کے جیسے پال پوس کے بڑا کیا۔ کیا کروں پسر ہے نہیں سارے ارمان دختر کے ہی پورے کرنے ہیں۔'' وزیر شبیر پاشا نے جواب دیا۔

''ہوں۔'' کھڑکی کے پاس کھڑے کھڑے سلطان خیر الدین بادشاہ نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''تم اس کی شادی کی تیاری کرو شبیر پاشا۔ ہر طرح کی ذمہ داری اور ہر چیز دربار سے ملے گی۔ اپنی دختر کو سونے جواہرات سے بھر دو۔ ہم تمھیں یہ نوید سنانا چاہتے ہیں کہ ہم تمہاری دختر کو اپنی ملکہ بنانے کے متمنی ہیں۔''

سلطان خیر الدین بادشاہ کی بات سن کر وزیر شبیر پاشا کی باچھیں کھل گئیں۔ حالانکہ وہ اس بات سے آشنا تھا کہ اس کی دختر اور شہزادہ نصیر الدین ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ لیکن اس نے ان سب باتوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ سلطنت کا بادشاہ خود اس سے اس کی دختر کا ہاتھ مانگ رہا تھا۔ اس کے تو وارے نیارے ہو جائیں گے۔ بھلا اسے اور کیا چاہیے وہ فوراً آگے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بڑھا اور سلطان خیرالدین بادشاہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بوسہ دیا۔

''یہ اس بندہ ناچیز پر آپ کا احسان ہے میرے آقا۔'' وزیر شبیر پاشا نے خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے کہا۔

''اب دیر مت کرو پاشا فوراً تیاریاں شروع کرو۔ہم چاہتے ہیں کہ کل ہم تمہاری دختر کو اپنی ملکہ بننے کا اعزاز بخشیں۔'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے شبیر پاشا کے ہاتھوں سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے کہا۔

وزیر شبیر پاشا خوشی سے پھولے نہ سماتے ہوئے الٹے قدموں لوٹ گیا۔

یہ بات پوری سلطنت میں آگ کی طرح پھیل گئی کہ سلطان خیرالدین بادشاہ وزیر شبیر پاشا کی دختر کو اپنی اہلیہ اور سلطنت کی ملکہ بنانے والے ہیں۔ جب اس بات کا شہزادے اور ملکہ کو علم ہوا تو دونوں انگشت بدنداں رہ گئے۔

''ایسا کیسے ممکن ہے۔ کیسے کر سکتے ہیں بادشاہ یہ سب۔انہیں اپنے پسر کی خوشیاں عزیز نہیں ہیں کیا؟'' ملکہ ناگن کے جیسے پھنکارتے ہوئے بولی۔

اس وقت ملکہ شہزادے کے ساتھ باغیچے میں چہل قدمی کر رہی تھی۔اور ساتھ میں کنیزیں بھی تھیں جب اچانک ہی ایک آغا دوڑتا ہوا آیا اور اس نے یہ منحوس خبر سنائی۔

''بابا ٹھیک نہیں کر رہے والدہ۔'' شہزادے نے ماں کی بات کے جواب میں دانت پیستے ہوئے کہا۔

''میں خود ان سے بات کرتی ہوں۔ وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں۔'' ملکہ نے شہزادے کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دوسرے کو چاہتے ہیں۔'' ملکہ نے بادشاہ کو یاددہانی کرواتے ہوئے کہا۔

''ہم جانتے ہیں لیکن آپ بھی اس بات کو جان جائیے کہ وہ ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ اور ہم اسے کل اپنی اہلیہ بنانے والے ہیں۔اور ہم نے اعلان کر دیا ہے۔ یہی نہیں انتظامات شروع ہو رہے ہیں۔'' بادشاہ نے ملکہ کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

ملکہ نے بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔پہلی بار اسے بادشاہ کی آنکھیں خالی دکھائی دیں۔جن آنکھوں میں کبھی اس کے لیے چاؤ تھی۔محبت تھی آج وہ آنکھیں اس کے لیے خالی تھیں۔اس نے پہلے بادشاہوں کے قصے سنے تھے جن میں سب سے زیادہ جو اس کے دماغ پر حاوی ہوا تھا سلطان سلیمان کا قصہ تھا۔اس نے بھی دو شادیاں کی تھیں۔پہلی اہلیہ سے ایک پسر تھا۔پہلی اہلیہ اس کی خاندانی ملکہ تھی جبکہ دوسری محل کی ایک بدزبان کنیز تھی۔اور اس کنیز نے کس طرح سلطان سلیمان کو اپنی محبت کے جال میں پھنسایا تھا۔وہ سب جانتی تھی۔

ملکہ نے حرم سلطان کے کارناموں کو بغور پڑھا تھا۔اور اس بات سے بھی آشنا تھی کہ اس نے جو کچھ بھی کیا تھا اپنی جگہ ٹھیک ہی کیا تھا۔اس کے ساتھ جو سلوک محل میں روا رکھا گیا تھا اس کے عوض یہی کچھ کیا جانا چاہیے تھا۔آج بھی ایک ملکہ کے سہاگ کو اجاڑنے کی سعی جارہی تھی اور یہی بات اسے گوارہ نہ تھی۔وہ جانتی تھی کہ باغیوں کا ایک ٹولہ سلطنت کے اندر پھیلتا جارہا ہے۔

ملکہ بادشاہ کے کمرے سے نکلی تو ساتھ چلنے والی کنیز کو حکم دیا کہ وزیر عثمان پاشا کو میرے کمرے میں بھیجو۔پھر خود اپنے کمرے کی طرف چل دی جبکہ کنیز وزیر عثمان پاشا کی تلاش میں محل

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کی بھول بھلیوں میں کھوگئی۔

☆......☆......☆

شہزادہ نصیرالدین جلد ہی وزیرشبیر پاشا کے گھر پہنچ گیا۔ وہاں جاکراس نے جو دیکھا وہ اسے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن کرنے کے لیے کافی تھا۔اس کی محبوبہ نے اسے دیکھ کررخ پھیرلیا تھا۔دوسری طرف وزیرشبیر پاشا دروازے میں آکرایستادہ ہوگیا تھا۔اس نے شہزادے کا راستہ روک لیا تھا۔

''شہزادے معذرت چاہتاہوں۔لیکن اب آپ کا اس گھر میں آنا فضول ہے۔کل میری دختر سلطان خیرالدین بادشاہ کی ملکہ بننے جارہی ہے۔آپ کو یہ نوید مل ہی گئی ہوگی۔''وزیرشبیر پاشانے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

''اپنی زبان کولگام دوشبیر پاشا۔تمہیں یہ بات کہتے ہوئے خجالت محسوس ہونی چاہیے۔تم اچھی طرح سے اس بات سے آشنا ہوکہ ہم دونوں ایک دوسرے کوچاہتے ہیں۔''شہزادہ نصیرالدین غصے سے بھرکربولا۔

''آپ غلطی پرہیں شہزادے۔دونوں نہیں صرف آپ۔میری دختر تو آپ کو بالکل نہیں چاہتی۔''وزیرشبیر پاشانے کہا۔

وزیرشبیر پاشا کی بات سن کرشہزادے کا ماتھا ٹھنکا۔

''تم اپنی دختر سے پوچھو۔''شہزادے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

شبیر پاشانے اپنی دختر کی طرف رخ موڑا اور پھیلے ہوئے ہاتھ سکیڑ لیے۔اس کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دختر دروازے میں آکر ایستادہ ہوئی۔

''تم نے سنا کہ تمہارا باپ کیا کہہ رہا ہے؟''شہزادے نصیر الدین نے اسے مخاطب کیا۔

''شہزادے اپنی اوقات میں رہو۔تم اس بات سے بخوبی آشنا ہو کہ کل سے میں سلطنت عالیہ کی ملکہ بننے جارہی ہوں۔مطلب تمہاری سوتیلی ماں۔'' وزیر کی دختر نے دانت پیس کر جواب دیا تو شہزادے کا غصے سے برا حال ہوگیا۔

اشتعال کی چڑھتی آندھی زور پکڑ گئی اور دوسرے ہی سے شہزادے نصیر الدین کی شمشیر نے وزیر شبیر پاشا کا سر تن سے جدا کردیا۔اس کی دختر باپ کی لاش دیکھ کر خوف سے زرد پڑ گئی۔

''اب میں تجھے بتاؤں گا کہ تو کیسے ملکہ بنتی ہے۔ملکہ بننا تو درکنار تجھے ایسی موت دوں گا کہ تیری روح تک کانپ اٹھے گی۔''شہزادے نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا اور گھوڑے پر لے جاکر اپنے آگے بٹھالیا۔

جلد ہی شہزادے کا گھوڑا سلطنت عالیہ کی حدود سے باہر نکل چکا تھا۔

☆......☆......☆

''ملکہ آپ نے یاد فرمایا۔''عثمان پاشا نے پردے کی اوٹ میں ایستادہ ہوکر کہا۔

''عثمان پاشا ہم تمہاری ہر سرگرمی سے باخبر ہیں۔'' ملکہ نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''میں کچھ سمجھا نہیں ملکہ؟''عثمان پاشا نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''تم باغیوں کے ایک ٹولے کی سربراہی کررہے ہو جو جلد ہی اس سلطان خیر الدین بادشاہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کی بادشاہت کا تختہ الٹنے والا ہے۔کیا یہ بات غلط نہیں ہے۔'' ملکہ نے دونوں ہاتھ آپس میں مسلتے ہوئے کہا۔

''آپ نے بجا فرمایا ہے ملکہ۔''عثمان پاشا نے اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

''کیا اس کی کوئی وضاحت ہے تمہارے پاس؟'' ملکہ نے پوچھا۔

''ملکہ عوام الناس آقا کے مظالم سے تنگ آ چکے ہیں۔یہی نہیں وزراء پر بھی آقا نے مظالم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے۔آپ کے علم میں ہوگا کہ پرسوں شفاقت پاشا کو ناکردہ گناہ کی پاداش میں پھانسی دلوا دی گئی تھی۔

اس سے قبل آقا نے دربار خاص سے منسلک ایک نہایت ہی بااعتماد وزیر جلال الدین نسوی کا سر قلم کروا دیا۔آخر کب تک ظلم کی اس بھٹی میں ہم لوگ جلتے رہیں گے۔''عثمان پاشا نے وضاحت سے بتایا۔تو ملکہ کو حیرت ہوئی۔

''کیا جلال الدین نسوی کا سر قلم کروا دیا گیا ہے؟'' ملکہ نے حیرت سے پوچھا۔

''اس بات کو دو ہفتے بیتنے والے ہیں۔''عثمان پاشا نے بتایا۔

''لیکن ایسا کیوں کر کیا گیا؟'' ملکہ نے دوبارہ پوچھا۔

''ان کے مخالفوں نے ان پر الزام عائد کیا تھا کہ وہ باغیوں کے حامی ہیں اور ان کی سرپرستی کر رہے ہیں۔''عثمان پاشا نے بتایا۔

''اف میرے خدا۔'' ملکہ سر پکڑ کر رہ گئی۔

''اب آپ ہی بتایئے کب تک ہم لوگ ان مظالم پر دم سادھے خاموش رہیں۔''عثمان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

ملکہ بادشاہ کے کمرۂ خاص کی طرف چل دی جبکہ شہزادہ فوراً اصطبل کی طرف بڑھا اور اپنا گھوڑا نکال کر اس پر سوار ہو کے وزیر شبیر پاشا کے گھر کی طرف چل پڑا۔

☆......☆......☆

''میرے آقا!'' سلطان خیرالدین بادشاہ اس وقت اپنے کمرے میں براجمان کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جب آغا کمرے میں داخل ہوا اور اسے مخاطب کیا تو اس نے سوالیہ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''میرے آقا ملکہ تشریف لائی ہیں۔''

آغا کی بات سن کر سلطان خیرالدین بادشاہ نے بھنویں اچکائیں۔ وہ جان چکا تھا کہ جیسے ہی ملکہ کو اس بات کی خبر ہوگی وہ فوراً آ جائے گی۔

''اسے کہو ہم ابھی مصروف ہیں۔'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے حکم دیا تو آغا لوٹ گیا۔

آغا نے جب دروازے پر ایستادہ ملکہ کو بادشاہ کا حکم سنایا تو وہ غصے سے جل بھن کر رہ گئی اور اس نے آغا کو ایک طرف دھکیلا اور دروازہ کھولتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اتنی زور سے دروازہ کھلنے کی آواز سن کر بادشاہ اپنی جگہ پر ایستادہ ہو گیا اور ملکہ کو غصے سے پیچ و تاب کھاتے دیکھ کر آنے والے وقت کے لیے مستعد ہو گیا۔

''یہ کیا سن رہی ہوں میں۔ محل کے در و دیوار میں گھومتی گردش کرتی افواہیں دروغ گوئی ثابت ہوں گی میں امید کرتی ہوں۔'' ملکہ نے سلطان خیرالدین بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کیسی افواہیں سنی ہیں آپ نے؟'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے ہاتھ پیچھے باندھتے ہوئے کہا۔

''اتنے بھولے مت بنیے۔'' ملکہ غصے سے تقریباً دھاڑی۔

''آپ شاید اس بات کو یکسر فراموش کیے جا رہی ہیں کہ آپ ایک بادشاہ کے دربار میں ایستادہ ہیں۔'' بادشاہ نے ملکہ کو یاددلاتے ہوئے کہا۔

''اور آپ بھی اس بات کو فراموش کر رہے ہیں کہ آپ کے سامنے اس عظیم سلطنت کی ملکہ ایستادہ ہے۔'' ملکہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''یہ کیسی گستاخی ہے۔تم جانتی ہو کہ کیا اس کی سزا کیا ہو گی۔تمہیں اپنے الفاظ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔تمہارے لفظوں سے بغاوت کی بدبو آ رہی ہے۔'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''میرے تو لفظوں سے بغاوت کی بو آ رہی ہے اور آپ تو مکمل طور پر باغی ہو چکے ہیں۔'' اب کی بار ملکہ نے نم آلود لہجے میں کہا۔

''تم شاید اس دربار کے اصول وضوابط کو پس پشت ڈال رہی ہو۔بادشاہ جس کنیز پر چاہے اپنی چادر پھینک دے۔تم بھی کسی وقت اس محل میں ایک کنیز تھی۔'' بادشاہ نے ملکہ کو اس کی اوقات یاددلاتے ہوئے کہا۔

''درست فرما رہے ہیں۔ لیکن آپ کی چادر محل کی چاردیواری سے باہر جا گری ہے۔اور آپ اس بات سے آشنا ہیں کہ وزیر شبیر پاشا کی دختر اور شہزادہ نصیرالدین ایک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پاشا نے بے بسی عیاں کرتے ہوئے کہا۔

''تو آگے کا لائحہ عمل کیا ہے تمہارا؟'' ملکہ نے ٹو دی پوائنٹ بات کی۔

''معذرت چاہتے ہیں ملکہ لیکن ہرکس وناکس شہزادے کو اپنا بادشاہ بنانے کے متمنی ہیں۔'' عثمان پاشا بولا تو اس کی بات سن کر ملکہ زیر لب مسکرا دی۔

''اور تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' ملکہ کے اس سوال پر عثمان آغا چونکا۔

''میرا بھی وہی ارادہ ہے ملکہ۔'' عثمان پاشا نے کہا۔

ملکہ عثمان پاشا کی بات سن کر خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ رعایا اس کے پسر کے حق میں تھی۔ وزراء بھی اس کے پسر کو اپنا سلطان تسلیم کر چکے تھے۔ اور اسے جلد از جلد تخت پر براجمان کرنے کے متمنی تھے۔ یہی بات ملکہ کے لیے قابل تسکین تھی۔

''عثمان پاشا اگر بات حقیقت میں یہی ہے تو آج سے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جو شخص اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے اس پر سوتن طاری کرے یا اپنے پسر کی پسند کو پیروں تلے روندتے ہوئے اس سے خود شادی رچانے کا متمنی ہو جائے تو ایسے شخص کے ساتھ نبھا بہت مشکل پڑ جاتا ہے۔'' ملکہ نے کہا۔

عثمان پاشا ملکہ کی بات کا مطلب سمجھ چکا تھا۔ اس نے ملکہ کی بات سے اتفاق کیا۔

''ملکہ آپ خاطر جمع رکھیں ہرکس وناکس آپ کے اور شہزادے نصیرالدین محترم کے ساتھ ہے۔'' عثمان پاشا نے ملکہ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

قبل اس کے کہ ملکہ گویا ہوتی دروازے پر مستعد ایستادہ آغا فوراً اندر داخل ہوا۔ جسے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پریشان حالت میں اندر داخل ہوتے دیکھ کر دونوں کی حیرت ہویدا ہوئی۔

''طلعت آغا کیا بات ہے؟'' ملکہ نے اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

''ملکہ مداخلت کی معذرت چاہتا ہوں۔غضب ہوگیا۔شہزادے نصیرالدین محترم نے وزیر خاص شبیر پاشا محترم کا نہ صرف سر قلم کر دیا بلکہ ان کی دختر کو لے کر نجانے کہاں گم ہوں گئے ہیں۔بادشاہ محترم نے انہیں پکڑوانے کے لیے سپہ سالار پوری سلطنت میں پھیلا دیے ہیں لیکن نجانے شہزادے محترم کہاں روپوش ہوگئے ہیں۔زمین نگل گئی ہے یا آسمان کھا گیا ہے۔بادشاہ محترم غصے سے بھڑک اٹھے ہیں۔اور فوراً آپ کو یاد فرمایا ہے۔''

طلعت آغا نے ٹو دی پوائنٹ بات کرتے ہوئے کہا۔اس کی بات سن کر ملکہ سمیت عثمان پاشا بھی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوگیا۔انہیں شہزادے کے اس ردعمل کا قطعاً احساس نہ تھا۔نہ ہی انہیں شہزادے سے اس سب کی توقع تھی۔حالات اتنی جلدی اتنی کشیدگی اختیار کر جائیں گے انہوں نے تو سوچا بھی نہ تھا۔

''تم جاؤ طلعت آغا میں بھی آتی ہوں۔'' ملکہ نے دائیں ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''طلعت آغا کے جانے کی دیر تھی کہ ملکہ عثمان پاشا کی طرف متوجہ ہوئی۔''عثمان پاشا شاید ہمارا وقت آگیا ہے۔شہزادے کی جان اب تمہارے ہاتھوں میں ہے۔اس سے قبل کہ بادشاہ کے حامی اس تک پہنچ جائیں تمہیں فوراً شہزادے کی مدد کے لیے پہنچنا چاہیے۔ایسا نہ ہو بادشاہ کے حامی شہزادے کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں۔فوراً جاؤ عثمان پاشا۔''

ملکہ نے حکم صادر کرنے والے لہجے میں کہا تو عثمان پاشا سر تسلیم خم کرتا تقریباً بھاگتا ہوا باہر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نکل گیا۔ ملکہ کے پیروں تلے زمین کھسک گئی تھی ۔اس منحوس خبر کو سن کے تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے ۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کرے تو کیا کرے ۔ پھر نجانے کیا سوچتے ہوئے وہ سلطان خیرالدین بادشاہ کی طرف چل دی ۔

☆......☆......☆

شہزادے کا گھوڑا جلد ہی اپنی سلطنت کو پیچھے چھوڑتا ہوا ایک کھلے میدان سے ہوتا ہوا ایک بستی میں داخل ہوگیا۔شبیر پاشا کی دختر چپ چاپ دم ساد ھے اس کے ساتھ گھوڑے پر براجمان تھی ۔ وہاں سے نکلنے سے اب تک اس نے کوئی ردعمل اختیار نہ کیا تھا۔نجانے اس کے ذہن میں کیا کھچڑی پک رہی تھی ۔ حالانکہ راستے میں ایک دو جگہ سلطان خیرالدین بادشاہ کے حامیوں کو اس نے دیکھا تھا۔

چاہتی تو واویلا کر کے انہیں متوجہ کر کے شہزادے کی گرفت سے بریت حاصل کر سکتی تھی ۔لیکن اس نے اس وقت تک کوئی ردعمل اختیار نہ کیا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اپنے باپ کی موت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر گھبرا گئی ہو۔ جو بھی تھا اس وقت تک وہ چپ تھی۔

شہزادے کا گھوڑا بستی میں داخل ہوا تو شہزادے نے اس کی رفتار آہستہ کر دی ۔شہزادہ نصیرالدین چہار سو نگاہیں دوڑاتا ہوا جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت ہویدا ہوئی کہ بستی کے ہر گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔لیکن وہاں کوئی بھی باسی دکھائی نہ دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس بستی میں انسانوں کا بسیرہ ہی نہ ہو۔

شہزادے کو حیرت کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی لاحق تھی کہ کہیں بادشاہ کے حامی یہاں تک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نہ آن پہنچیں۔شہزادے نصیرالدین نے جیسے ہی ایک گلی کو کراس کر کے دوسری گلی کی طرف اپنا گھوڑا موڑنا چاہا عین اسی وقت اس کے سامنے ایک بزرگ آ گیا اور اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے رکنے کو کہا۔

شہزادہ اس کا اشارہ دیکھ کر نہ صرف رک گیا بلکہ گھوڑے سے اتر آیا۔اتر کر اس نے ایک بار شبیر پاشا کی دختر کو دیکھا لیکن یہ دیکھ کر اس کو اطمینان ہوا کہ وہ پرسکون براجمان تھی۔اور یہ بھی عیاں تھا کہ وہ اس کے خلاف کوئی ردعمل نہیں کرے گی۔

''تم لوگ جو کوئی بھی ہو فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔'' بزرگ نے ملتجیانہ لہجے میں کہا۔

''ہم بہت تھک چکے ہیں۔ لمبے سفر کی تھکان نے چور چور کر دیا ہے۔اس لیے بھوک کے ساتھ ساتھ تھوڑا آرام کرنے کے متمنی ہیں۔'' شہزادے نے جواب دیا۔

''لیکن تم لوگ اس بستی میں قیام مت کرو یہاں سے آگے نکل جاؤ۔'' بزرگ بولا۔

''کیا آپ اس کی کوئی وجہ بتا سکتے ہیں؟'' شہزادے نے پوچھا۔

''ہاں اس بستی پر ایک دیو کا قہر ٹوٹا ہے۔وہ گھر دیکھ رہے ہو۔'' بزرگ نے سامنے ایک گھر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

پوری بستی کے اندر وہی ایک گھر تھا جسے سیمنٹ اور اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔جبکہ باقی سارے گھر گارے مٹی کے بنے ہوئے تھے۔

''اس گھر میں ایک بڑے سے پنجرے میں اسے ابھی مقید کر کے آ رہا ہوں۔یاد رکھنا اگر وہ اب کی بار دوبارہ آزاد ہو گیا تو تہلکہ برپا کر دے گا۔اس لیے بہر صورت اس کا مقید رہنا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ٹھوڑی اپنے دائیں ہاتھ سے زور سے پکڑی۔ ''یاد رکھنا تمہارے اس پسر کی موت کا فرمان جاری کیا جا چکا ہے۔ وہ جتنا بھی بھاگ لے۔ جلد ہی پکڑا جائے گا۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے اس کے کیے کی ایسی سزا دوں گا کہ اس کی روح نزگ میں بھی میرے نام سے کانپتی رہے گی۔''

سلطان خیرالدین بادشاہ نے اپنی بات مکمل ہونے کے بعد ملکہ کو پیچھے کی طرف دھکا دیا اور ایک بار پھر آ کر اپنی نشست پر براجمان ہو گیا۔ ملکہ گرتے گرتے بچی۔

''مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ آپ نے کیا فرمان جاری کیا ہے۔ لیکن آپ کو اس بات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ نہ صرف وہ آپ کا لخت جگر ہے بلکہ اس سلطنت کا اگلا حکمران ہے وہ۔'' ملکہ نے بالآخر تمام تر ہمت یکجا کر کے کہا۔

سلطان خیرالدین بادشاہ نے اس کی بات سن کر بھنویں اچکائیں اور اسے بغور دیکھا۔ پھر زیر لب مسکرایا۔

''حکمران اور وہ۔ میرے جیتے جی تو اس سلطنت کی حکمرانی کسی کو نصیب نہیں ہو گی اور میری موت اتنی جلدی لکھی نہیں ہے۔ اس لیے تم بھی اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ جیسے ہی تمہارا پسر ملے گا اسے فوراً ممی بنا کے زندہ تابوب میں لٹا کر بچھو چھوڑ دوں گا اس پر اور تابوت کو بند کروا کے سمندر کی تہوں میں پھینک دوں گا۔ یہی نہیں اس کے ساتھ ایک اور تابوت بھی سمندر کی تہوں میں گرے گا اور وہ تمہارا ہو گا۔'' سلطان خیرالدین بادشاہ نے الفاظ چباتے ہوئے ادا کیے۔

اس کی کسی بات کا ملکہ نے کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ مزید کچھ کہے سنے بغیر سلطان خیرالدین بادشاہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے کمرے سے باہر نکل آئی۔ باہر نکل کر اس نے ایک سکون کا سانس لیا۔ دونوں محافظوں نے ملکہ کی طرف دیکھا لیکن سرعت سے نگاہیں جھکا لیں۔ ملکہ نے راہداری کے دونوں اطراف دیکھا۔ پھر جس طرف سے آئی تھی اس طرف جانے کی بجائے مخالف سمت چل پڑی۔

☆......☆......☆

دونوں نے اس مکان کے اندر قدم کیا رکھا گویا دونوں کے قلب سینے سے اچھل کر ان کے قدموں میں آ گرے ہوں۔ دیو نجانے کتنا بھیانک ہو گا۔ کتنا بڑا ہو گا۔ پنجرے کا کیا ہے ممکن ہے پنجرہ توڑ کے باہر آ جائے اور ان کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دے۔

شہزادے کا گھوڑا بھی ہنہنانے لگا لیکن شہزادے نے اسے تھپکی دے کر اور گردن کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے پرسکون رہنے کی تلقین کی۔ جلد ہی گھوڑے کو دروازے کے پاس ہی لگے بیری کے درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

دونوں اندر کی طرف داخل ہوئے۔ شہزادے نے میان سے تلوار نکال کر ہاتھ میں تھام لی تھی جبکہ شہزادے خود ہی شہزادے کے پیچھے ہو لی تھی۔

اندر پہنچ کر دونوں نے پہلے جائزہ لیا۔ یہ چھوٹا سا گھر تقریباً پانچ مرلے پر مشتمل تھا۔ اندر بیک پہ دو کمرے، پھر دائیں طرف والے کمرے کے ساتھ شاید کچن تھی۔ لیکن کچن کے ساتھ اوپر زینہ چڑھ رہا تھا۔ اور زینے کے نیچے خالی جگہ میں باتھ روم بنایا گیا تھا۔ آخر میں ایک ڈرائنگ روم تھا۔ ٹی وی لاؤنج کے لیے بھی جگہ اچھی خاصی تھی اور اس کے علاوہ باہر صحن کے لیے بھی جگہ نکالی گئی تھی۔ پورے گھر کے اوپر لنٹر ڈالا گیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دونوں کی نگاہ اچانک کچن کے ساتھ والے کمرے پر پڑی جس کو مقفل کیا گیا تھا۔ بزرگ نے جاتے جاتے چابیوں کا گچھا ان کے سپرد کر دیا تھا۔ شہزادے نے اطمینان کرنے کے بعد شہزادی کی طرف دیکھا۔

''اس کمرے کی طرف جانے کی حماقت بھی مت کرنا ورنہ اس بستی کے لوگوں کی طرح ہم دونوں کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔'' شہزادے نے شہزادی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

شہزادی نے اس کی کسی بات کا جواب دینے کی بجائے ٹی وی لاؤنج میں رکھے صوفے پر تقریباً ڈھے سی گئی۔ اس کی آنکھوں میں خون ہچکولے مار رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اس کے باپ کا سر قلم ہوا تھا۔ جو شخص اس کے ساتھ موجود تھا وہی اس کے باپ کا قاتل تھا۔ اس نے دل میں تہیہ کر لیا تھا کہ اسے ایسی موت مارے گی کہ یاد رکھے گا۔

شہزادے نے جب دیکھا کہ شہزادی اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دینا چاہتی تو اس نے بھی مزید بحث ومباحثہ اچھا نہ سمجھا بلکہ پہلے کمرے کے اندر جا کر سامان کا جائزہ لینے لگا۔

کمرے کے اندر ایک ڈبل بیڈ لگا ہوا تھا۔ یہی نہیں اعلیٰ قسم کا فرنیچر بھی موجود تھا اور اس کے علاوہ نہایت ہی قیمتی قالین اندر بچھا ہوا تھا۔ قالین پورے گھر میں ایک ہی جیسا موٹی دبیز تہہ والی بچھا ہوا تھا۔ دیواروں پر بڑے بڑے پردے لہرا رہے تھے۔ شہزادے نے باہر نکل کر کچن کا جائزہ لیا تو خوش ہو گیا کیونکہ کچن میں جتنا راشن موجود تھا وہ ان دو کے لیے دو چار مہینے کے لیے کافی تھا۔ ڈرائنگ روم کافی صاف تھا۔ ایک بڑا سا ٹیبل اور آمنے سامنے کرسیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

یہ گھر اس بستی کے کسی وڈیرے کا گھر تھا۔ جو پوری بستی میں شاید سب سے زیادہ روپے پیسے والا تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں کوئی ٹی وی وغیرہ تو نہیں تھا کیونکہ اس وقت تک ایسی کوئی چیز دریافت نہ ہوئی تھی۔ ہاں البتہ دیواروں پر ایسی تصاویر آویزاں تھیں جو کسی تاریخ کو دہرا رہی تھیں۔

شہزادہ آگے بڑھا اور ایک ایک تصویر کو بغور دیکھنے لگا۔ ان تمام تصاویر میں ایک چیز مشترک تھی اور وہ تھا ایک شخص۔ جو ہر تصویر میں دکھائی دیا تھا۔ شاید یہی شخص اس گھر کا مالک بھی تھا۔ ان تصاویر سے کوئی جنگی خاکہ دکھایا گیا تھا۔ کہیں محل کے اندرونی معاملات دکھائے گئے تھے۔ یہی نہیں ایک جگہ بادشاہ کا دربار بھی دکھایا گیا تھا۔ جس کے اندر بادشاہ اپنے تخت پر براجمان دکھایا گیا تھا اور اس کے سامنے لوگوں کا جم غفیر دکھائی گیا تھا۔

اس جم غفیر میں ایک انسان کو آگے دھکیلا جا رہا تھا۔ جبکہ وہ شخص پیچھے ہٹنے کی سعی کر رہا تھا۔ اس سے اگلی ایک تصویر میں اس شخص کو ممی بنایا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی ایک تابوت بھی دکھائی دے رہا تھا۔ شاید اس کے اندر اسے بند کرنے کا حکم صادر ہوا تھا۔

اس سے اگلی تصویر میں ممی کو تابوت میں لٹا کر ایک بڑے سے مرتبان سے ایک آدمی اس ممی پر بچھوؤں کی بارش کرتا دکھائی دیا تھا۔ یہ ایسی سزا تھی جو پچھلے زمانوں میں اس وقت دی جاتی تھی جب کوئی شخص ڈائریکٹ بادشاہ سے بغاوت کا اعلان کرتا تھا۔ یا بادشاہ کی نسل میں سے کسی کے ساتھ غداری کرتا تھا۔

آخری تصویر میں اس تابوت سے ایک اونچے پہاڑ سے نیچے گرانے کا منظر دکھایا گیا تھا۔ پہاڑ سے نیچے بہتے سمندر کو بھی دکھایا گیا تھا۔ ایک طرف ڈوبتے سورج کی جھلک بھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دکھائی گئی تھی۔

شہزادہ ان تصاویر کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا۔ یہ تصاویر بنوانے اور اس گھر میں لگوانے کا کوئی مقصد تو نہیں تھا۔اور اگر کوئی مقصد تھا تو یہ کہ اس شخص کا ضرور بر ضرور اس گھر سے کوئی نہ کوئی تعلق رہا ہوگا۔اس کے پچھلوں نے موقع پر موجود کسی شخص یا مصور کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔ممکن ہے گھر کا ہی کوئی ممبر موقع پر موجود ہو اور اسی نے سب کچھ بنایا ہو۔ جو بھی تھا ان باتوں کا شہزادے کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

''شہزادی۔''شہزادے نے صوفے پر نیم دراز شہزادی کو مخاطب کیا تو اس نے نگاہیں اٹھائیں۔

''میں تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہا ہوں تاکہ گھوڑے کے لیے کچھ چارے وغیرہ کا بندوبست کر کے لاؤں تب تک آپ اندر جا کر (کمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آرام فرمائیے۔اور اس بات کی بھی احتیاط کیجئے گا کہ اس کمرے سے دور رہنے میں ہی عافیت ہے۔''

شہزادی متواتر ہی چپ ہی رہی بس شہزادے کی بات سن کر ہاں میں سر ہلا دیا۔شہزادہ چپ چاپ بغیر کوئی مزید بات کیے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا گیا۔ جاتے جاتے بیرونی دروازے کو باہر سے ہی قفل کے گیا۔باہر والے دروازے کی ایک الگ چابی شہزادے نے نکال کے پاس رکھ لی تھی جبکہ باقی ساری چابیاں ڈیوڑھی کے دروازے کے ساتھ لٹک رہی تھیں۔

شہزادی نے جب اطمینان کر لیا کہ شہزادہ جا چکا ہے تو اس نے سرعت سے صدر دروازے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کو اندر سے مقفل کیا اور جلد ہی چابیاں تھام کر اس دروازے کے پاس جا کر ایستادہ ہو گئی جس میں دیو مقید تھا۔ اس کا دل دھکا دھک کر رہا تھا۔ لیکن جینے کی خواہش اس کے اندر سے دم توڑ چکی تھی۔ دوسرے ہی سے تالا کھل گیا۔

شہزادی نے ہاتھ میں تھامے ہوئے تالے کو ایک نگاہ دیکھا پھر سرعت سے کمرے کی کنڈی کھولی۔ اب اگلا مرحلہ تھوڑا مشکل تھا۔ ایک دیو جو اس کمرے میں ایک پنجرے کے اندر مقفل تھا۔ اسے آزاد کرنا تھا۔ اس نے دائیں پاؤں کی ٹھوکر دروازے کو لگائی تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

لیکن اندر کا منظر دیکھ کر شہزادی انگشت بدنداں رہ گئی۔ پنجرے کے اندر کوئی دیو نہ تھا بلکہ نہایت ہی خوش شکل نوجوان مقید تھا۔ دروازہ کھلنے پر نوجوان نے دروازے کو دیکھا تھا۔ لیکن شاید اس کے علم میں یہی تھا کہ دروازہ کھولنے والا وہی بزرگ ہوگا۔ مگر ایک نوجوان اور حسین و جمیل دوشیزہ کو سامنے دیکھ کر وہ نوجوان ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گیا۔

''کیا تم دیو ہو؟'' شہزادی نے اس سے پوچھا۔

''تم کون ہو؟'' اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اس نے الٹا سوال کیا تو شہزادی نے اسے شروع سے اب تک کی ساری بات کہہ سنائی اور یہ بھی کہا کہ اگر وہ چاہے تو اس کی جان بھی لے لے۔ وہ اسے رہا کرنے آئی ہے۔ لیکن وہ اصل میں اپنے دشمن کو ابدی نیند سلانا چاہتی ہے۔ دیو ہمہ تن گوش ہو کر اس کی بات سنتا رہا۔

جلد ہی شہزادی نے اس کے پنجرے کا دروازہ کھول دیا۔ دیو نے باہر نکلنے کی بجائے شہزادی کو اندر کھینچ لیا۔ پہلے تو شہزادی سہم گئی لیکن جلد ہی دونوں ایک دوسرے میں گھل مل گئے اور ایک

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سلسلہ برائی جنم لینے لگا۔

شہزادے کی عدم موجودگی میں شہزادی دیو کے پاس آ جاتی اور دیر تک اس کے ساتھ رنگ رلیوں میں مصروف رہتی۔شہزادے کے ساتھ اس نے ایسا برتاؤ رکھا ہوا تھا کہ شہزادہ یہ سمجھنے لگا تھا کہ شہزادی نے اسے دل سے معاف کر دیا ہے۔بس وہ بزرگ کے آنے پر یہاں سے چلے جائیں گے۔لیکن شہزادہ اس بات سے نا آشنا تھا کہ اس کے پس پشت کیا کھیتی بوئی جا رہی ہے۔

ایک دن شہزادی دیو کے پنجرے میں گئی تو دیو مضطرب تھا۔شہزادی کو تجسس ہوا۔

''کیا بات ہے تم اتنے مضطرب کیوں ہو؟''شہزادی نے پوچھا۔

''شہزادی میری طاقت اس بڈھے نے ختم کر دی ہے۔میری طاقت ختم ہوتی جا رہی ہے۔میں چند دنوں کا مہمان ہوں۔''دیو نے جواب دیا۔

''تو اس کا کوئی اوپائے نہیں ہے کیا؟''شہزادی نے پوچھا۔

''اوپائے ہے لیکن تھوڑا مشکل۔''دیو نے بتایا

''بتاؤ تو۔''شہزادی نے استفسار کیا۔

''اس بستی کے آخر میں شہر خموشاں ہے۔اس کے اندر ایک درخت ہے۔اس درخت کا نام اوگلی ہے۔اگر اس کے پتے مل جائیں تو میری طاقت واپس لوٹ آئے گی۔اور میں شکتی شالی ہو جاؤں گا۔ پھر اس خبیث کو کچا کھا کے ہم دونوں واپس اپنی دنیا میں لوٹ جائیں گے۔''دیو نے خبیث کے لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''بس اتنا سا کام؟''شہزادی نے حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر کہا۔جواباً دیو نے ہاں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں سر ہلا دیا۔

''تو سمجھو ہو گیا۔''

شہزادی نے اس کی طرف دیکھ کر خوشی سے زیرلب مسکرا کر کہا۔

''نہیں شہزادی وہ پرانا اور گھنا قبرستان ہے۔ میں رات تو در کنار دن کے وقت بھی کوئی نہیں بھٹکتا اور آپ جیسی نازک اندام لڑکی کا اس کے اندر جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بلاوجہ خود کو کسی مصیبت میں نہ ڈال دیجیئے گا۔'' دیو نے اضطرابیت بھرے لہجے میں کہا۔

''تو جناب آپ کو کس نے کہا میں جاؤں گی وہاں۔ وہ ہے نہ اپنا جوڈو کا غلام۔ وہی کرے گا ہمارا کام اور ہم کریں گے اس کا کام تمام۔'' شہزادی نے اب کی بار ہنستے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر دیو بھی قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

☆......☆......☆

شہزادی نے شہزادے کو کہا کہ اس کی طبیعت کافی خراب ہے۔ اس لیے اوگلی کا درخت جو قبرستانوں میں ہوتا ہے اگر اس کے پتے مل جائیں تو وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ شہزادہ پہلی تو اس کی بات سن کر تھوڑا پریشان ہوا لیکن جلد ہی اس نے کہا کہ وہ ابھی پتہ کر کے آتا ہے۔

گھوڑے کے لیے وہ چارے کا بندوبست جہاں سے کرتا تھا اس سے آگے سارا قبرستان ہی تھا۔ شہزادی نے اسے اوگلی کے درخت کے پتوں کی شناخت بتائی۔ شہزادہ اسی وقت اوگلی کے درخت کے پتے لینے کے لیے قبرستان کی طرف چل دیا اور شہزادی دیو کے کمرے میں جا کر اس کے پنجرے میں گھس گئی اور اسے یہ نوید سنائی کہ اس نے شہزادے کو پتے لینے کے لیے بھیج

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دیا ہے۔ دیو اس کی بات سن کر بہت خوش ہوا۔

دوسری طرف شہزادہ جیسے ہی قبرستان کے پاس پہنچا تو اسے قبرستان کے دروازے پر ایک دوشیزہ دکھائی دی۔ جس نے اس کا راستہ روک لیا۔اور قبرستا ن میں گھسنے کی وجہ پوچھی۔شہزادے نے جب اسے اپنا تعارف کروایا اور یہاں آنے کی وجہ بتائی تو وہ اس دوشیزہ نے حیرت سے شہزادے کو دیکھا۔

''اوگلی کے درخت کے پتے اور آپ کی ہونے والی اہلیہ کو چاہئیں معذرت چاہتی ہوں شہزادے لیکن کیا کوئی وجہ بتا سکتے ہیں؟''اس دوشیزہ نے شہزادے سے پوچھا۔

''ہاں اس کی طبیعت خراب ہے۔اس کا کہنا ہے کہ اگر اوگلی کے درخت کے پتے مل جائیں تو وہ صحت یاب ہو جائے گی۔''شہزادے نے مختصر جواب دیا۔

''اوگلی کے درخت کے پتے تو آپ کو مل جائیں گے لیکن ایک شرط پر شہزادے۔''دوشیزہ نے شہزادے کو تکتے ہوئے کہا۔

''کیسی شرط؟''شہزادے نے پوچھا۔

''میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔اور جیسے آپ کو میں کہوں گی پلیز آپ ویسا ہی کیجئے گا۔''دوشیزہ نے کہا۔

''تمہارے کہنے کا مطلب کیا ہے؟''شہزادے نے پوچھا۔

''شہزادے آپ کو پس پردہ دھوکہ دیا جا رہا ہے۔آپ کو یقین ہے کہ آپ کی ہونے والی اہلیہ آدم زادی ہے؟''اس دوشیزہ نے شہزادے کو بغور تکتے ہوئے پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں بڑبڑایا۔اس کی بڑبڑاہٹ دوشیزہ نے سن لی تھی۔

''وہ آپ سے انتقام لینا چاہتی ہے شہزادے۔اپنے باپ کی موت کا انتقام۔'' دوشیزہ بولی تو شہزادہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہوگیا۔

وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اس نے اس دوشیزہ کو پچھلے کسی واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔پھر اسے کیسے معلوم پڑ گیا کہ اس نے شہزادی کے باپ کا خون کیا ہے۔

''شہزادے فی الحال یہ وقت سوچنے کا نہیں کچھ کرنے کا ہے۔اگر آپ برا نہ مانیں تو میں بھی آپ کے ساتھ آؤں گی۔''

دوشیزہ کی بات سن کر شہزادے نے اس کی بات سے اتفاق کیا اور دوشیزہ اس کے پیچھے چڑھ کر بیٹھ گئی۔شاخیں ابھی تک اسی نے تھامی ہوئی تھیں۔

جس گھر میں شہزادے اور شہزادی نے قیام کیا ہوا تھا اس کے بیرونی دروازے کے پاس گھوڑا روکا گیا۔شہزادہ اور وہ لڑکی اتر آئے۔

''شہزادے آپ گھوڑے کو اندر مت لے جایئے بلکہ شہزادی پر یہ ظاہر کیجئے گا کہ آپ گھوڑے کے لیے مزید چارہ لینے جا رہے ہیں۔اور تھوڑی دیر لگ جائے گی آپ تا کہ وہ بے فکر ہو کے اپنا کام کر سکے۔'' دوشیزہ نے شہزادے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

شہزادہ بیرونی دروازہ کھول کر گھوڑے کی لگامیں اسے تھما کے خود اندر چلا گیا۔گھوڑے کی چاپوں کی بازگشت سن کر شہزادی دروازے میں آ کر ایستادہ ہوگئی تھی۔اور پھر جب اس نے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

شہزادے کے ہاتھ میں شاخیں دیکھیں تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔وہ بھاگتی ہوئی آئی اورشہزادے کے گلے لگ گئی۔

''آپ بہت اچھے ہیں شہزادے۔''شہزادی نے اس سے لپٹتے ہوئے کہا۔

''شہزادی آپ یہ شاخیں پکڑیں۔میں نے قبرستان کے ساتھ ہی کچھ سبزہ دیکھا ہے۔میرا ارادہ ہے تھوڑی دیر کے لیے گھوڑے کو وہاں لے جا کر تازہ چارہ کھلاؤں۔''شہزادے نے شہزادی کو خود سے جدا کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔''شہزادی نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

''اپنا خیال رکھنا اور اندر سے دروازہ مقفل کر لینا مجھے دیر بھی ہوسکتی ہے۔''شہزادے نے اس کے گال کو سہلاتے ہوئے کہا اورشہزادی سرعت سے اندر داخل ہوگئی اور دروازے کو اسی وقت مقفل کرلیا۔

''گھوڑے کے ساتھ ساتھ خود بھی چارہ کھا کر آنا شہزادے کیونکہ آج کے بعد چارہ کھانا نصیب نہیں ہوگا آپ کو۔''شہزادی نے دروازہ بند کرکے دروازے کے پاس ایستادہ ہوکر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور فوراً دیو کے کمرے کی طرف لپکی۔

اس نے سرعت سے دیو کا کمرہ کھولا اور اس کے پنجرے میں داخل ہوگئی۔دیو شہزادی کے ہاتھوں میں شاخیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔اس کی آنکھیں حیرت سے چمک اٹھی تھیں۔شاید اسے بے یقینی تھی۔

''ارے واہ تمہارے اس غلام نے تو وہ کر دیا جس کی اس سے امید بھی نہیں کی جاسکتی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھی۔'' دیو نے شہزادی کے ہاتھ سے شاخیں پکڑ کر انہیں بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف دوڑتا ہے۔اس کی موت آئی ہے تو یہ مجھے تمہارے پاس یہاں لے آیا ہے۔اب ہم لوگ اسے ابدی نیند سلا کر اس کے باپ کو جا کر ابدی نیند سلائیں گے۔اس کے بعد سلطنت مصر کی حکمرانی ہماری ہوگی۔ ہمارے دن رات رنگین ہوں گے۔''شہزادی نے دیو کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے کہا۔

پھر دیو نے اسے خود سے جدا کیا اور شاخوں سے پتے توڑ توڑ کر کھانے لگا۔شہزادی اسے بغور دیکھے جا رہی تھی۔ دیو اتنی سرعت سے پتے کھا رہا تھا کہ اس نے پلک جھپکتے میں ایک شاخ خالی کر دی اور جیسے ہی دوسری شاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کے پیٹ میں کھلبلی مچ گئی۔وہ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہو گیا۔

''شہزادی۔'' دیو نے غصے سے کانپتے ہوئے شہزادی کو پکارا تو شہزادی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''دھوکہ''

دیو نے مختصر جواب دیا۔ جو شہزادی کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

''کیا ہوا تمہیں۔ یہ تمہاری رنگ پیلی کیوں پڑ رہی ہے؟''شہزادی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ابھی شہزادی کے الفاظ منہ میں تھے کہ دیو کے جسم سے دھواں نکلنا شروع ہو گیا شہزادی نے پنجرے سے نکل کر بھاگنا چاہا لیکن دیو نے اسے پکڑ لیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کیوں کیا تم نے ایسا۔ کیوں دیا مجھے دھوکہ؟'' دیو نے غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا۔

''میں نے کوئی دھوکہ نہیں دیا تمہیں۔'' شہزادی نے لرزتے ہوئے جواب دیا۔

دیو کے جسم سے نکلنے والے دھوئیں میں تیزی آ گئی تھی۔ شہزادی دھوئیں کی وجہ سے کھانسے جا رہی تھی۔ وہ دیو کی گرفت سے خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

''شہزادے۔ شہزادے خدارا مجھے بچالو شہزادے۔'' جب شہزادی نے دیکھا کہ دیو اس کو چھوڑنے والا نہیں ہے تو اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی شہزادے کو پکارا۔

''اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔ میرے ساتھ تمہیں بھی جل کر بھسم ہونا ہوگا۔'' دیو غصے سے بولا اور اس نے شہزادی کو بانہوں میں بھر لیا۔

عین اسے لمحے دھوئیں نے آگ کی شکل اختیار کر لی۔ دیو کے ساتھ ساتھ شہزادی کی سماعت شکن چیخیں بھی گونج رہی تھیں۔ شہزادی خود کو دیو کی گرفت سے بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ کئی بار تو اس کے چہرے پر اپنے ناخن بھی مارے لیکن سب کچھ بے سود ثابت ہو رہا تھا۔ اور پھر ایک دم آگ بھڑک اٹھی۔ اور پلک جھپکتے میں دونوں کے شریر بری طرح سے آگ کی لپیٹ میں آ گئے۔

شہزادہ اور دوشیزہ دونوں باہر ایستادہ تھے۔ کہ ان کی سماعت سے شہزادی کے چیخنے اور دیو کے غرانے کی بازگشت ٹکرائی۔ شہزادی اسے مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ شہزادہ اس کی مدد کے لیے جانا چاہتا تھا لیکن اس دوشیزہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور انکار میں سر ہلایا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جلد ہی دونوں کی چیخیں ختم ہو گئیں۔اور پورے گھر کو انہوں نے دھوئیں کی لپیٹ میں دیکھا۔

''میں تمہارا مشکور ہوں دوشیزہ! لیکن کیا تم یہ بتا سکتی ہو کہ تم کون ہو؟''شہزادے نے دوشیزہ کا ہاتھ تھام کر پوچھا۔

''شہزادے میں ایک پری زاد ہوں آپ کو قبرستان کی طرف آتا دیکھا۔اس وقت میں وہیں اوپر ایک درخت پر براجمان تھی۔سرعت سے نیچے اتر آئی اور جب آپ نے ساری بات بتائی تو سمجھ گئی کہ آپ کو مورکھ بنایا جا رہا ہے۔''دوشیزہ نے بتایا۔

شہزادہ اس کی بات سن کر حیران وششدر رہ گیا۔''کیا تم واقعی پری زاد ہو؟''

شہزادے نے بے یقینی سے اسے تکتے ہوئے پوچھا۔تو اس نے جواب میں سر ہلا کر شہزادے کی بات کا جواب دیا۔

ابھی انہیں گفتگو کرتے تھوڑے ہی دیر ہوئی ہوگی کہ ان دونوں کا شاہی فوج نے گھیرے میں لے لیا۔

''شہزادے۔''اچانک شہزادے کو اپنے عقب سے آواز آئی اس نے مڑ کر دیکھا تو خوشی سے جھوم اٹھا۔

☆......☆......☆

سلطان خیرالدین بادشاہ کے محل کو باغیوں نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیا۔شاہی فوج نے ان کا راستہ روکنا چاہا لیکن باغیوں کے ہجوم کربلا کے سامنے شاہی فوج نہ ٹک پائی اور جلد باغی محل کے اندر گھس آئے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان خیرالدین بادشاہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو اسے کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔اس نے فوراً تلوار اٹھائی اور ابھی باہر نکلنے ہی والا تھا کہ باغیوں نے اسے اس کے کمرے میں ہی دبوچ لیا۔اس سے شمشیر چھین لی گئی اور اسے پکڑ کر باہر کھلے میدان میں لایا گیا۔

ملکہ جو اس وقت شاہی حمام سے ہو کر واپس آ رہی تھیں۔محل کے اندر کھلبلی مچی دیکھ کر دنگ رہ گئیں ۔ جلد ہی انہیں خبر مل گئی کہ باغیوں نے محل کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے اور سلطان خیرالدین بادشاہ کو بھی پکڑ کر لے گئے ہیں۔ملکہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ابھی وہ اپنی جگہ پر ایستادہ تھے کہ باغیوں کا ایک ٹولہ ان کے پاس آن پہنچا۔

ملکہ نے تھوک نگلتے ہوئے ان کی طرف دیکھا لیکن زبان سے کچھ نہ بول پائی۔یوں لگ رہا تھا جیسے ان کی زبان گنگ ہو گئی ہو۔ملکہ نے بارہا بولنے کی سعی کی لیکن بے سود۔

''ملکہ محترمہ۔''باغیوں میں سے ایک نے ملکہ کو مخاطب کیا اور سر تسلیم خم کیا تو اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں نے بھی سر تسلیم خم کیا۔

شاید یہ باغیوں کے اس ٹولے یا پھر سب باغیوں کا بڑا سرغنہ لیڈر تھا۔اس کے ہاتھ میں بادشاہ سلامت کا تاج اور میان سمیت شمشیر تھی۔

''یہ سب کیا ہے؟''بالآخر ملکہ نے تمام تر ہمت کو یکجا کر کے پوچھا۔

''ملکہ محترمہ!عوام الناس اور دربار کے اندر سلطان خیرالدین بادشاہ کے ظلم کے خلاف یہ کاروائی ایک مجبوری بن گئی تھی۔سلطان خیرالدین بادشاہ کا ظلم انتہا کو چھو چکا تھا۔اگر آپ کو کسی بات سے اعتراض ہے بھی تو اب اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سلطان خیرالدین بادشاہ محترم ہمارے قبضے میں ہیں۔ اور جلد ہی انہیں ان کے کرموں کی سزا مل جائے گی۔ آپ کو اس سلطنت کے وزیراعظم کی نشست کے لیے چنا گیا ہے جبکہ وزیرخاص عثمان پاشا شہزادے نصیرالدین محترم کی تلاش میں نکل چکے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا لشکرعظیم بھی ہے جو ہر طرح کے مصائب ومشکلات سے نبردآزما ہونے کے لیے تیار ہے۔ جلد ہی شہزادے محترم ہمارے درمیان ہوں گے اور ہم انہیں تاج اور شاہی لباس پہنا کر تخت پر بٹھا دیں گے۔

تب تک آپ سے التماس ہے کہ حرم اور محل کے دوسرے انتظامات کا جائزہ لیں۔ اب سب کچھ آپ کے کنٹرول میں ہے۔ محل کے اندر کسی قسم کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو فوراً اطلاع کیجیے۔''

تاج تھامے اس باغی نے جب وضاحت سے سب کچھ بتایا تو ملکہ خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس کا پسرعظیم اس سلطنت کا بادشاہ بن چکا ہے۔ سلطان خیرالدین بادشاہ کے شر سے عوام الناس سمیت ان دونوں کو بھی نجات مل چکی ہے۔ ملکہ کے لبوں پر اسی سے دعا جاری ہوگئی۔

''اے خالق ومالک! میرے لختِ جگر کی حفاظت فرمانا۔''

اچانک محل کے اندر اور باہر مجتمع باغیوں نے نعرے بازی شروع کر دی تو ملکہ سمیت وہاں موجود سب باغی بھی بالکونی کی طرف دوڑے۔ بالکونی میں پہنچ کر باہر کا منظر دیکھ کر سب کے لبوں پر مسکراہٹ جلوہ گر ہوگئی۔

☆......☆......☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''عثمان پاشا۔''شہزادے نے عثمان پاشا کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

عثمان پاشا گھوڑے سے اتر کر آئے اور شہزادے نصیر الدین کے گلے لگ گئے۔ دونوں علیحدہ ہوئے تو عثمان پاشا نے پری زاد کے بارے میں پوچھا تو شہزادے نے شروع سے اب تک کی ساری روداد کہہ سنائی بس ایک بات چھپالی اور وہ یہ کہ ان کے سامنے موجود دوشیزہ پری زاد ہے۔

عثمان پاشا نے شہزادے کو سلطنت کے معاملات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ اب تک باغی محل اور سلطان خیر الدین بادشاہ کو دبوچ چکے ہوں گے۔

شہزادے نصیر الدین نے آخری بار اس دھواں بھرے مکان کی طرف دیکھا جس میں اس کا پیار جھلس کر اپنی موت آپ مر گیا تھا۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور اس نے اپنے آگے پری زاد کو بٹھالیا۔جلد ہی یہ قافلہ سلطنت مصر میں پہنچ گیا۔

محل کے پاس پہنچنے کی دیر کہ شہزادہ اگلا منظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔محل کے اندر اور باہر باغی بھرے ہوئے تھے۔شاہی فوج ایک طرف ایستادہ تھی۔ظالم اور جابر سلطان خیر الدین بادشاہ کو باغیوں نے دبوچ رکھا تھا۔

سلطان خیر الدین بادشاہ نے اپنے پسر اور سلطنت کے نئے حکمران سلطان نصیر الدین بادشاہ کی طرف ترحم آمیز نگاہوں سے دیکھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔شہزادے کے حکم پر سب باغیوں کو محل سے باہر نکلنا پڑا۔سلطان خیر الدین بادشاہ کو زندان میں ڈال دیا گیا۔

سلطنت کے سارے انتظامات خود سلطان نصیر الدین بادشاہ نے سنبھال لیے۔دوسری

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

یوں مصر کی تاریخ میں ایک نام سلطان نصیر الدین بادشاہ کا بھی لکھا گیا جس کا دورِ حکومت فتوحات کئی کئی ابواب سے پر ہے۔شہزادہ نصیر الدین بادشاہ کی شکل وصورت سلطان سلیمان بادشاہ سے بہت ملتی جلتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سلطنت کے بعض پرانے لوگ اسے ثانی سلطان سلیمان کے نام سے بھی پکارا کرتے تھے۔

☆......☆......☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)　محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ سرگودھا

خونی حویلی

تحریر: ملک اے بی شاہین اعوان

ہیبت خان تیرہ برس بعد وطن واپس لوٹ رہا تھا۔ وہ عرصہ دراز سے لندن میں مقیم تھا۔ اس نے لندن میں ہی اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور پھر ہوم جاب کرنے کے بعد وہیں کا ہو کے رہ گیا۔ جلد ہی اس کا شمار اچھے ڈاکٹروں کی لسٹ میں ہونے لگا تھا۔ اس کی شادی کے دو سال بعد اس کا باپ یکبارگی دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے لقمۂ اجل ہو گیا۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ اس کی موت شدید خوف کی وجہ سے واقعہ ہوئی ہے لیکن گھر کے اندر کوئی ایسا واقعہ بھی رونما نہ ہوا تھا۔ جسے بنیاد بنا کر اس بات کو سچ تسلیم کیا جا سکتا۔

ہیبت خان کا باپ وجاہت خان اپنے علاقے کا وڈیرہ گردانا جاتا تھا۔ علاقے کے اندر سب سے بڑی حویلی جاہت خان کی ہی تھی۔ علاوہ ازیں وجاہت خان ساڑھے چار مربع زمین کا مالک تھا۔ اس کی وفات کے بعد سب کچھ ہیبت خان کے کنٹرول میں آ گیا تھا۔ چار کنال کی اراضی میں چاردیواری ڈال کر ایک سائیڈ پر ایک کنال پر عظیم الشان کوٹھی تعمیر کروائی گئی تھی جبکہ اس کے بالکل سامنے ایک کنال پر چھوٹا سا گراؤنڈ نما پارک بنایا گیا تھا۔ ساتھ والی دو کنال جگہ میں حویلی کے بالکل پیچھے ملازموں کے لیے کوارٹر بنوائے گئے تھے۔ جبکہ ایک سائیڈ پر ایک چھوٹا سا قبرستان بنایا گیا تھا۔ جہاں وجاہت خان کے والدین

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اور بہن کو دفن کیا گیا تھا۔

وجاہت خان اپنے وقت کا ایک ظالم، جابر اور بے غیرت قسم کا انسان گزرا تھا۔ پیسہ اور حسن دونوں ہی وجاہت خان کی کمزوریاں تھیں۔ کتنی ہی معصوم اور بے گناہ دوشیزاؤں کی عصمت کا اس نے جنازہ نکالا تھا۔ غریب لوگوں کے اندر اس کے خلاف زبان کھولنے کی سکت نہ تھی۔ اس کے ظلم کی انتہا تو اس وقت ہوئی جب اس کی حویلی میں رانا الفت نے آنا شروع کر دیا۔

رانا الفت کا تعلق انڈر ورلڈ کی دنیا سے تھا۔ شروع میں اس نے وجاہت خان کے ذریعے منشیات فروشی کے دھندے کو فروغ دیا جب اس کا وجاہت خان پر اعتماد پیدا ہو گیا تو اس نے وجاہت خان کے ذریعے نوجوان دوشیزاؤں کو اغواء کروانا شروع کر دیا۔ پیسہ پہلے ہی وجاہت خان کی کمزوری تھا۔ رانا الفت نے وجاہت خان کو سر سے پاؤں تک پیسے میں چھپا دیا تھا۔ وجاہت خان نے بھی رانا الفت پر حد سے زیادہ اعتماد کرنا شروع کر دیا تھا لیکن وجاہت خان اس بات سے قطعی آشنا نہ تھا کہ رانا الفت کس قدر آتش کا پرکالا ہے۔ رانا الفت وجاہت خان پر پیسے کی بارش کر رہا تھا تو دوسری طرف وجاہت خان اپنے چیلوں کے ذریعے اسے لڑکیاں پہنچا رہا تھا۔ لیکن ایک رات وجاہت خان دل کا شدید دورہ پڑنے کی وجہ سے خالق حقیقی سے جا ملا۔

باپ کی وفات کے بعد ہیبت خان اپنی فیملی سمیت لندن شفٹ ہو گیا تھا۔ پیچھے کا سارا انتظام اس نے منشی فیض رسول کے سپرد کر دیا تھا۔ لندن رہ کر وہ وقتاً فوقتاً منشی فیض رسول سے حالات

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وواقعات کے متعلق آگاہی لیتا رہتا تھا۔منشی فیض رسول ایک نہایت ہی ایماندار اور قابل اعتماد انسان تھا۔

خالق حقیقی نے اسے تین بچوں سے نوازا تھا۔سب سے بڑا بیٹا راشد خان جو کہ اب میٹرک کے امتحانات سے فارغ ہوا تھا۔اس سے چھوٹا بیٹا ظہیر خان چھٹی کلاس میں پڑھ رہا تھا جبکہ سب سے چھوٹا بیٹا حیدر خان چوتھی کلاس میں پڑھ رہا تھا۔ہیبت خان کی اہلیہ مونا خان نے ایم اے انگلش کیا ہوا تھا اور لندن مین ہی ایک پرائیویٹ فرم میں بطور سیکرٹری خدمات سرانجام دے رہی تھی۔

وقت پر لگا کے گزرتا چلا گیا اور تیرہ سال کا طویل عرصہ پلک جھپکتے میں بیت گیا۔تیرہ برس بعد ہیبت خان اپنی فیملی کے ساتھ واپس اپنے گاؤں آرہا تھا۔تیرہ برس بعد جب وہ اپنے علاقے میں داخل ہوا تو اسے حیرت ہوئی۔اسے یوں لگا جیسے دنیا ہی بدل گئی ہو۔کچی آبادی پکی عمارتوں کا روپ دھار چکی تھی۔گاؤں کا گاؤں شہر میں بدل چکا تھا۔ضرورت زندگی کی ہر سہولت دستیاب تھی۔اس کے تخیل میں وہ گاؤں آیا جب یہاں کچی آبادیاں تھیں لیکن آج یہ تبدیلی دیکھ کر وہ انگشت بدنداں رہ گیا تھا۔

ہیبت خان اور اس کی فیملی کو لینے کے لیے منشی فیض رسول ایئر پورٹ پر آیا تھا۔منشی فیض رسول کو جب اس نے دیکھا تھا تو وہ بالکل جوان تھا لیکن آج اس کے بالوں میں سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی اس سے پنہاں نہ تھی۔

’’آپ کی زندگی کا سورج بھی ڈھلتا جارہا ہے۔‘‘ ہیبت خان نے منشی فیض رسول کو راستے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

میں چھیڑتے ہوئے کہا تو سب کی ہنسی نکل گئی۔

''یہ سفیدی ایسے ہی نہیں آگئی۔''منشی فیض رسول نے بتایا۔''آپ لوگوں نے میرے ناتواں کندھوں پر بہت بڑا بوجھ لاد دیا تھا۔ ہر وقت چنتا کھائے رہتی تھی کہ کہیں کچھ اونچ نیچ نہ ہو جائے۔زندگی میں آج تک آپ کے باپ دادا سے بھی دھوکہ نہیں کیا تھا۔''

''آپ کی وفاداری کا میں بچپن سے ہی قائل ہوں۔'' ہیبت خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ سب آپ کی محبت ہے۔''منشی فیض رسول گاڑی حویلی کے اندر داخل کرتے ہوئے بولا۔

گاؤں میں ہیبت خان اور اس کی فیملی کی واپسی کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔سب لوگ اس کا استقبال کرنے کی غرض سے اس کی حویلی میں مجتمع تھے۔عین اس وقت جب گاڑی حویلی میں داخل ہوئی سب گاؤں والے گاڑی کے آلے دوالے (چہارسو) پھیل گئے تھے۔ہیبت خان اور اس کی فیملی جب گاڑی سے باہر نکلے تو گاؤں والوں نے ان پر پھولوں کی پتیوں کی بارش کر دی۔ ہیبت خان گاؤں والوں کی چاہت اور محبت کا گرویدہ ہو کر رہ گیا تھا۔اس نے سب کا شکریہ ادا کیا۔گاؤں والے جلد ہی یکے بعد دیگرے لوٹ گئے۔

شام کے دھندلکوں نے جب ہر شے کو اپنی آغوش میں بھرنا شروع کر دیا تو جنوب کی جانب سے گہرے سرخ بادلوں نے اٹھنا شروع کر دیا۔گہری تاریکی کے باعث بادلوں کی رنگت کا اندازہ لگانا ناممکن تھا۔بادل خاموشی سے نیلے فلک پر چھا رہے تھے۔جیسے جیسے کچھوے کی رفتار سے بادل چھا رہے تھے۔ویسے ویسے ماحول میں بے چینی اور گھبراہٹ اور حبس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بڑھنا شروع ہوگئی تھی۔ حبس جیسے جیسے بڑھ رہی تھی۔ ہر کس و نا کس مضطرب ہونے لگا تھا۔

حبس بے جا کی وجہ سے لوگ گھروں سے باہر نکلنے یا چھتوں پر چھڑنے پر مجبور ہو گئے تھے مگر کوئی فرق محسوس نہ ہوا تھا۔ سب کی حیرت ہویدا تھی کہ نجانے آج ماحول میں اتنی حبس کیوں بڑھ چکی تھی۔ تبھی یک لخت موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ یہ دیکھ کر تو سب کے پیروں تلے زمین کھسک گئی کہ بارش کے قطروں میں پانی کی بجائے خون کی بوندیں اور لوتھڑے گر رہے تھے۔ جس جس نے بھی یہ منظر دیکھا تو فوراً سے بھی پہلے پروردگار کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ استغفار کا ورد شروع ہو گیا تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ آسمان سے خون گرنے کی وجہ کیا ہے؟

دوسری طرف سفر کی تھکاوٹ کے باعث ہیبت خان اور اس کی فیملی جلد ہی خواب خرگوش کے مزے لوٹنے لگے لیکن انہیں سوئے ابھی تھوڑی ہی دیر بیتی ہو گی کہ یکدم سکوت زدہ فضا میں دلخراش چیخیں گونج اٹھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ایک ساتھ درجنوں لوگ چیخ و پکار کر رہے ہوں۔ ہیبت خان اور اس کی ساری فیملی سہم گئے۔ ہیبت خان کے بچے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو گئے تھے۔ ہیبت کان نے فوراً ہی منشی فیض رسول کو اپنے کمرے میں بلوا لیا اور ان چیخوں کے بارے میں دریافت کیا مگر وہ خود کچھ جانتا ہوتا تو اسے کچھ بتاتا۔

''معذرت چاہتا ہوں سرکار۔'' منشی فیض رسول بے چارگی کے عالم میں بولا۔ ''پوری حویلی چھان ماری ہے لیکن کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ آوازیں حویلی کے کس حصے سے آ رہی ہیں۔ نہ ہی یہ پتہ چل رہا ہے کہ چیخ کون رہا ہے؟''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

منشی فیض رسول کی بات سن کر ہیبت خان سمیت اس کی فیملی حیران رہ گئے۔

''تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟'' ہیبت خان نے منشی فیض رسول کو حیران کن اکھیوں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔''فوراً سے بھی پیشتر مجھے وضاحت چاہیے۔''

ہیبت کا لہجہ تحکمانہ لیکن حیرت والا تھا۔اسے منشی فیض رسول کی ذہنی حالت پر حیرت ہو رہی تھی۔ ہیبت خان کا حکم سنتے ساتھ ہی منشی فیض رسول نے مڑنا چاہا ہی تھا کہ یک لخت آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

''تم جا سکتے ہو لیکن یاد رکھنا ایک تو اب کوئی خلل برداشت نہیں کروں گا دوسرا اس واقعے کی مکمل تحقیقات کرواؤ مجھے صبح وضاحت چاہیے۔''

منشی فیض رسول منہ سے تو کچھ نہ بولا بس سر ہاں میں ہلاتا ہوا چپ چاپ دبے قدموں واپس لوٹ گیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ یہ بڑھا عقل سے پیدل ہے۔'' مونا خان لیٹتے ہوئے بولی۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' ہیبت خان نے منشی فیض رسول کی حمایت میں کہا۔

''کیا یہ حیرت زدہ بات نہیں ہے کہ ایک عجیب وغریب واقعہ رونما ہوا اور حویلی کا خاص بندہ بونگوں کے سے جواب دے۔'' مونا خان بولی۔

''چھوڑو اس بات کو سو جاؤ۔'' ہیبت خان لاجواب ہو کر بولا۔''بچوں کو بھی سلاؤ ایسی باتوں سے بچوں کے ذہنوں پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔''

مونا خان منہ سے تو کچھ نہ بولی لیکن خوف کی ایک سرد لہر اس کے پورے شریر میں سرایت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ سب کیا ہورہا ہے؟'' ہیبت خان نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

ہیبت خان پوری طرح سے خوف کی زد میں آچکا تھا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔بس وہ متواتر منشی فیض رسول کو تکے جارہا تھا۔منشی فیض رسول خود انگشت بدنداں رہ گیا تھا کہ یہ سب ہوکیا گیا تھا۔

''معافی چاہتا ہوں سرکار میں خود کچھ بھی نہیں جانتا۔'' منشی فیض رسول کے لہجے سے بے بسی اور بے چارگی عیاں تھی۔''لیکن حالات و واقعات بتارہے ہیں کہ یہ سب کالے جادو کا کوئی کھیل ہے۔ممکن ہے کوئی آپ کے جاہ وجلال اور مرتبے سے جیلس ہوتا ہو۔آپ کی کامیابی اس کے دل پر نشتر کے جیسے پڑتی ہو اور اس نے آپ پر زبردست کالا جادو کروادیا ہو۔''

''یہ سب بکواس ہے۔ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟'' ہیبت خان غصے سے پیچ وتاب کھاتے ہوئے بولا۔

''سرکار ایسی باتیں نہ کریں۔'' منشی فیض رسول نے تڑپ کر کہا۔''ایسے حالات و واقعات کو پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا۔حالات یہی بتارہے ہیں دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔کسی اللہ والے سے ضرور حساب کتاب کروالینا چاہیے۔''

''لگتا ہے واپس آکر میں نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔'' ہیبت خان نے بے بسی سے کہا۔''میری فیملی کے اندر خوف بڑھتا جارہا ہے۔مجھے اپنی فیملی بہت پیاری ہے۔انہیں اس حال میں میں نہیں دیکھ سکتا اگر مزید کوئی ایسا واقعہ ہوا تو میرا یہاں رکنا ناممکن ہوجائے گا۔''

منشی فیض رسول کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہ تھا۔اس لیے اس نے چپ ہی رکھی۔دونوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چلتے ہوئے گاڑی تک پہنچ چکے تھے۔ ہیبت خان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ منشی فیض رسول اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر براجمان ہوگیا۔ ہیبت خان نے گاڑی حویلی کی اور موڑی اور اسے گیئر میں ڈال دیا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے......؟

☆......☆......☆

رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ ہر کوئی گھوڑے بیچ کے سو رہا تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہیبت خان کی حویلی میں بھی گہرا سکوت طاری تھا۔سارے مکین گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔ ہیبت خان اور اس کی اہلیہ مونا خان الگ جبکہ تینوں بچے الگ کمرے میں سوتے تھے۔

تینوں بھائی گہری نیند سو رہے تھے۔ جب یکبارگی ظہیر خان کی آنکھ کھٹکے سے کھل گئی۔ وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔کمرے کے اندر زیرو کے بلب کی مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جو ہر شے کو مکمل واضح تو نہیں کر رہی تھیں مگر اتنا ضرور تھا کہ چیز کی پہچان بغور دیکھنے سے کی جا سکتی تھی۔ظہیر خان ہمہ تن گوش ہوگیا۔آواز اٹیچ باتھ کے اندر سے آرہی تھی۔باتھ کے اندر پڑے ٹب مین پانی گر رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اندر نہا رہا ہو۔

ظہیر خان نے اپنے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھا تو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ اس کے دونوں بھائی اس کے ساتھ بیڈ پر دراز تھے۔ظہیر خان کی حیرت ہو یدا رہ گئی۔اس کی چھٹی حس اسے خبردار کرنے لگ گئی کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔اس نے نگاہیں اٹھا کر کمرے کے دروازے کو دیکھا لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت بڑھ گئی کہ دروازے کی اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ظہیر خان بنا آواز پیدا کیے اپنی جگہ سے اٹھا اور باتھ روم کی طرف بڑھا۔ باتھ روم کے دروازے کے پاس جا کر اس نے کان لگا کر سننا چاہا لیکن کسی نتیجہ خیز مرحلے پر نہ پہنچ سکا۔ باتھ روم کے دروازے کی اندر سے چٹخنی نہیں لگی ہوئی تھی۔ ظہیر خان نے دروازے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ٹب کے اندر پیہم پانی گر رہا تھا۔ لیکن نہانے والا کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ظہیر خان باتھ روم کے اندر داخل ہو گیا لیکن اندر کوئی ہوتا تو اسے دکھائی دیتا۔

ظہیر خان نے پانی بند کیا اور باہر نکلنے کے لیے جیسے ہی مڑا تھا۔ کسی نے اس کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ظہیر خان نے سہم کر فوراً پیچھے دیکھا لیکن یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ قبل اس کے کہ وہ واپس پلٹتا کسی نے یک لخت اس کی گردن سے پکڑا اور نیچے دھکیل دیا۔ ظہیر خان اس افتاد کے لیے قطعاً تیار نہ تھا۔ ظہیر خان لڑکھڑایا اور گھٹنوں کے بل زمین پر گرتا چلا گیا۔ خود کو آہنی شکنجوں سے نجات دلانے کے لیے ظہیر خان ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کی گردن پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ چیخنا چلانا چاہتا تھا تاکہ مدد کے لیے اپنے بھائیوں کو بلائے لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی زبان تالو سے چپک گئی ہو۔

حیرت و خوف کے مارے اس کے حواس باختہ ہو چکے تھے۔ یکدم اس کے سر کو پکڑ کر کسی نے سرعت سے پانی سے بھرے ٹب میں ڈبو دیا۔ ظہیر خان ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کے ناک منہ میں مکمل پانی بھر چکا تھا۔ سانس تک لینا دشوار ہو چکا تھا۔ موت کی پرچھائیاں اس پر سایہ فگن ہو چکی تھیں۔ اس کی ہر کوشش دھیرے دھیرے ناکام پڑتی جا رہی تھی۔ زندگی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چلتے ہوئے گاڑی تک پہنچ چکے تھے۔ ہیبت خان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی جبکہ منشی فیض رسول اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر براجمان ہوگیا۔ ہیبت خان نے گاڑی حویلی کی اور موڑی اور اسے گیئر میں ڈال دیا۔اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے......؟

☆......☆......☆

رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔ ہر کوئی گھوڑے بیچ کے سو رہا تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہیبت خان کی حویلی میں بھی گہرا سکوت طاری تھا۔سارے مکین گھوڑے بیچ کر سو رہے تھے۔ ہیبت خان اور اس کی اہلیہ مونا خان الگ جبکہ تینوں بچے الگ کمرے میں سوتے تھے۔

تینوں بھائی گہری نیند سو رہے تھے۔ جب یکبارگی ظہیر خان کی آنکھ کھٹکے سے کھل گئی۔ وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔کمرے کے اندر زیرو کے بلب کی مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ جو ہر شے کو مکمل واضح تو نہیں کر رہی تھیں مگر اتنا ضرور تھا کہ چیز کی پہچان بغور دیکھنے سے کی جا سکتی تھی۔ظہیر خان ہمہ تن گوش ہوگیا۔آواز اٹیچ باتھ کے اندر سے آرہی تھی۔باتھ کے اندر پڑے ٹب مین پانی گر رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اندر نہا رہا ہو۔

ظہیر خان نے اپنے دونوں بھائیوں کی طرف دیکھا تو حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر رہ گیا۔ کیونکہ اس کے دونوں بھائی اس کے ساتھ بیڈ پر دراز تھے۔ظہیر خان کی حیرت ہو یدا رہ گئی۔اس کی چھٹی حس اسے خبردار کرنے لگ گئی کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔اس نے نگاہیں اٹھا کر کمرے کے دروازے کو دیکھا لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت بڑھ گئی کہ دروازے کی اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ظہیر خان بنا آواز پیدا کیے اپنی جگہ سے اٹھا اور باتھ روم کی طرف بڑھا۔باتھ روم کے دروازے کے پاس جا کر اس نے کان لگا کر سننا چاہا لیکن کسی نتیجہ خیز مرحلے پر نہ پہنچ سکا۔باتھ روم کے دروازے کی اندر سے چٹخنی نہیں لگی ہوئی تھی۔ظہیر خان نے دروازے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھایا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔سامنے ٹب کے اندر پیہم پانی گر رہا تھا۔ لیکن نہانے والا کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ظہیر خان باتھ روم کے اندر داخل ہو گیا لیکن اندر کوئی ہوتا تو اسے دکھائی دیتا۔

ظہیر خان نے پانی بند کیا اور باہر نکلنے کے لیے جیسے ہی مڑا تھا۔کسی نے اس کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا۔ظہیر خان نے سہم کر فوراً پیچھے دیکھا لیکن یہ دیکھ کر گنگ رہ گیا کہ پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔قبل اس کے کہ وہ واپس پلٹتا کسی نے یک لخت اس کی گردن سے پکڑا اور نیچے دھکیل دیا۔ظہیر خان اس افتاد کے لیے قطعاً تیار نہ تھا۔ظہیر خان لڑکھڑایا اور گھٹنوں کے بل زمین پر گرتا چلا گیا۔خود کو آہنی شکنجوں سے نجات دلانے کے لیے ظہیر خان ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔اس کی گردن پر دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔وہ چیخنا چلانا چاہتا تھا تاکہ مدد کے لیے اپنے بھائیوں کو بلائے لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی زبان تالو سے چپک گئی ہو۔

حیرت وخوف کے مارے اس کے حواس باختہ ہو چکے تھے۔ یکدم اس کے سر کو پکڑ کر کسی نے سرعت سے پانی سے بھرے ٹب میں ڈبو دیا۔ظہیر خان ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔اس کے ناک منہ میں مکمل پانی بھر چکا تھا۔سانس تک لینا دشوار ہو چکا تھا۔موت کی پرچھائیاں اس پر سایہ فگن ہو چکی تھیں۔اس کی ہر کوشش دھیرے دھیرے ناکام پڑتی جا رہی تھی۔زندگی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اور موت کے درمیان وہ پنڈولیم کی طرح لٹک کررہ گیا تھا۔اسی کشمکش میں اس کی ہر سعی ناکام پڑ گئی اور ظہیر خان لقمۂ اجل ہو گیا۔موت زندگی پر حاوی آ گئی۔ظہیر خان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ظہیر خان کا بے جان جسم لڑھک گیا۔

☆......☆......☆

ایک سماعت شکن چیخ نے وری حویلی میں تہلکہ مچا کر رکھ دیا تھا۔چیخ کسی اور کی نہیں بلکہ راشد خان کی تھی۔راشد خان اٹھ کر باتھ گیا تو اگلا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔نہ چاہتے ہوئے بھی ایک سماعت شکن چیخ اس کے حلق سے نکلی۔حیدر خان جو کہ ابھی تک خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔راشد خان کی چیخ پر حیدر خان بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا اور وہ بھی فوراً باتھ روم کی طرف بڑھا۔اگلا منظر دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے بھی طوطے اڑ گئے۔دوسری طرف چیخ کی آواز سن کر ہیبت خان اور مونا خان بھی ان کے کمرے کی اور بڑھے اور زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

دونوں بھائیوں کے رونے کی آوازیں پیہم ان کی سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔راشد خان تو ہوش وحواس سے بیگانہ ہو کر دھواں دھار روئے جا رہا تھا۔حیدر خان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔دروازہ کھلتے ساتھ ہی ہیبت خان اور مونا کے علاوہ اکٹھے ہو جانے والے ملازم بھی اندر داخل ہو گئے۔

''ابو۔''حیدر خان نے روتے ہوئے باتھ روم کی طرف اشارہ کیا۔''بھیا''

حیدر خان سے بولا نہیں جا رہا تھا۔دونوں میاں بیوی جب باتھ روم کی طرف بڑھے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تو اگلا منظر دیکھ کران کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے اٹک کر رہ گئی۔ جو منظر ان کے سامنے تھا اسے دیکھ کر انہیں یقین نہیں ہو رہا تھا۔ اتنی دیر میں منشی فیض رسول بھی پہنچ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ہیبت خان کو دلاسہ دیا جبکہ ملازموں کو فوراً حکم دے کر ظہیر خان کے جسد خاکی کو بیڈ پر لٹایا گیا۔ پلک جھپکتے میں پوری حویلی میں ماتم شروع ہو گیا تھا۔ مونا خان کا رو رو کر برا حال تھا۔ حیدر خان اور راشد خان بھی دھواں دھار رو رہے تھے۔

ظہیر خان کی موت کی خبر پورے گاؤں میں جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ گاؤں والے یکے بعد دیگرے اکٹھے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ پورا گاؤں جہاں ہیبت خان اور اس کی فیملی کے غم میں شریک تھا۔ وہیں حیران و ششدر بھی تھا کہ ظہیر خان کی موت کیسے واقع ہو گئی؟ یہ معمہ کسی طور حل نہیں ہو پا رہا تھا۔ رو رو کر سب کا برا حال تھا۔

لیکن کسی نے سچ ہی کہا تھا کہ مرنے والوں کے ساتھ کوئی مر نہیں جاتا بلکہ یہ ایک دستور ہے۔ انسان ہمہ وقت آنکھوں سے دکھائی دینے والی حقیقتوں کو نہیں مانتا۔ ایک ماں بچے سے اتنی محبت کرتی ہے کہ وقت آنے پر اپنی اولاد کی خاطر سولی پر لٹکنے سے بھی گریز نہیں کرتی لیکن جب اس کی اولاد لقمۂ اجل ہو جائے تو اس کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ساتھ اس کی قبر میں نہیں جاتی۔ دنیاوی رشتہ دنیا میں ہی کھو جاتا ہے۔ بس ایک یاد بن جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک باپ جو تا حیات اپنی اولاد کے روشن مستقبل کے لیے اپنی زندگی تک داؤ پر لگائے پھرتا ہے۔ اپنی اولاد کے ساتھ قبر میں کیوں نہیں اترتا۔ بھائی جو بھائیوں کی جان ہوتے ہیں۔ ان کی محبت بھی دنیا میں رہ جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بہنیں ماؤں سے زیادہ اپنے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بھائیوں سے محبت کرتی ہیں لیکن قبر میں وہ بھی ساتھ نہیں جاتی۔تو کیوں ہم حقیقتوں کو سمجھنے سے انکاری ہیں کہ یہ سب دنیاوی رشتے ہیں۔اصل رشتہ تو اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کا ہے۔جس نے بھی اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ سے پکا رشتہ اپنا لیا اس کے لیے دنیا بھی بہتر اور آخرت بھی۔ ماں باپ بہن بھائیوں کے درمیان رہنے والا انسان جب مر جاتا ہے تو اسے منوں مٹی تلے دفن کرنے کے بعد کوئی مڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھتا۔بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ قبرستان کو روحوں کا بسیرا قرار دے دیا جاتا ہے۔کیا وہ روحیں ہمارے ان اپنوں کی نہیں ہوتی جو کبھی ہمارے درمیان ہوتے ہیں......؟

ہم لوگ اپنی اولاد کے بہتر مستقبل کے لیے نجانے کتنے پاپڑ بیلتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں سوچا کہ اولاد کا بہتر مستقبل اچھا گھر،کام اور اچھا رشتہ نہیں ہے۔بلکہ بہتر مستقبل مرنے کے بعد کا ہے۔لیکن موت کسے یاد ہے۔قبرستان میں جائیں یا کسی کی فوتگی پہ جائیں تو مومن بن جاتے ہیں جبکہ بعد میں رات گئی بات گئی والی بات بن جاتی ہے۔

آنسو، بہت بے رحم ہوتے ہیں۔جب بہتے ہیں تو اپنے ساتھ سب کچھ بہا کر لے جاتے ہیں۔کبھی کبھی تو انسان کا ہمت وحوصلہ تک بہا کر لے جاتے ہیں۔لیکن جب دل کا غبار نکل جاتا ہے تو انسان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔اسے سکون میسر آ جاتا ہے۔صبر بھی مل جاتا ہے لیکن کچھ گھاؤ ایسے ہوتے ہیں جو دل و دماغ میں چھید کر کے رکھ دیتے ہیں اور کبھی نہیں بھرتے۔

ہیبت خان اور اس کی فیملی رونے دھونے کے علاوہ کر بھی کیا سکتے تھے۔مجرم کافی شاطر تھا جسے بند دروازے بھی اندر داخل ہونے سے نہ روک پائے تھے۔نہ جانے وہ کن کونوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کھڑکی سے اندر داخل ہوا تھا اور ظہیر خان کو ابدی نیند سلا کر چلتا بنا تھا۔ظہیر خان کو سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔ پلک جھپکتے میں ہیبت خان کے گھرانے کو مصیبتوں نے اپنی آغوش میں بھر لیا تھا۔اسے رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا کہ وہ اپنی فیملی کو لے کر یہاں کیوں آیا تھا لیکن اب اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ مجرم کو ابدی نیند سلائے بنا یہاں سے نہیں جائے گا۔مجرم نے بے دردی سے اس کے لخت جگر کو ابدی نیند سلایا تھا۔ہیبت خان کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ ایک بار مجرم سامنے آ جاتا تو وہ اس کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیتا۔

☆......☆......☆

''یہ گھر کتنا منحوس ہے میرے لخت جگر کو نگل گیا ہے۔''مونا خان نے روتے ہوئے کہا۔

اس وقت سب ٹی وی لاؤنج میں جمع تھے۔ ہر کس و نا کس کی آنکھوں سے گوہر ہائے آبدار بہہ رہے تھے۔جوان بیٹے کے غم نے ہیبت خان اور اس کی اہلیہ کو نڈھال کر کے رکھ دیا تھا۔راشد خان اور حیدر خان کا بھی رو رو کر برا حال تھا۔

''مما بھیا کو آخر کس نے مارا ہے؟''راشد خان نے سوالیہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔''اندر سے تو چٹخنی لگی ہوئی تھی۔ہم دونوں بھائی بھی سو رہے تھے۔آخر مجرم کہاں سے آیا؟''

''ہمیں واپس چلے جانا چاہیے ابو۔''حیدر خان نے ہیبت خان کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔''یہاں آپ کے دشمن ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔جو ہمیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کچھ نہیں ہو گا بیٹا ہم اس طرح کیسے تمہارے بھائی کے مجرم کو زندہ چھوڑ کر جا سکتے ہیں؟'' ہیبت خان گویا ہوا۔

''اس طرح تو مجرم کا حوصلہ مزید بڑھ جائے گا۔وہ ہیں بزدل سمجھے گا۔اور یوں وہ کوئی بڑا وار بھی کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔میں اپنے لخت جگر کا اس سے انتقام لیے بنا جانے والا نہیں ہوں۔''

''ممکن ہے کوئی آپ کے جاہ و جلال سے جیلس ہوتا ہو اور آپ کو نیچا دکھانے یا آپ کا سب کچھ ہڑپ کرنے کی وجہ سے یہ سب کچھ کر رہا ہو؟'' مونا خان نے سوال داغا تو ہیبت خان سوچ میں مبتلا ہو گیا۔

اسے منشی فیض رسول کے الفاظ یاد آ گئے جب اس نے پیر توڑا تھا اور درخت سے خون کی بارش شروع ہو گئی تھی تو منشی فیض رسول نے کہا تھا کہ ممکن ہے کوئی آپ کے جاہ و جلال سے جیلس ہو رہا ہو۔

''ممکن ہے۔'' ہیبت خان نے مختصر سا جواب دیا۔

''اپنے دشمن کو پہچانیے وگرنہ وہ گاہے بگاہے وار کرتا رہے گا اور نقصان پہنچاتا رہے گا۔'' مونا خان بولی۔''میں مزید کچھ بھی برداشت نہیں کر پاؤں گا۔ پہلے ہی کلیجہ چھلنی چھلنی ہو چکا ہے۔''

اتنا کہہ کر مونا خان سسکیاں بھرنے لگیں۔ ہیبت خان کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ جلد اپنے دشمن کو پکڑ کر ایسی موت مارے گا کہ دوبارہ کسی میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کوتشویش ہوئی۔ پہلے تو اس نے سوچا کہ ہیبت خان کو اٹھائے لیکن پھر اس کی نیند میں خلل ڈالنا اس نے بہتر نہ سمجھتے ہوئے خود ہی اٹھ کر دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھی۔ جلدی سے دروازہ کھول کر وہ باہر راہداری میں نکلی اور ادھر ادھر دیکھا۔

تبھی اس کی نگاہ راہداری کی نکر پر یوٹرن لیتی ایک دوشیزہ پر پڑی۔ اس دوشیزہ کی رفتار کافی تیز تھی۔ نجانے کیوں اس کے دل کے مندر میں خوف کی گھنٹیاں بجنا شروع ہوگئی۔ ایک بار پھر اس نے سوچا کہ ہیبت خان کو اٹھائے لیکن پھر اس کے دماغ میں بات آئی کہ ممکن ہے تب تک وہ کہیں روپوش ہوجائے۔ نجانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس دوشیزہ کا ضرور اس کے لخت جگر کی موت سے کوئی بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہے۔ دوشیزہ یوٹرن لے کر مڑ چکی تھی۔ ضرور وہ حویلی کی کوئی ملازمہ تھی۔ مونا خان تقریباً دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے ہو چلی۔ جیسے ہی اس نے یوٹرن لیا اس نے دوشیزہ کو ملازموں کے کوارٹر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اب تو اس کا پارہ ہائی ہوگیا۔ ایک دو ٹکے کی ملازمہ نے اس نے لخت جگر کو ابدی نیند سلایا تھا۔ ضرور یہ لوگ ان کے سب کچھ کو ہڑپ کرنے کی تگ ودو میں لگے ہوئے تھے۔ مونا خان نے تہیہ کرلیا کہ اس دوشیزہ کو اپنے ہاتھوں ابدی نیند سلا کر قلبی سکون حاصل کرے گی۔

دوشیزہ ایک کوارٹر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔ مونا خان بھی تقریباً دوڑتے ہوئے اس کے پیچھے پہنچ گئی اور سرعت سے دروازہ کھول کر کوارٹر میں داخل ہوگئی۔ اندر گھپ اندھیرا تھا۔ ایک بار تو اسے یوں لگا جیسے اس کی بینائی ہی چھن گ ءیہو۔ جلد ہی اس کی آنکھیں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''ویسے کتنی حیرت کی بات ہے۔''محمد حنیف ہونٹ بھینچتے ہوئے افسردہ سے لہجے میں گویا ہوا:''ہم لوگ بھی نام کے ہی مسلمان رہ گئے گئے۔ جب اللہ تعالٰی عزوجل اپنی مقدس کتاب میں جن وانس کا اکٹھا ذکر فرمارہے ہیں تو کیا سائنس ہماری مقدس کتاب قرآن مجید سے زیادہ افضل ہوگئی ہے؟''

''میرے کہنے کا مطلب تھا کہ......''ہیبت خان نے بولنا چاہا لیکن محمد حنیف نے اسے ٹوک دیا۔

''آپ کے گھر کے اندر ایک دونہیں بلکہ درجنوں ارواح کا بسیرہ ہے۔''محمد حنیف نے موضوع بدلا۔

''تو ان سے کیسے جان چھڑوائی جاسکتی ہے؟''ہیبت خان نے پوچھا۔

''آج رات میں ایک وظیفہ کروں گا۔''محمد حنیف گویا ہوا۔

''آپ لوگ کل صبح مجھے لینے آجانا ضرور کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔''

☆......☆......☆

پچھلی رات کا وقت تھا۔ ہر کس و ناکس گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔مونا خان اور ہیبت خان ایک ہی کمرے میں گہری نیند سو رہے تھے۔ یکدم مونا خان کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دائیں پاؤں کی ہتھیلی میں کس نے زور سے گدگدی کی ہو۔مونا خان جلدی سے اٹھ بیٹھی۔ایک نگاہ ہیبت خان کو دیکھا لیکن وہ گہری نیند سو رہا تھا۔مونا خان انگشت بدنداں رہ گئی۔تبھی اس کی سماعت سے کسی کے چلنے کی آواز ٹکرائی۔ باہر کوئی تیز تیز قدموں سے چل رہا تھا۔مونا خان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس سے ٹکر لینے کی جرأت نہیں ہوگی۔اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ منشی فیض رسول کی بات پر عمل کرتے ہوئے کسی سیانے گیانے بندے سے صلاح مشورہ کرے اور حساب کتاب کروا کر اپنے دشمن کی پہچان کرے۔

☆......☆......☆

''تمہارے گھر کے اندر مافوق الفطرت مخلوق کا بسیرہ ہے۔'' محمد حنیف بولا۔

ہیبت خان نے منشی فیض رسول سے بات کی تھی کہ وہ اسے کسی عامل باعمل کے پاس لے جائے۔تھوڑی تگ ودو کے بعد انہیں محمد حنیف کا پتہ چلا۔محمد حنیف ان کے گاؤں سے تین گاؤں چھوڑ کے 169 شمالی میں رہتا تھا۔محمد حنیف کے پاس نوری علم تھا۔

جب ہیبت خان نے محمد حنیف کو ساری بات سے آگاہ کیا تو اس محمد حنیف نے آنکھیں بند کر کے تھوڑی دیر ورد کیا اور پھر جو اسے بتایا اسے سن کر ہیبت خان سمیت منشی فیض رسول کے پیروں تلے سے بھی زمین کھسک گئی تھی۔ ہیبت خان ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ سب فرضی اور ڈرامائی حد تک باتیں ہیں۔محمد حنیف کی بات نے اسے حیران کر دیا تھا۔''یہ کیسے ممکن ہے۔اس سائنسی دور میں ان باتوں پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے؟''

''مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ سائنسی دور کا مخلوقات سے کیا تعلق ہے؟'' محمد حنیف پیچ وتاب کھا کر بولا۔

''میرے کہنے کا مطلب ہے کہ سائنس ایسی مخلوق کی موجودگی کو نہیں مانتی۔'' ہیبت خان نے وضاحت کی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہوگئیں۔وہ اپنے لیے راستے کا تعین کر سکتی تھی اور بغور دیکھنے پر دوسرے کی موجودگی کو بھانپ سکتی تھی۔دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی وہ آگے بڑھنے لگی۔اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو چکی تھیں۔ایک انجانے خوف نے پوری طرح سے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔راہداری سے گزر کر وہ صحن میں داخل ہوگئی۔تاریک رات ہونے کی وجہ سے چہار سو گھپ اندھیرے کی گہری چادر تنی ہوئی تھی۔لیکن اب وہ اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو چکی تھی۔

عورت ذات کو اللہ تعالیٰ نے عجیب سانچے میں ڈھالا ہے۔دل کی کمزور مگر ارادوں کی پختہ۔یقین کامل اور ہمت ناپختہ۔لیکن جب کسی بات پر ڈٹ جائے تو اس کے ارادوں میں پہاڑوں کی سی پختگی اور مردانہ حوصلہ عود کر آتا ہے۔مردوں کو پچھاڑ دیتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر عورت کی بہادری کے پیچھے بالکل اسی طرح کسی مرد کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے جیسے کسی کامیاب مرد کے پیچھے کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

مونا خان کے سامنے دو کمرے تھے۔دونوں کے دروازے بند تھے۔صاف ظاہر تھا کہ ان میں سے ایک کے اندر اس کا دشمن چھپا ہوا تھا لیکن فی الوقت اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کس کمرے میں ہوگا؟دائیں طرف والے کمرے کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر وہ کان لگا کر سنتی رہی لیکن اندر سے کوئی آواز پیدا ہوتی تو اسے سنائی دیتی لیکن جیسے ہی وہ دوسرے دروازے کے پاس پہنچی اسے فوراً اندر سے کسی کی غراہٹ کی آواز سنائی دی۔غراہٹ ایسی تھی جیسے کوئی درندہ غرا رہا ہو۔مونا خان غراہٹ کی آواز سن کر ہکا بکا رہ گئی تھی۔مونا خان نے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سوچا کہ ممکن ہے دشمن کو پتہ چل گیا ہو کہ اس کا پیچھا کیا گیا ہے اور اب وہ ڈرانے کی غرض سے جانوروں کی سی آوازیں نکال رہا ہو۔

اس خیال کے آتے ہی مونا خان نے بنا کچھ سوچے سمجھے کمرے کا دروازہ کھٹاک سے کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ساتھ ہی غراہٹ کی آواز آنا یک لخت بند ہوگئی۔ مونا خان تھوڑی دیر کھڑی دیکھتی رہی لیکن اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ بالآخر تمام تر ہمت یکجا کر کے وہ اندر داخل ہوئی۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ساتھ ہی اس کے نتھنوں سے بدبو کے بھبھوکے ٹکرائے۔ تبھی اس کو یوں لگا جیسے اس کے علاوہ بھی کوئی کمرے میں موجود ہو لیکن وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

''تت ......تم کون ہو؟'' مونا خان نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''جو کوئی بھی ہو سامنے آؤ۔''

جواباً ایک بار پھر غراہٹ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔ مونا خان نے آواز کی سمت دیکھا تو اگلا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ اس کے سامنے ایک درندہ کھڑا تھا۔ جو خونخوار آنکھوں سے اسے گھورے جا رہا تھا۔ اس کی شکل کسی کتے کی مانند تھی لیکن جسامت کسی گدھے کے برابر تھی۔ اس کے پورے جسم پر کالے کالے لمبے بال تھے۔ وہ مسلسل غرا رہا تھا۔ اس کی زبان بار بار منہ سے باہر نکل رہی تھی۔ اور اس سے رال ٹپک رہی تھی۔ بے شک کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ باوجود اس کے کہ مونا خان کو سب کچھ مترشح (واضح) دکھائی دے رہا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

مونا خان خوف کی شدت کے باعث بری طرح سے کانپ رہی تھی۔اس کی ساری بہادری نو دو گیارہ ہو چکی تھی۔دھیرے دھیرے تھرتھراتے قدموں سے وہ واپس پلٹنے لگی۔جیسے جیسے وہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔ویسے ویسے اس درندے کی غراہٹ میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔مونا خان نے کمرے سے باہر نکل کر دوڑنا چاہا لیکن اگلا منظر دیکھا کر حیران رہ گئی۔ہر طرف اس درندے جیسے بے شمار درندے اکٹھے ہو چکے تھے۔وہ پوری طرح سے گھر چکی تھی۔درندوں نے اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تو مونا خان نے زور زور سے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔مونا خان پیہم ہیبت خان کو مدد کے لیے پکار رہی تھی۔

ہیبت خان جو خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔مونا خان کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرانے کی دیر تھی کہ وہ فوراً سے بھی پہلے اٹھ بیٹھا۔مونا خان کی آواز پیہم اس کی سماعت سے ٹکرانے لگی۔ہیبت خان کے حواس باختہ ہو گئے۔پہلے وہ دوڑتا ہوا بیڈ سے اترا اور دروازے تک گیا پھر انہی قدموں پیچھے پلٹا اور رائفل اٹھا کر باہر نکلا۔تب تک ملازموں کی بھی دوڑیں لگ چکی تھیں۔

ہیبت خان پیہم دوڑتا ہوا راہداری کراس کر کے ملازموں کے کوارٹروں کی طرف بڑھا۔گھر کے ملازم بھی اکٹھے ہو چکے تھے لیکن کسی میں ہمت نہیں ہو پا رہی تھی کہ وہ اندر جاتا لیکن ہیبت خان دوڑتا ہوا سیدھا اندر داخل ہو گیا۔اس کی دیکھا دیکھی سارے ملازم بھی پیچھے دوڑے۔

دوسری طرف مونا خان کا خوف کے مارے برا حال تھا۔وہ بری طرح سے پھنس چکی تھیں۔درندے اسے چاروں طرف سے گھیر چکے تھے۔کمرے میں موجود درندہ اس کے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سر پر پہنچ چکا تھا۔ڈر کے مارے مونا خان کے منہ سے آواز تک نہیں نکل پا رہی تھی۔ یکدم درندے نے اپنا منہ کھولا تو یوں لگا جیسے وہ منہ نہ ہو بلکہ کسی غار کا دہانہ ہو جو کھلتا ہی جا رہا تھا۔بدبو کے بھبھوکوں نے مونا خان کے نتھنوں پر دستک دی تو مونا خان کو یوں لگا جیسے اسے ابھی کے ابھی الٹی آ جائے گی۔ بدبو جب حد تک زیادہ بڑھ گئی تو مونا خان نے سانس روکی لیکن کب تک......؟

مونا خان نے جب اس درندے کا بڑا سا منہ کھلتے دیکھا تو خوف سے آنکھیں بند کر لیں اور اسی لمحے وہ ہو گیا جس کا کسی کو یقین بھی نہیں تھا۔اس درندے نے اپنا بڑا سا منہ آگے بڑھا کر مونا خان کا چہرہ گردن تک اپنا منہ میں چھپالیا اور یکدم اتنی زور سے اپنا منہ بند کیا کہ مونا خان کا سرتن سے جدا ہو گیا۔مونا خان کی آخری چیخیں تک دب گئیں۔

عین اس وقت جب ہیبت خان اندر داخل ہوا اس نے ایک نا قابل یقین منظر دیکھا۔اس درندے نے مونا خان کا سرتن سے جدا کر کے مزے لے لے کر چبانا شروع کر دیا۔مونا خان کی گردن سے لہو کسی فوارے کی مانند نکلا۔ دوسرے ہی لمحے مونا خان کا جسد خاکی دھڑام سے زمین پر جا گرا۔ ہیبت خان یہ منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ایک ساتھ کتنی ہی عفریتیں پورے صحن کو گھیرے ہوئے تھیں۔ ہیبت خان کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے اتھرو نکل کر زمین پر جا گرے۔ دوسرے ہی لمحے ہیبت خان نے اس درندے کا نشانہ لیا جس نے مونا خان کو ابدی نیند سلایا تھا۔ٹریگر دباتے ہی کارتوس نکل کر درندے سے ٹکرایا تو ایک ساتھ سارے درندے یوں غائب ہو گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رائفل ہیبت خان کے ہاتھوں سے نکل کرز مین پر جاگری۔ ہیبت خان تھکے ماندے قدموں سے اشک بہاتا مونا خان کی طرف بڑھا۔تب تک ہیبت خان کے دونوں بیٹے بھی پہنچ چکے تھے۔ماں کے تڑپتے وجود کوانہوں نے بھی دیکھ لیا تھا۔دونوں دھواں دھار روتے ماں کے جسد خاکی کی طرف بڑھے۔ہیبت خان سے پہلے منشی فیض رسول نے آگے بڑھ کرمونا خان کے ٹھنڈے پڑ جانے والے وجود پر اپنی چادر اتار کرڈال دی۔ ہیبت خان کواس نے گلے سے لگالیا۔ہیبت خان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔منشی فیض رسول نے اشارہ کیاتو ملازم فوراً چار پائی لے آئے۔مونا خان کے وجود کو چار پائی پر ڈال دیا گیا۔

مونا خان کا وجود غسل کے قابل نہیں تھا۔منشی فیض رسول کے کہنے پر ملازم مولوی صاحب کو بلا لائے تھے۔حالات وواقعات سے آگہی کے بعد مولوی صاحب نے فوراً جنازہ پڑھانے کی تاکید کی اور ساتھ میں قبر کی کھدائی شروع ہوگئی۔مونا خان کو درجنوں سوگواروں کی موجودگی میں فوراًسے بھی پیشتر سپردخاک کر دیا گیا۔ہیبت خان اوراس کی اولاد کی حالت دیدنی تھی۔دونوں بیٹے بری طرح سے ڈرے سہمے ہوئے تھےاور باپ سے لپٹے ہوئے۔کتنی دیر تک ہیبت خان قبر کے پاس بیٹھ کر روتا رہا۔شاید اسے مونا خان کی موت کا یقین نہیں ہو پا رہا تھا۔مولوی صاحب کوسختی سے تاکید کی گئی کہ حالات وواقعات کے بارے میں گاؤں میں یا کہیں بھی کسی کو پتہ نہ چلے۔مولوی صاحب وعدہ کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

منشی فیض رسول نے ہیبت خان کوسہارہ دے کراٹھایا اور ٹی وی لاؤنج میں لے جا کرصوفے پر بٹھا دیا۔راشد خان اورحیدر خان دونوں باپ کے ساتھ سائے کی طرح چمٹے ہوئے تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''سب کچھ ختم ہو گیا۔'' ہیبت خان نے روتے ہوئے منشی کو مخاطب کیا۔

''میں آپ کا درد سمجھ سکتا ہوں سرکار۔'' منشی نے نم آلود لہجے میں جواب دیا۔

''نہیں منشی۔'' ہیبت خان گویا ہوا: ''جو مجھ پہ بیت رہی ہے۔ وہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

منشی ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔ ہیبت خان نے دونوں بچوں کو اپنے ساتھ چپکا لیا۔''میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ چاہے اب مجھے اپنی جان بھی کیوں نہ دینی پڑ جائے۔''

ہیبت خان کی بات سن کر منشی فیض رسول نے پانی کا گلاس بھر کر اس کی طرف بڑھایا۔

''سرکار پانی پی لیجیے آپ کا حلق خشک ہو چکا ہے۔'' منشی فیض رسول بولا۔

''اب اس وقت تک مجھ پر کچھ بھی کھانا پینا حرام ہے منشی جب تک میں اپنے فرزند اور اہلیہ کے قاتل کو ابدی نیند نہ سلا لوں۔'' ہیبت خان گلا پھاڑ کر بولا تو منشی فیض رسول نے فوراً گلاس نیچے میز پر رکھ دیا۔

''ہم علی الصبح محمد حنیف کے ہاں جائیں گے سرکار۔'' منشی فیض رسول تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

''علی الصبح نہیں۔'' ہیبت خان بولتے ہوئے رکا اور ایک درد بھری سانس خارج کی پھر گویا ہوا: ''ہم لوگ ابھی جائیں گے۔''

''کیا ان کی نیند میں خلل نہیں ہو گا؟'' منشی فیض رسول نے پوچھا۔

''میری دنیا اجڑ چکی ہے اور اگر اس شخص کی نیند میں خلل پیدا ہو جائے تو کوئی حرج ہے؟'' ہیبت خان صوفے سے اٹھتے ہوئے غصے سے پیچ و تاب کھا کر بولا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''دیکھ رہے ہو ان بچوں کی طرف (بچوں کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) کیا ان کے اندر جھانک کر تم دیکھ سکتے ہو......؟ تم جانتے ہوئے ہم لوگوں پر کیا گزر رہی ہو گی......؟ کبھی تم نے کسی اپنے کو کندھا دیا ہے......؟ لیکن تو گواہ ہے کہ میں نے اپنے فرزند اور اہلیہ کو کندھا دیا ہے۔ میرا دل کٹ کر ٹکڑوں میں منقسم ہو چکا ہے۔ اگر میرے ساتھ یہ دو بچے نہ ہوتے تو میں اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کا دیا بجھا دیتا......اور تم......تم کہتے ہو کہ اس شخص کی نیند میں خلل نہ پیدا ہو جائے۔''

آنسو ہر بند توڑ کر جاری و ساری تھے۔ ہیبت خان کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے۔ اس کی ہر ہمت جواب دے چکی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وگرنہ زمین کی عمیق گہرائیوں اور آسمان کی وسعتوں سے بھی اپنی اہلیہ اور فرزند کے قاتلوں کو ڈھونڈ کر سپرد خاک کر دیتا۔ منشی فیض رسول کی بات پر وہ سیخ پا ہو گیا تھا لیکن جلد ہی اس نے خود کو سنبھالا اور آگے بڑھ کر منشی فیض رسول کے کندھے پر دایاں ہاتھ رکھا اور گویا ہوا:

''میں آپ کی عزت اپنے والد کی طرح کرتا ہوں۔''

''میں اس عزت افزائی کا بہت مشکور ہوں سرکار۔'' منشی فیض رسول سر جھکا کر بولا۔

''میں کیسے آپ کو سینہ چیر کے دکھاؤں کہ میرا دل جل بھن کر رہ گیا ہے۔'' ہیبت خان ہونٹ بھینچتے ہوئے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''یوں لگتا ہے جیسے مجھ سے میرے جینے کا ہر حق چھین لیا گیا ہے۔ ایسے میں اگر وہ شخص مزے کی نیند سو رہا ہے۔ تو آپ بتائیے کیا وہ ٹھیک ہے۔ کیا ایسے انسان پر ہم مزید اعتماد کر سکتے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رہا ہے۔ ہمت مرداں، مدد خدا۔ جب بھی انسان اپنے اللہ تعالٰی پر مکمل یقین رکھ کے کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کا راستہ نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالٰی پر بھروسہ ہی تو انسان کو اس کی اصل پہچان کرواتا ہے۔ لفظ اشرف المخلوقات سے تو ہم سب واقف ہیں لیکن اس لفظ کی حقیقت سے قسمت والے ہی آشنا ہو سکتے ہیں۔ تبھی تو ڈاکٹر علامہ اقبال نے فرمایا تھا کہ:

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

یہ محنت بہت کم لوگ اپنی زندگی میں کرتے ہیں۔ اور جنہوں نے بھی محنت کی اللہ تعالٰی نے ان کے نام ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیئے۔ کسی کو خواجہ معین الدین بنا دیا تو کسی کو داتا علی ہجویری، کوئی فرید الدین شکر گنج بنا تو کہیں سے بلھے شاہ کا نام گونج اٹھا۔ ایسے ہی لوگ اپنی حقیقت کو پہچانتے ہیں اور جب پہچانتے ہیں تو قرب الٰہی ان کو نصیب ہوتا ہے اور جسے قرب الٰہی نصیب ہو جائے اس کے اندر سے حق کی گونج اٹھتی ہے۔ پھر چاہے کربلا کے شہیدوں کی طرح نسلیں کیوں نہ قربان کرنی پڑ جائیں وہ طابل کے سامنے لبیک نہیں کہتے کیونکہ جنہوں نے خود کو پہچان لیا انہوں نے خدا کو پہچان لیا اور جنہوں نے خدا کو پہچان لیا انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

☆......☆......☆

گاڑی منشی فیض رسول ڈرائیو کر رہا تھا۔ جب کہ پچھلی سیٹ پر ہیبت خان اپنے دونوں بچوں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کو سینے سے لگائے براجمان تھا۔ابھی وہ محمد حنیف کے گھر سے چند قدم پیچھے تھے کہ منشی فیض رسول نے گاڑی روک دی۔

''کیا ہوا......؟'' ہیبت خان نے پوچھا۔'' گاڑی کیوں روک دی ہے؟''

''سامنے سے محمد حنیف صاحب آرہے ہیں۔'' منشی فیض رسول نے بتایا۔

''کیا......؟'' ہیبت خان بے یقینی کے عالم میں بولا اور جب سامنے والے شیشے سے باہر جھانکا تو گاڑی کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی میں اسے محمد حنیف سرعت سے ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔

ہیبت خان دونوں بچوں سمیت گاڑی سے اتر گیا۔منشی فیض رسول بھی گاڑی سے اتر آیا۔اتنی دیر میں محمد حنیف ان کے سامنے پہنچ چکا تھا۔

''لگتا ہے آپ کہیں جا رہے ہیں؟'' منشی فیض رسول نے محمد حنیف کے قریب پہنچنے پر پوچھا۔

''جی نہیں۔'' محمد حنیف نے جواب دیا۔''میں آپ لوگوں کا منتظر تھا کیونکہ مجھے پتہ چل چکا تھا کہ آپ لوگ میری طرف آرہے ہیں۔''

''لیکن کیسے......؟'' ہیبت خان نے ہکا بکا ہو کر پوچھا۔''کس نے بتایا ہے آپ کو؟''

''آپ لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھ پائیں گے۔'' محمد حنیف بولا۔''میں وہ سب کچھ بھی جانتا ہوں جو آپ لوگوں پر بیت چکی ہے۔تبھی تو میں گھر سے باہر نکل کر تم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔''

''مطلب آپ جانتے ہیں کہ......'' ہیبت خان بولنا چاہتا تھا لیکن محمد حنیف نے اسے چپ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کروادیا۔

''سنبھالیے خودکو۔'' محمد حنیف بولا۔ ''ہر کام میں اوپر والے کی طرف سے بہتری پنہاں ہوتی ہے۔ رونے دھونے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ مسائل کے ساتھ ساتھ انسان کے ہمت وحوصلے بھی پست ہو جاتے ہیں۔ آپ لوگوں نے جو قربانیاں دینی تھیں دے لیں۔ اب ظالموں کا وقت آخر آچکا ہے۔ ہمیں فوراً آپ کی حویلی میں چلنا ہے۔''

محمد حنیف کی بات سن کر ہیبت خان نے خود آگے بڑھ کراس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔ محمد حنیف کے ہاتھ میں ایک کپڑے کا تھیلا تھا۔ اسے سنبھالتا ہوا وہ اندر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھتے ساتھ ہی ہیبت خان نے دروازہ بند کیا اور بچوں کو لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اتنی دیر میں منشی فیض رسول بھی اپنی سیٹ سنبھال چکا تھا۔ گاڑی کو واپس موڑ کر حویلی کی طرف اس کا رخ کر دیا گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں سب لوگ حویلی میں پہنچ چکے تھے۔ حویلی کے سارے ملازم جاگ رہے تھے۔ ان لوگوں کے واپس آتے ساتھ ہی سب اکٹھے ہو گئے۔ محمد حنیف نے فوراً سب مکینوں کو بلایا اور سب کو ایک دائرہ کھینچ کراس میں بٹھایا اور ساتھ ہی سختی سے تاکید کی کہ کوئی بھی دائرے سے باہر نکلا تو اپنی موت کا خود ہی ذمہ دار ہوگا۔ پھر ایک دائرہ کھینچ کراس کے اندر ہیبت خان، اس کے دونوں بچوں اور منشی فیض رسول کو بیٹھا دیا۔ پھر تیسرا دائرہ کھینچ کراس کے اندر خود بیٹھ گیا۔ تینوں دائرے ایک ساتھ سیدھے کھینچے گئے تھے۔

اپنے دائرے میں بیٹھنے کے بعد محمد حنیف نے تھیلے میں سے مٹی کی ایک چھوٹی سی ہانڈی نکالی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اور اسے دائرے سے باہر رکھ دیا۔ پھر تھیلے میں ہاتھ ڈال کر پانی کی ایک چھوٹی سی بوتل نکالی اور اس ہانڈی کو لبالب بھر دیا۔ پھر اس ہانڈی کے چہار سوان گنت اگربتیاں لگائیں۔ ہر سو اگربتیوں کی خوشبو پھیلنے لگی۔ محمد حنیف منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ بھی رہا تھا۔ محمد حنیف نے ایک بار پھر تھیلے کے اندر ہاتھ ڈالا اب کی بار اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی تھی۔ پھر محمد حنیف نے تھیلا اپنے سامنے رکھ دیا۔ چھڑی کو دائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس کا دوسرا سرا ہانڈی کے اندر بھرے پانی میں ڈبو دیا۔ سب محمد حنیف کو دیکھ رہے تھے۔

محمد حنیف متواتر منہ ہی منہ میں قرآنی آیات کا ورد کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے بلند آواز سے تلاوت کلامِ الٰہی کرنا شروع کر دی۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فضا میں ایک ساعت شکن چیخ گونجی۔ سب کے دل حلق کو آن لگے۔ ہیبت خان کے دونوں بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ ہیبت خان نے جلدی سے دونوں کو سینے سے چپکا لیا۔ عین اسی وقت سب نے دیکھا کہ جس طرف راہداری ملازموں کے کوارٹروں کی طرف جا رہی تھی۔ اس طرف سے ایک نہایت ہی حسین و جمیل الہڑ مٹیار ن شان بے نیازی سے چلتی ہوئی محمد حنیف کی طرف بڑھنے لگی۔

محمد حنیف پیہم قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ وہ دوشیزہ آ کر محمد حنیف کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئی۔ ہیبت خان سمیت سب اسے انگشت بدنداں آنکھوں سے گھورنے لگی۔ محمد حنیف نے اپنی تلاوت ختم کی تو اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا۔

''کیا نام ہے تمہارا۔؟'' محمد حنیف نے پوچھا۔

''چاندنی۔'' دوشیزہ نے مختصر سا جواب دیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''پورا نام۔'' محمد حنیف نے دوبارہ پوچھا۔

''نندنی ملہوترا لیکن سب پیار سے چاندنی کہتے تھے کیونکہ میں چاند سے بھی زیادہ حسین تھی۔''

''اس گھر میں کیوں گھسی ہوئی ہو؟'' محمد حنیف نے پوچھا۔

''میں خود نہیں آئی۔'' چاندنی نے جواب دیا۔

''تو......؟'' محمد حنیف نے اسے گھورا۔

''اس کا باپ زبردستی لے کر آیا تھا۔'' چاندنی نے کھا جانے والی نگاہوں سے ہیبت خان کو گھورتے ہوئے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

''تم نے اس کے بیٹے اور اہلیہ کو کیوں مارا؟'' محمد حنیف نے پوچھا۔

''کیوں کہ اس کے باپ نے میرے پورے پریوار کو ابدی نیند سلا دیا تھا۔'' چاندنی ہونٹ بھینچتے ہوئے بولی۔

''ہماری خوشیوں کو ملیا میٹ کر دیا تھا اس ظالم نے۔ برسوں بعد ہمارے گھر میں خوشیوں نے پڑاؤ ڈالا تھا لیکن اس ظالم انسان نے ان خوشیوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ جس طرح اس نے میری فیملی کو بے موت مارا بالکل ویسے ہی میں اس کی ساری فیملی کو اذیتیں دے دے کر ماروں گی۔''

''وضاحت دو۔'' محمد حنیف گویا ہوا تو چاندنی نے کھوئی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے بعد وہ بولتی گئی اور سب حیرت کے سمندر میں غوطہ زن

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سنتے رہے۔

☆......☆......☆

''چاندنی ......ارے او چاندنی ......سن تو۔'' دیپک نے چاندنی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا لیکن مجال ہے کہ اس کے کانوں پر جوں تک رینگ جاتی۔

چاندنی پیہم چھوٹی سی پگڈنڈی پر تیز تیز ڈگ بھرتی چلتی جا رہی تھی۔

''دیکھو تو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں؟''

دیپک نے ایک بار پھر کہا لیکن چاندنی اپنی مستی میں مگن چلتی ہی رہی۔

''ایک خوبصورت سی پائل لایا ہوں جو تمہارے خوبصورت پیروں کو اور بھی زیادہ خوبصورت کر دے گی۔''

پائل کا نام سنتے ہی جیسے چاندنی کے پیروں کو زمین نے جکڑ لیا ہو۔ وہ فوراً مڑی۔

''کیا واقعی تم پائل لائے ہو؟'' چاندنی نے سوالیہ نگاہوں سے دیپک کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جواباً دیپک نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پائل نکال اور اس کی ایک سائیڈ انگلی اور انگوٹھے میں دبا کر بقیہ کو ہوا میں جھلاتے ہوئے اسے دکھایا۔ پائل اتنی خوبصورت تھی کہ اسے دیکھ کر چاندنی دوڑتی ہوئی دیپک کے پاس آ رکی اور جلدی سے پائل پکڑنا چاہی لیکن دیپک نے پائل کو مٹھی میں بھینچ لیا۔

''میں خود پہناؤں گا۔'' دیپک نے ضد کی۔

''چل پگلے۔'' چاندنی کے لب و لہجے میں شرم و حیا کی جھلک عیاں تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''میں تمہارا ہونے والا پتی ہوں۔'' دیپک نے اسے یاد دلایا۔

''لیکن ابھی تک بنے تو نہیں۔'' چاندنی نے اسے چھیڑا۔

''بس اب جلد ہی بن جاؤں گا۔'' دیپک خوشی سے بولا۔''اب تو میری جاب بھی لگ گئی ہے۔اب میں اتنا کمار ہا ہوں کہ پتا جی کو کبھی کام نہیں کرنے دوں گا۔ میں سارے گھرانے کا خرچا اب خود اٹھاؤں گا۔''

''اب تو تم شہری بابو بن گئے ہو ہے ناں؟'' چاندنی نے دیپک کے قریب کھڑے ہو کر اس کے سینے پر دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی پھیرتے ہوئے کہا۔

''لیکن تمہارے لیے وہی پینڈو دیپک ہی ہوں۔'' دیپک بولا اور چاندنی کھلکھلا کر ہنس دی۔

''اب پہناؤ بھی۔ترساؤمت۔'' چاندنی نے للچائی ہوئی اکھیوں سے پائل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

دیپک نے اپنے ہاتھوں سے پائل چاندنی کے بائیں پاؤں میں پہنائی۔چاندنی خوشی سے پھولے نہ ساتے ہوئے پائل کو تکنے لگی تھی۔

''تمہیں پسند آئی کیا؟'' دیپک نے پوچھا۔

''بہت خوبصورت ہے۔'' چاندنی نے جواب دیا۔''بالکل تمہارے جیسی۔''

دیپک زیرلب مسکرادیا۔دونوں ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے پگڈنڈی پر چلتے ہوئے گھر کی طرف ہولیے۔دونوں نہیں جانتے تھے کہ ان کو کچھ آنکھیں بغور دیکھ رہی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تھیں۔

وہ کوئی اور نہیں بلکہ وجاہت خان تھا۔ جو اپنے کارندوں کے ساتھ کھڑا دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ وجاہت خان للچائی ہوئی آنکھوں سے پیہم چاندنی کو گھورے جا رہا تھا۔اس نے گاڑی پگڈنڈی کے سامنے سڑک پر روک دی تاکہ جیسے ہی چاندنی اور دیپک قریب پہنچیں۔وہ چاندنی کو لائن مار سکے۔ جب چاندنی اور دیپک اپنی موج مستی میں چلتے ہوئے ان کے قریب سے گزرنے لگے تو وجاہت خان سرعت سے گاڑی سے اتر کر ان کے سامنے آ گیا۔

''بہت جلدی میں ہو کیا؟'' وجاہت خان نے پوچھا۔

''راستہ چھوڑو ہمارا۔'' دیپک پیچ وتاب کھاتے ہوئے بولا۔

''تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟'' وجاہت خان نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے پوچھا۔''چل اپنا راستہ پکڑ ورنہ بھیجہ نکال کر کتوں کے آگے ڈال دوں گا۔''

''تم ہوتے کون ہو ہمارا راستہ روکنے والے؟'' دیپک غصے سے بولا۔

''یو ایڈیٹ۔'' وجاہت خان دانت پیستے ہوئے بولا۔

اس کا اشارہ پاتے ساتھ ہی اس کے کارندے دیپک پر پاگل کتے کی طرح ٹوٹ پڑے اور انہوں نے دیپک کو مار مار کر لہولہان کر کے رکھ دیا۔

''جا اور بتا دینا کہ جس میں ہمت ہے آ کر اسے لے جائے۔'' وجاہت خان متواتر دانت پیستے ہوئے بولا۔

دوسرے ہی لمحے اس نے چاندنی کو اٹھا کر گاڑی میں یوں پھینکا جیسے کوئی کوڑا کرکٹ گھر سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

باہر پھینکتا ہے۔چاندنی نے گاڑی سے باہر نکلنا چاہا لیکن وجاہت خان اس کے ساتھ بیٹھ گیا اور اسے قابو کرلیا۔ پلک جھپکتے میں وجاہت خان چاندنی کو لے کر وہاں سے نو دو گیارہ ہوگیا۔

☆......☆......☆

دیپک گرتا پڑتا جب گھر پہنچا تو اس کی حالت زار دیکھ کر سب کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔دیپک سیدھا چاندنی کے گھر گیا تھا۔

''یہ تمہیں کیا ہوا ہے؟'' چاندنی کے باپ نے اسے سہارہ دیتے ہوئے پوچھا۔

''میری چنتا مت کرو چاچا۔'' دیپک کراہتے ہوئے بولا۔''وہ ظالم تیری بیٹی کو اٹھا لے گیا ہے۔اسے بچانے کی وجہ سے میرا یہ حال ہوا ہے۔''

''تو کس کی بات کررہا ہے دیپک؟'' چاندنی کا باپ پریشان ہوکر بولا۔

''وجاہت خان۔'' دیپک دھیمے سے لہجے میں بولا تو چاندنی کا باپ سہم سا گیا۔

''اے بھگوان۔'' چاندنی کے باپ نے آسمان کی طرف منہ کرتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہا۔''میری بیٹی کی رکھشا کرنا۔''

اتنا کہہ کر چاندنی کا باپ گھر سے باہر نکلا اور سرعت سے قریبی ہندو گھرانوں سے چند افراد کو ساتھ ملا کر فوراً وجاہت خان کی حویلی کی طرف لپکا۔جس وقت وہ لوگ وجاہت خان کی حویلی کے پاس پہنچے۔اس وقت وجاہت خان چاندنی حویلی کے پیچھے بنے ملازموں کے کوارٹر میں اس کے ہاتھ پاؤں اور منہ باندھ کے پھینک کے اپنی حویلی میں آ گیا۔لوگوں کا جم

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اشارہ کیا۔

''اسے میری طرف بھیجو۔''

وجاہت خان کے حکم پر چاندنی کے باپ کو جانے کی اجازت ملی تو اس کے ساتھ کچھ جوانوں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن اس کے کارندوں نے ان کا راستہ روک لیا۔

''صرف ایک ہی آدمی ملاقات کرسکتا ہے۔جس کا جی چاہے۔''وجاہت خان کا کارندہ گویا ہوا۔

''تم لوگ رکو میں خود جاتا ہوں۔''چاندنی کے باپ نے سب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

پھر وہ دبے قدموں چلتا ہوا وجاہت خان کی طرف بڑھا اور سیدھا جاکر اس کے قدموں میں گر گیا۔

''میں جانتا ہوں کہ ہم لوگ آپ کے سامنے پلید ہیں۔''چاندنی کے باپ نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔''لیکن پھر بھی آپ کی منت کرتا ہوں کہ بھگوان کے لیے میری بچی کو چھوڑ دو۔''

''شاید تم کسی غلط فہمی کا شکار ہو؟''وجاہت خان نے اسے سوالیہ آنکھوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔''کھڑے ہوجاؤ اور وضاحت سے بتاؤ کہ آخر مسئلہ کیا ہے؟''

چاندنی کے باپ نے دیپک کی سنائی ہوئی کہانی اس کے گوش گزار کی تو وجاہت خان نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''کون ہے وہ جس نے مجھ پہ یہ الزام تھوپا ہے کیا اسے میرے سامنے لاسکتے ہو؟''وجاہت خان نے غصے سے پیچ وتاب کھاتے ہوئے پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''بھگوان کے لیے ہم پہ رحم کیجیے آپ ہی ہمارے مائی باپ ہیں۔'' چاندنی کے باپ نے وجاہت خان کے قدموں سے لپٹتے ہوئے کہا۔

''میری پوری حویلی کی تلاشی لے لیجیے آپ لوگ۔'' وجاہت خان غصے سے تقریباً دھاڑتے ہوئے بولا۔ ''تم لوگوں نے سوچ کیسے لیا کہ میں ایسی گھٹیا حرکت کا مرتکب ہو سکتا ہوں؟''

وجاہت خان کی بات سن کر چاندنی کا باپ کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنے بہتے اشک صاف کیے۔

''ہماری بیٹی کو لوٹا دیجیے ورنہ آپ کی اس جھوٹی شان و شوکت کا جنازہ نکال کر رکھ دیں گے۔'' چاندنی کے باپ نے الٹے قدموں آتے کہا تو وجاہت خان نے کھا جانے والی آنکھوں سے اسے گھورا۔

''تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟'' وجاہت خان نے چاندنی کے باپ کو گریبان سے پکڑتے ہوئے کہا۔

چاندنی کے باپ کو گریبان سے پکڑنا تھا کہ ہندو مشتعل ہو گئے جس کی وجہ سے فوراً ہی وجاہت خان نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔

''میں آخری بار کہہ رہا ہوں ہماری بیٹی کو ہمارے سپرد کر دو۔'' چاندنی کے باپ نے وجاہت خان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''دھکے دے کر باہر نکال پھینکو ان حرام زادوں کو۔'' وجاہت خان غصے سے دھاڑا۔

دوسرے ہی لمحے وجاہت خان کے کارندوں نے سب کو گن پوائنٹ پر کر کے حویلی سے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

باہر نکال دیا۔ سارے ہندو آپے سے باہر ہو چکے تھے۔ دوسری طرف دیپک کو وید سے مرہم پٹی کروا دی گئی تھی۔ ہندو جب واپس پہنچے تو باقی سارے بھی ان کے پاس اکٹھے ہو گئے اور ان کی زبانی ساری بات سن کر مشتعل ہو گئے۔

''وہ بہت کمینہ ہے۔'' چاندنی کا باپ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ہوئے بولا۔

وہ اپنے ضبط پر قابو پانے کی سعی کر رہا تھا لیکن پھر بھی اشک اس کی آنکھوں سے چھلک پڑے۔

''تو چنتا کائے کو کرتا ہے چاچا۔'' وکرم اسے سینے سے لگاتے ہوئے بولا۔ ''چاندنی ہماری عزت ہے۔ ہم سب اسے لے کر آئیں گے۔''

چاندنی کا باپ روتا بلکتا اپنے گھر میں گھس گیا جہاں اس کی اہلیہ کو محلے کی عورتیں دلاسہ دے رہی تھیں۔ اپنے خصم کو خالی ہاتھ آتا دیکھ کر اس نے دھواں دھار رونا شروع کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

وجاہت خان حالات و واقعات سے آشنائی حاصل کر چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ گرم کھانے سے اپنا ہی حلق جلانا تھا۔ اس کے ذہن میں فوراً ترکیب آئی اور وہ اس کوارٹر میں گیا جہاں اس نے چاندنی کو مقید کر کے رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر چاندنی نے کسمسانا شروع کر دیا۔ وجاہت خان نے فوراً اس کے ہاتھ پاؤں کھول دیئے۔ منہ پہ بندھا کپڑا ابھی کھول دیا۔

''بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔'' چاندنی نے ہاتھ باندھ کر التجا کرتے ہوئے کہا۔

''ایک شرط پر تمہیں چھوڑوں گا۔'' وجاہت خان تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جواباً چاندنی منہ سے تو کچھ نہ بولی لیکن اس کی سوالیہ نگاہیں پیہم وجاہت خان کے چہرے پر مرتکز ہو گئیں۔

''تم کسی کو بھی نہیں بتاؤ گی کہ تمہیں میں اغواء کر کے لایا تھا۔'' وجاہت خان بولا۔

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' چاندنی فوراً سے بھی پہلے بولی۔

''میں تمہارا کیسے یقین کرلوں؟'' وجاہت خان نے پوچھا۔

''میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ میری عزت محفوظ رہ جائے۔'' چاندنی بولی۔''اپنی عزت بچانے کی خاطر ایک لڑکی ایک تو کیا ہزاروں جھوٹ بول سکتی ہے پھر یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔''

''تمہارے ساتھ جولڑکا تھا۔اس نے میرا نام لے لیا ہے۔'' وجاہت خان دھیمے لہجے میں بولا۔

''اس کی چنتا مت کیجئے۔'' چاندنی نے یقین دہانی کروائی۔

''لیکن اگر ایسا ہوا تو دوبارہ مجھ سے اچھے کی کوئی امید نہ رکھنا۔'' وجاہت خان چاندنی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''میرا وشواس کیجئے۔'' چاندنی بولی۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' وجاہت خان بولا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

چاندنی ڈرتی ہوئی اس کے پیچھے اٹھ کر چلنے لگی۔وجاہت خان اسے لیے اپنی گاڑی میں آ گیا اور پھر گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا چاندنی کے علاقے میں پہنچ گیا۔اس نے اپنے ساتھ کسی بھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کارندے کو لانا مناسب نہ سمجھا۔پورے راستے وہ چاندنی سے بار بار معافیاں مانگتا آیا۔ چاندنی حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھی کہ ایک ظالم اور جابر انسان ایسے یکدم کیسے نرم دل بن سکتا ہے۔

چاندنی کے محلے میں گاڑی کیا داخل ہوئی۔ سارے ہندوؤں نے گاڑی کو گھیر لیا۔ سارے ہندو چاندنی کے گھر کے سامنے مجتمع تھے۔وجاہت خان کی گاڑی میں چاندنی کو دیکھ کر گنگ رہ گئے۔دیپک بھی وہیں پر موجود تھا۔چاندنی گاڑی سے باہر نکلی تو ہندوؤں نے کھا جانے والی آنکھوں سے وجاہت خان کو دیکھا اور پھر ہندوؤں کے پنڈت نے آگے بڑھ کر چاندنی کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''بیٹا تو کہاں گئی تھی؟''پنڈت نے پوچھا تو سب چاندنی کا جواب سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

''مجھے چند غنڈوں نے اغواء کر لیا تھا۔''چاندنی نے بتایا۔

''یہ تو بھلا ہو انسان کا بہت بھلے مانس ہیں۔انہوں نے میری نہ صرف عزت بچائی بلکہ میری جان بھی بچائی۔یہ بہت ہی اچھے انسان ہیں۔اگر آج یہ نہ ہوتے تو غنڈے میری عزت کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیتے۔''

چاندنی روتے ہوئے پاس کھڑے اپنے باپ کے سینے سے لگ گئی۔چاندنی کے باپ نے حیرت و یاس کے عالم میں وجاہت خان کی طرف دیکھا۔سارے ہندو بھی حیرت و پریشانی کے عالم میں کبھی چاندنی تو کبھی وجاہت خان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دوسری طرف چاندنی کے الفاظ سن کر وجاہت خان کا سینہ چوڑا ہو گیا تھا۔اسے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ چاندنی واقعی اس کے حق میں گواہی دے گی۔

''یہ جھوٹ بول رہی ہے کاکا۔'' دیپک نے چاندنی کی بات سن کر چلاتے ہوئے کہا۔

''اسی خبیث انسان نے نہ صرف چاندنی کو اغواء کیا تھا بلکہ مجھے بھی زدوکوب کروایا (چاندنی کو مخاطب کرتے ہوئے) تم اس کی طرفداری کیوں کر رہی ہو تمہارے سامنے اس نے میرا برا حال کروایا تھا اور اسی نے تمہیں اغواء کروایا تھا۔اس خبیث انسان کو زندہ جلا دو؟''

دیپک کی بات سن کر چاندنی آگے بڑھی اور دوسرے ہی لمحے اس نے ایک زوردار تھپڑ دیپک کے منہ پر رسید کیا۔

''تمہیں شرم آنی چاہیے۔'' چاندنی دانت پیستے ہوئے بولی۔''ایک مہان انسان کی تم اس طرح بے عزتی کر رہے ہو۔ مجھے تو لگتا ہے کوئی چوٹ تمہارے دماغ پر بھی لگی ہے جس کی وجہ سے تمہیں انسان کی پہچان نہیں ہو رہی۔یہ میرے محسن اور بھلے مانس انسان ہیں۔''

''چاندنی۔'' دیپک اپنے گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے یقینی کے عالم میں گویا ہوا۔

''تم نے مجھے تھپڑ مارا......؟ یہ جانتے ہوئے بھی کہ......''

''جسٹ شٹ اپ۔'' چاندنی نے دیپک کا جملہ پورا بھی نہ ہونے دیا۔

دیپک بنا کچھ کہے واپس پلٹ گیا۔چاندنی کا دل کرچیاں کرچیاں ہو کر رہ گیا تھا۔اس کا من چاہ رہا تھا کہ وہ سب کو چلا چلا کر وجاہت خان کی حقیقت بتا دے لیکن وہ جانتی تھی کہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اگر اس نے ایسا کیا تو اگلی بار اس کی عزت کے ساتھ ساتھ اس کی اور اس کے اہلِ خانہ کی جان بھی جا سکتی ہے۔ وہ جانتی تھی کہ وجاہت خان کتنا خطرناک آدمی ہے۔ انسان کے روپ میں وہ ایک بھیڑیا ہے۔

وجاہت خان چپ چاپ گاڑی میں بیٹھا اور واپس چل دیا۔ چاندنی کا باپ اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن اسے موقع ہی نہ مل سکا...... جان بچی سو لاکھوں پائے ......انہیں ان کی بچی مل چکی تھی۔ خوشی کے مارے وہ پھولے نہ سما رہے تھے۔

☆......☆......☆

''اتنے پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟'' رانا الفت نے پوچھا۔

جواباً وجاہت خان نے شروع تا آخر ساری روداد اسے کہہ سنائی۔

''تو اب کیا چاہتے ہو؟''

رانا الفت نے پوچھا تو وجاہت خان نے مونچھوں کو تاؤ دیا۔ ''اس لونڈیا کو اس کے یار سمیت ایسا مزہ چکھانا چاہتا ہوں کہ ان کی عقل ٹھکانے لگ جائے۔'' وجاہت خان بولا۔

''تو پھر تو پریشان کیوں ہے؟'' رانا الفت نے پوچھا۔ ''ویسے ایک بات مجھے پریشان کر رہی ہے کہ تیرے پاس ہر چیز تھی۔ شان و شوکت بھی اور تیرے تو ہاتھ بھی بہت لمبے ہیں۔ پھر اس لونڈیا کو تو نے چھوڑ کیوں دیا؟''

''جلد بازی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔'' وجاہت خان شیطان مسکراہٹ لبوں پہ سجاتے ہوئے بولا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''ممکن ہے ہندو کوئی واویلا مچاتے اور حالات مزید دگرگوں ہوتے۔ایسی صورت میں ہمارا بھانڈہ بھی تو پھوٹ سکتا ہے۔میں نے ایسا تیر پھینکا ہے کہ ہندو میری طرف سے مطمئن ہو چکے ہیں۔اب اگر میں کچھ کروں گا بھی تو وہ مجھ پر شک کرنے سے پہلے ہزار بار سوچیں گے۔''

''کافی عقل مند ہے تو۔''رانا الفت نے تعریف کی۔''اب آگے کیا کرے گا؟''

''لاشوں کے انبار لگا دوں گا۔''وجاہت خان ناک بھوں چڑھاتے ہوئے بولا۔

''لیکن......''رانا الفت نے بولنا چاہا لیکن وجاہت خان نے ہاتھ کے اشارے سے چپ کروا دیا۔

''کوئی ایسی بات نہ منہ سے نکالنا کہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔بس تو دیکھتا جا کہ ہوتا کیا ہے؟''

رانا الفت نے وجاہت خان کی بات سن کر بس سر ہلا دیا۔وہ جانتا تھا کہ وجاہت خان کس حد تک جا سکتا ہے۔؟

☆......☆......☆

''باپو......ارے او باپو۔''چاندنی نے دیپک کے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

دیپک کا باپ اس وقت جانوروں کو چارہ ڈال رہا تھا۔چاندنی کی آواز سماعت سے ٹکرائی تو سوالیہ نگاہوں سے اسے گھورا۔

''دیپک کہاں ہے؟''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چاندنی نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔ ''یہیں کہیں ہوگا؟'' دیپک کے باپ نے جواب دیا۔

''مگر یہاں تو کہیں نہیں ہے؟'' چاندنی نے بتایا۔

''ابھی تو یہیں تھا۔'' دیپک کے باپ نے جواب دیا۔ ''ممکن ہے کسی دوست کے ہاں گیا ہو یا پھر یہیں کہیں ہوگا۔''

چاندنی کندھے اچکاتی ہوئی واپس پلٹی۔ پہلے اس نے سوچا کہ گھر چلی جائے لیکن پھر اسے خیال آیا کہ قریبی باغیچے میں جا کر پتہ کر لے ممکن ہے دیپک وہاں ہو کیونکہ اکثر و بیشتر وہ وہاں ہی ملتا تھا۔ یہ سوچ کر چاندنی باغیچے کی طرف چل دی۔ دیپک کو آوازیں دیتی چاندنی نے ابھی چند قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ یکدم کسی نے پیچھے سے اسے دبوچ لیا اور اس کے منہ پر کپڑا رکھ دیا۔ چاندنی اس افتاد کے لیے قطعاً تیار نہ تھی۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا چاہے لیکن جلد ہی اس کا جسم ڈھلک گیا۔

☆......☆......☆

چاندنی کی آنکھیں کھلیں تو اس نے خود کو اجنبی جگہ پر پایا۔ تبھی اسے یاد آیا کہ وہ باغیچے میں دیپک کی تلاش میں گئی تھی اور کسی نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ فٹ سے اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھی لیکن اگلا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی۔ اس کے ایک طرف زخموں سے چور دیپک پڑا تھا۔ جس کے زخموں سے لہو ابھی تک رس رہا تھا۔ اس کی حالت زار دیکھ کر چاندنی کا دل مٹھی میں بھر آیا تھا جبکہ دوسری طرف وجاہت خان اور اس کے ساتھ ایک نئی صورت دکھائی دے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

رہی تھی۔

''تو ٹھیک ہی کہتا ہے وجاہت خان۔''رانا الفت کی آواز سکوت زدہ فضا میں گونجی۔''ان ہندوؤں نے کیا اپسرا چھپا کے رکھی ہوئی تھی۔ جانتا ہے تو کہ یہ تو ہیرے جواہرات کے عوض جائے گی۔''

''تم؟''وجاہت خان کے بولنے سے قبل چاندنی حیرت سے بولی۔

''ارے یہ تو تمہیں جانتی بھی ہے۔''رانا الفت نے تالی بجاتے ہوئے کہا۔

''ہماری بڑی پرانی جان پہچان ہے رانا۔''وجاہت خان نے کھا جانے والی آنکھوں سے چاندنی کو دیکھتے ہوئے رانا الفت کو بتایا۔

''میں نے کہا تھا ناں......''دیپک کی کانپتی ہوئی آواز کمرے میں گونجی تو چاندنی سمیت وجاہت خان اور رانا الفت بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

''کہ یہ بہت خبیث انسان ہے......لیکن......لیکن تم نے اس کی......حمایت کی تھی۔''

''ارے یہ پگلی ہے۔''چاندنی کی جگہ وجاہت خان قہقہہ مار کے ہنستے ہوئے بولا۔

''یہی بات تو اسے معلوم نہیں تھی۔ یہ کونسی بھلا تیرے جیسی دور اندیش تھی۔ بس اس نے مجھ پہ اندھا دھند اعتماد کر لیا لیکن یہ جانتی نہیں تھی کہ میری دشمنی سانپ کے زہر سے زیادہ خطرناک ہے۔''

''میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی حرام زادے۔''چاندنی غصے سے پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر وجاہت خان کی طرف دوڑی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وجاہت خان اور رانا الفت دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہو گئے۔ صنف نازک میں کہاں اتنا دم کہ ایک مرد سے مقابلہ کر سکے۔ پھر یہاں تو ایک نہیں دو مرد تھے اور ان دونوں نے مل کر چاندنی کی عزت کی دھجیاں اڑا دیں۔ دیپک بھی کچھ نہ کر سکا۔ چاندنی عزت کا جنازہ نکل جانے پر دھواں دھار رو رہی تھی۔ تبھی اس کی نگاہ ایک سلاخ پر پڑی جو دروازے کے ایک جانب پڑی تھی۔

وجاہت خان اور رانا الفت ان دونوں کو اندر قید کر کے جا چکے تھے۔ چاندنی نے فوراً لوہے کی اس سلاخ کو ہاتھ میں پکڑ لیا۔ دیپک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ اسے اپنی بے بسی اور بے چارگی پر حد سے زیادہ افسوس ہو رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے سامنے اس کی محبوبہ کی عزت لوٹ لی گئی تھی لیکن وہ کچھ بھی نہ کر پایا تھا۔

دوسرے ہی لمحے کمرے کی سکوت زدہ فضا میں چاندنی کی دلخراش چیخ گونجی۔ اگلا منظر دیکھ کر دیپک کے قدموں تلے زمین سرک گئی۔

☆...... ☆...... ☆

چاندنی اور دیپک دونوں نے بند کوٹھڑی کے اندر جان دے۔ وجاہت خان اور رانا الفت کو جب اس بات کا علم ہوا تو ان کے حواس باختہ رہ گئے۔ بالآخر دونوں نے دگرگوں حالات سے بچنے کے لیے ان دونوں کو اس بند کوٹھڑی کے اندر گڑھا کھدوا کر دبوا دیا۔ یوں چاندنی اور دیپک کا راز ہمیشہ کے لیے منوں مٹی تلے دفن ہو گیا۔

چاندنی اور دیپک کے گھر والوں نے ان دونوں کو بہت تلاش کیا لیکن انہیں نہ ملنا تھا نہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ملے۔ کئی ہندوؤں نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ وجاہت خان پر زور دے کر پوچھیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ پہلے ایک بار بھی اس پر الزام لگا کر ان سے بہت بڑی بھول ہو چکی ہے اور ایسا اب کبھی نہیں ہو گا۔

دوسری طرف ایک رات وجاہت خان اپنے کمرے میں سویا تو اسے یوں لگا جیسے اس کے علاوہ بھی کوئی کمرے کے اندر موجود ہے۔ جب اس نے لائٹ جلائی تو کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے پھر لائٹ آف کر دی لیکن نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کے من میں عجیب سی بے چینی اور اضطرابیت پیدا ہو چکی تھی۔ وہ اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو چکا تھا۔ تبھی اس کی نگاہ یکدم بیڈ کے سامنے رکھے صوفے پر پڑی اور اگلا منظر دیکھا اس کا اوپر سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے اٹک کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے صوفے پر دیپک اور چاندنی براجمان تھے۔ دونوں خون میں بالکل ویسے ہی لت پت تھے۔ جیسی حالت میں انہیں گڑھے میں دبایا گیا تھا۔

دوسرے دن صبح بار بار کھٹکانے پر بھی جب وجاہت خان نے دروازہ نہ کھولا تو اس کا دروازہ توڑا گیا لیکن اگلا منظر دیکھ کر سب کی حیرت ہو بیدار ہ گئی۔ وجاہت خان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اس کا وجود ٹھنڈا پڑ چکا تھا لیکن اس کی آنکھوں میں بلا کا خوف دکھائی دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے خوف کی شدت کے باعث کی اس کی موت ہوئی ہو۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وجاہت خان کی موت کی وجہ کیا ہے؟ بس جس کے منہ میں جو آیا اس نے وہی کہا اور انہی الفاظ کے ساتھ اسے بھی منوں مٹی تلے دبا دیا گیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆......☆......☆

سب کی نگاہیں اس مہ جبیں پر مرکوز تھیں۔ ساری روداد سنانے کے بعد وہ چپ کر گئی۔

''تم دونوں نے اپنا وجاہت خان سے انتقام لے لیا تھا۔'' محمد حنیف بولا۔ ''تو اب ان بے قصور لوگوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر کیوں پڑی ہوئی ہو۔''

''کوئی بھی بے قصور نہیں ہے۔'' دوشیزہ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

''کیا میرے والدین بے قصور نہیں ہیں۔ جو جیتے جی مر چکے ہیں۔ دیپک کے والدین کا بھی یہی حال ہے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ وجاہت خان کی پوری نسل کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے۔''

''اب تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' محمد حنیف نے ہانڈی کے اندر ڈبوئی ہوئی چھڑی کو اٹھایا اور اس پر لگے پانی کو اس دوشیزہ پر چھڑک دیا۔

دوشیزہ کے حلق سے ایک دردناک چیخ بلند ہوئی۔ پھر وہ یوں غرائی جیسے کوئی درندہ غرا رہا ہو۔ تبھی راہداری میں سب نے ایک لڑکے کو آتا دیکھا۔ وہ لڑکا بھی سیدھا آ کر دوشیزہ کے ساتھ براجمان ہو گیا۔

''میں آخری بار تم دونوں کو متنبہ کر رہا ہوں لیکن اگر اب کی بار تم لوگوں نے میری بات نہ مانی تو میں تمہارا برا حال کر کے رکھ دوں گا۔'' محمد حنیف نے دوبارہ چھڑی کو ہانڈی میں ڈبوتے ہوئے کہا۔

''تم ہمیں انتقام لینے سے نہیں روک سکتے۔'' اب کی بار دیپک نے گرجتے ہوئے کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دوسرے ہی لمحے محمد حنیف نے پلک جھپکتے میں چھری کو ہانڈی سے باہر نکال کر زمین پر مارا تو یوں لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہوں۔اسی موقع کا فائدہ اٹھا کر اس نے ہانڈی کا پانی ان دونوں پر پھینک دیا۔ایک لمحے کے لیے دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''اتنا بڑا دھوکہ۔'' دونوں یک زبان ہو کر بولے۔

دوسرے ہی لمحے دونوں کے جسم دھویں میں تحلیل ہو گئے اور پھر سب نے اس دھوئیں کو آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھا۔

محمد حنیف نے سب کو دائرے سے باہر نکل آنے کا حکم دیا اور پھر اگر بتیاں بجھا دیں۔سب فوراً سے بھی پیشتر دائروں سے باہر نکل آ گئے۔

''تمہیں مبارک ہو ہیبت خان کہ بلا تمہارے سر سے ٹل گئی ہے۔'' محمد حنیف نے ہیبت خان کو مبارک دیتے ہوئے کہا۔

''میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔'' ہیبت خان بولا۔

''نہیں اس رب کا شکر ادا کرو۔'' محمد حنیف بولا۔''اللہ تعالیٰ عز و جل ہر انسان کے لیے کوئی نہ کوئی وسیلہ ضرور بناتا ہے۔اب کبھی بھی اس گھر کے اندر کوئی ایسا واقعہ نہ ہونے دینا۔اللہ کے کلام کی تلاوت جس قدر زیادہ اس گھر کے اندر ہو گی۔شیطانی طاقتیں اس تیزی سے اس گھر سے دور بھاگیں گی۔''

''انشاءاللہ۔'' ہیبت خان نے جواب دیا۔

ہیبت خان دونوں بچوں،منشی اور محمد حنیف کے ساتھ چلتا ہوا حویلی کے اندر داخل

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہوگیااور سب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئے۔نماز فجر کا ٹائم ہونے والا تھا۔محمد حنیف نے انہیں اسلام اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں بتانا شروع کردیااور سب ہمہ تن گوش ہوکر سننے لگے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

غفیر اس کی حویلی میں داخل ہوا تو اس کے کارندوں نے ان کا راستہ روکا۔

''کہاں ہے وہ خبیث۔ باہر نکلواسے۔'' ایک ہندو نوجوان نے تقریباً دھاڑتے ہوئے کہا۔

''لگتا ہے تجھے زندگی پیاری نہیں ہے۔'' وجاہت خان کے ایک کارندے نے اپنی رائفل کی نال اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

حالات کی کشیدگی کو بھانپتے ہوئے چاندنی کا باپ سامنے آ گیا اور اس نے ہاتھ جوڑے۔

''بھگوان کے لیے میری بچی کو چھوڑ دو۔'' چاندنی کے باپ کے لہجے میں التجا تھی۔

''کونسی بچی؟'' اس کارندے نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے پوچھا۔

''اتنے نادان مت بنو۔ میں تم لوگوں کی بنتی کرتا ہوں بھگوان کے لیے میری بچی کو چھوڑ دو۔'' چاندنی کا باپ متواتر منت کر رہا تھا۔

اتنی دیر میں وجاہت خان شان بے نیازی سے چلتا ہوا حویلی سے باہر آیا تو سارے ہندوؤں نے اسے کھا جانے والی آنکھوں سے گھورا۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے؟'' وجاہت خان نے دور سے ہی کھڑے ہو کر پوچھا تو ملازم اس کی طرف ہمہ تن گوش ہوئے۔

''مالک یہ لوگ عجب ہی واویلا کر رہے ہیں کہ ہماری بچی کو چھوڑ دو۔'' ایک کارندے نے وجاہت خان کو جواب دیا۔

''کون کہتا ہے؟'' وجاہت خان نے پوچھا تو اسی کارندے نے چاندنی کے باپ کی طرف

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ہیں۔نہیں ناں ...... پھر ہمیں دوبارہ پاؤں پہ پاؤں دھر کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ہم کسی نہ کسی سے ضرور ملیں گے۔ میں آج ہی ان عفریتوں کو ختم کروں گا۔بہرصورت۔''

ہیبت خان کی آنکھیں شعلہ اگل رہی تھیں۔منشی فیض رسول نے دونوں ہاتھ بڑھا کر ہیبت خان کی آنکھوں سے جاری اتھر و صاف کیے۔

''سرکار آپ کی حالت دیکھ کر آپ کے صاحبزادوں کی حالت مزید ابتر ہوسکتی ہے۔''منشی فیض رسول نے یاددلایا تو ہیبت خان نے فوراً اپنی کیفیت پر قابو پایا اور پیچھے ہٹ کر دونوں بیٹوں کو گلے لگالیا۔

''میرے بچوں۔''ہیبت خان ہونٹ بھینچتے ہوئے اندرونی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''تم چنتا مت کرو۔دیکھناوقت دور نہیں۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے بھائی اور ماں کے قاتل آگ میں سڑیں گے۔اگر ان کو عبرت ناک موت نہ ملی تو مجھے بھی تا حیات سکون میسر نہیں ہوگا...... میں تم دونوں کی اندرونی کیفیت سے آشنا ہوں کیونکہ میری حالت بھی تم دونوں جیسی ہی ہے لیکن ...... لیکن اب ہمیں فولاد کی طرح مضبوط ہونا پڑے گا کیونکہ اب سر پر کفن باندھنے کا وقت آچکا ہے۔''

''ابو میں ماروں گا سب کو۔''راشد خان دائیں ہاتھ کے کف سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولا۔

''نہیں میں۔''اس کے بولتے ساتھ ہی فوراً حیدر خان بول اٹھا۔

''شاباش میرے شہزادوں۔''ہیبت خان نے دونوں کو سینے سے چپکاتے ہوئے کہا۔

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''آج فخر سے میرا سر بلند ہوگیا ہے۔تم دونوں نے ثابت کردیا ہے کہ تم ہیبت خان کے فرزند اور وجاہت خان کے پوتے ہو۔شیروں کے بچے ہمیشہ شیر ہی ہوتے ہیں۔شیر کی کھال اوڑھ لینے سے کبھی گیدڑ کی اولاد شیر نہیں بنتی۔پس پشت وار کرنے والا درحقیقت قاہر ہوتا ہے۔اس کے اندر اتنی سکت نہیں ہوتی کہ کھل کر مقابلہ کر سکے لیکن وہ جو کوئی بھی ہے ہم سب مل کر اس کا خاتمہ کریں گے۔چلو ہمیں ایک کام جانا ہے۔اس کے بعد اگلا لائحہ عمل مرتب کریں گے۔''

ہیبت خان اٹھ کھڑا ہوا۔دونوں بچوں نے اتھر وصاف کیے۔منشی فیض رسول معصوم بچوں کے ٹھوس ارادے دیکھ کر گنگ رہ گیا۔

''میرے بچے شیر ہیں۔'' ہیبت خان فخر سے سینہ چوڑا کرتے ہوئے بولا۔

''ہم لوگ پٹھان ہیں اور پٹھان کبھی حالات کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکتے۔عزت اور غیرت کے نام پر ہم لوگ جان تک دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ہم لوگ کسی کا برا نہیں سوچتے لیکن جب کوئی ہماری طرف انگلی کرتا ہے تو ہم اس کا ہاتھ ہی کاٹ دیتے ہیں اور جب کوئی میلی آنکھ سے دیکھتا ہے تو اس کی سر تن سے جدا کر دیتے ہیں۔

مجھے فخر ہے کہ میرے بچے چٹانوں کے سے مضبوط ارادوں اور ہمت وحوصلے والے ہیں۔تم دیکھنا منشی کہ اگر مدمقابل کو ناکوں چنے نہ چبانے پر مجبور کردیا تو میرا نام بھی ہیبت خان نہیں ہے۔''

منشی فیض رسول تصدیق میں سر ہلا کر رہ گیا۔وہ جانتا تھا کہ ہیبت خان ٹھیک ہی کہہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پیاری باتیں

دلیل ثبوت

ایک یہودی حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا نام بستانہ تھا۔ کہنے لگا اے محمد ﷺ مجھے ان ستاروں کے بارے میں خبر دیجیے جنہیں یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ انہیں سجدہ کر رہے ہیں، ان ستاروں کا نام کیا تھا۔ اس پر حضرت محمد ﷺ نے سکوت فرمایا اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضرت جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو ان کے بام بتائے۔

راوی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اس یہودی کو بستانہ کو بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان ستاروں کے ناموں کی خبر دے دوں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟

کہنے لگا: "ہاں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا ان کے نام یہ ہیں:

جریان، الطارق، الذیال، ذوالکتفان، قابس، وثاب

عمودان، الفلیق، المصبح، الفروح، ذوالفرع، الضیاء، انور۔

(ابن جریر طبری فی جامعہ البیان ج 12 ص 151)

یہودی نام سن کر بولا: اللہ کی قسم یہی ہیں ان کے نام

شہر یار اسلم ......سلانوالی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

☆ عورتوں میں سب سے اچھی عورت وہ ہے جسے اس کا شوہر دیکھے تو خوش ہو جائے۔(حضرت علیؓ)

☆ مکر، دھوکا اور خیانت کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔(حضرت عثمانؓ)

☆ انسان کی سمجھداری یہ ہے کہ وہ کفایت شعار ہو۔(حضرت جنید بغدادی)

☆ اطمینان قلب انسان کے لیے سب سے بڑی خوشی ہے۔(مہاتما بدھ)

☆ فاختہ سے معصومیت اور چیونٹی سے عقلمندی سیکھو۔(ماتھیو)

☆ خدا پاک کی یاد عظیم ترین شے ہے۔(اقلیدس)

☆ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو نیکوکار ہو۔ (گولڈ اسمتھ)

☆ خاموشی دل کے سکون اور روح کے لیے وہی درجہ رکھتی ہے۔جو جسم کے لیے نیند۔(ڈبلیو پلیس)

حمزہ فیروز......مکہ کالونی

23مارچ 1940

77سال پہلے آج ہی کا دن مسلمانان ہند کے لیے فیصلہ کن تاریخ ساز دن ہے۔اس دن مسلمانان ہند نے مسلم لیگ کے 27ویں سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں قائداعظم کی قیادت میں قرارداد پاکستان منظور کی تھی۔جس کی رو سے انڈیا کے مسلم اکثریت کے علاقوں پر محیط ایک آزاد اسلامی مملکت کا قیام اور عزم و استحصال کے ساتھ جہد مسلسل کی بنیاد پر اس کا حصول طے پایا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چنانچہ قائداعظم کی قیادت میں مسلمانوں کی کوششیں ثمر بار ہوئیں اور 14اگست 1947ءکو پاکستان معرض وجود میں آیا۔اس کے چار دن بعد قائداعظم نے اپنی پوری قوم کے نام پیغام دیا تھا،ہم نے پاکستان حاصل کرلیا ہے لیکن یہ تو محض آغاز ہے۔اب بڑی بڑی ذمہ داریاں ہمارے کندھوں پر آن پڑی ہیں۔اتنا ہی بڑا ارادہ اور اتنی ہی عظیم جدوجہد کا جذبہ ہم میں پیدا ہونا چاہیے۔

پاکستان حاصل کرنے کے لیے جو قربانیاں دی گئی ہیں۔پاکستان کی تعمیر کے لیے کم از کم اتنی ہی قربانیوں اور کوششوں کی ضرورت پڑے گی۔یہ پیغام آج بھی ہمیں عمل کی دعوت دے رہا ہے۔قرارداد پاکستان کی یاد تازہ کرنے کے لیے اس ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے قائداعظم کے فرمان اتحاد،تنظیم،ایمان پر عمل پیرا ہونے کے لیے۔

اشتیاق احمد......شکر گڑھ

قوت ایمان اور ثابت قدمی

ایک انسان جب خدائے واحد اور اس ک رسول ﷺ پر ایمان لے آتا ہے۔تو پھر اسے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہیے اور اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کو اپنا شعار بنالینا چاہیے اور ہر معاملے میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔راہ مستقیم پر چلنے میں مصائب و آلام لازمی آتے ہیں۔ان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور کبھی بھی گھبرانا نہیں چاہیے اور نہ ہی بددل اور مایوس ہونا چاہیے جیسا کہ قرآن الحکیم میں ہے۔اللہ تعالی کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور جب یہ یقین ہو کہ اللہ کی رحمت ہمارے ساتھ ہے تو زندہ دلی خود بخود جاگر ہو جاتی ہے اور ایسے دل قوت ایمانی سے بھی بھرپور ہوتے ہیں،جو زندگی جینے کا ہنر پاتے ہیں اور خود کو ثابت قدم رکھتے ہیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

حافظ محمد بلال اسلم......رحمت کالونی

صاحب ذرہ سوچو!

لڑکے والے ایسی لڑکی کی تلاش میں تھے جوان کے لڑکے کے برابر ہو۔تعلیمی لحاظ سے بھی اور اس کے علاوہ امور خانہ داری کے لحاظ سے بھی اچھی خاصی واقف ہو اور تو اور نوکری بھی کرتی ہو ورنہ آج کے دور جدید میں بغیر نوکری کرنے والی بہو تو ایسے خیال آتا ہے کہ نعوذ باللہ ایسی لڑکی تو اللہ تعالیٰ سے آرڈر دے کر ہی تیار کرائی جاسکتی ہے لیکن قربان جاؤں ڈھونڈنے والی نظر پر انہوں نے اپنے مطلب کی لڑکی تلاش کر ہی لی پر افسوس کہ لڑکی کی عمر لڑکے کی عمر کے برابر معلوتی تھی۔اور یہ تو ازل سے ہی اصول رہا ہے کہ لڑکی کی عمر لڑکے کی عمر سے قدرے کم ہونی چاہیے لہٰذا انکار ہو گیا۔صاحب ذرا سوچو تمہارے انکار سے تو لڑکی کی عمر اور بڑھ جائے گی اور ویسے بھی کم عمری میں نہ تو تعلیم مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی نوکری ملتی ہے۔

خواجہ حسن......منچن آباد

بھائی بہن اور بیٹیوں کا حق

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پرورش کی دو یا تین بیٹیوں کی یا دو یا تین بہنوں کی تا آنکہ وہ اس سے جدا ہو جائیں (بیاہ شادی کے بعد) یا فوت ہو جائیں تو میں اور وہ شخص جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔جس طرح یہ دو انگلیاں اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔

(الادب المفرد)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کتاب اسوۃ رسول اکرم (ﷺ)

ایس حبیب خان.....کراچی

اعتماد

اپنے دفاع کے لیے کبھی بھی کسی دوسرے پر انحصار نہ کریں کیونکہ ہر کوئی برے وقت میں آپ کی مدد نہیں کرتا زندگی میں کامیاب ہونے کے لیے کوئی بھی مختصر راستہ نہیں ہوتا بلکہ آپ کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ سخت محنت کرنا ہوگی۔ اسی کے ساتھ ساتھ دوسروں پر اندھا دھند اعتماد نہ کریں اس طرح وہ ہمیشہ آپ کی کمزوری کی تلاش میں رہیں گے کہ کب کوئی موقع ہاتھ آئے اور آپ کو دوسروں کی نظروں میں سے گراتا جائے۔ اس لیے صرف اپنے آپ پر ہی اعتماد کرنا سیکھیں۔

احسان سحر.....میانوالی

سچ

اکثر لوگ اس لیے اکیلے ہوتے ہیں کیونکہ وہ صرف سچ بولتے ہیں اور کوئی سچ سننا پسند نہیں کرتا۔

مصباح مسکان روف.....جہلم

ان باتوں کو اپنائیے اور خوش ہو جائیے۔

☆.....اپنی زندگی میں ہر کسی کو اہمیت دو جو اچھا ہوگا وہ خوشی دے گا اور جو برا ہوگا وہ سبق سکھائے گا۔

☆.....ہمیشہ خوش رہیں اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔

☆.....غلطی معاف کر دیں بدلہ نہ لیں کیونکہ بدلہ لینے والا اور بد دعا دینے والا کمزور ہوتا ہے۔

☆.....صرف اللہ سے مانگیں دوسروں سے کوئی امید نہ رکھیں دینے والا اللہ ہی ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆۔۔۔۔۔ہمیشہ کم کی خواہش کرو،زیادہ کی خواہ ہوس پیدا کرتی ہے۔

سمیہ کنول۔۔۔۔۔مانسہرہ

انسان

☆۔۔۔۔۔انسان کا دل بھر آتا ہے تو برسات کی صورت میں روتا ہے۔

☆۔۔۔۔۔پہاڑ جب غموں کا بوجھ برداشت نہیں کر پاتا تو آتش فشاں کے روپ میں اپنا زہر اگل دیتا ہے۔

☆۔۔۔۔۔دنیا میں جاندار اور بے جان چیزیں اندر کے دکھ نکال باہر کرتی ہیں مگر انسان کتنا بے بس ہے وہ بادل نہیں برس پڑے،وہ پہاڑ نہیں کہ پھٹ جائے،پھول نہیں کہ مرجھا جائے آخر انسان ہے کیا۔۔۔۔۔؟

ندا مسکان جٹ۔۔۔۔۔133 جنوبی

اچھی باتیں

☆۔۔۔۔۔غم اور مشکلات صرف اللہ کو بتایا کرو اس یقین کے ساتھ کہ وہ تمہیں جواب بھی دے گا اور تمہاری تکلیف بھی دور کرے گا۔

☆۔۔۔۔۔اپنے جسم کو ضرورت سے زیادہ نہ سنواروں،اسے تو مٹی میں مل جانا ہے۔اے ابن آدم!سنورنا ہے تو اپنی روح کو سنوارو جسے اللہ کے پاس جانا ہے۔

سنیاں زرگر،اقصیٰ زرگر۔۔۔۔۔جوڑہ

باتوں سے خوشبو آئے

☆۔۔۔۔۔علم دل کو اس طرح تازہ کرتا ہے جیسے بارش خشک زمین کو۔

☆۔۔۔۔۔کسی سے ملو تو اس طرح کہ دوسرا دوبارہ ملنے کی خواہش کرے۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆-----زندگی میں اچھے کام کرو، موت کے بعد یاد رکھے جاؤ گے۔

☆-----زبان اگرچہ تلوار نہیں مگر تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

☆-----خاموشی ایک ایسا درخت ہے جس پر کبھی کڑوا پھل نہیں لگتا۔

☆-----جن کے حوصلے بلند ہوتے ہیں وہ مٹی کو سونا بنا دیتے ہیں۔

☆-----ایسا پھول مت چنو جو خوب صورت ہو مگر اس میں خوشبو نہ ہو۔

☆-----کسی کو نفرت کی نگاہ سے مت دیکھو ہو سکتا ہے کبھی تم پر بھی یہ وقت آ جائے۔

☆-----اگر تمہیں کوئی یاد نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں، اصل بات تو یہ ہے کہ کوئی خود کو فراموش نہ کرے۔

ماریہ کنول ماہی-----گوجرانوالہ

جواہرات سے قیمتی

☆-----جو زبان کو قابو میں نہیں رکھتا، شرمندہ ہوتا ہے۔

☆-----اپنی زندگی میں ہر کسی کو اہمیت دو، جو اچھا ہوگا وہ خوشی دے گا اور جو برا ہوگا وہ سبق دے گا۔

☆-----آزادی اس کا نام نہیں کہ اخلاق یا مذہب کی پابندی نہ کی جائے۔

☆-----اگر تم ایسی باتیں سنو جو تمہیں ناگوار محسوس ہوں تو یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ وہ سچی تو نہیں۔

☆-----راز کو پوشیدہ رکھنا اپنی عزت بچانا ہے۔

☆-----اپنا مزاج درویشانہ رکھو، چاہے تمہارا لباس شاہانہ ہو۔

☆-----محبت اور خلوص فاصلوں کو مختصر کر دیتے ہیں۔

سدرہ کشف-----خیرپور ناتھن شاہ میوالی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پیر کامل

ہرانسان کوزندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر پیر کامل کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔چاہے وہ بچہ ہو،جوان ہے یابوڑھا ہے۔ہمیں رہنمائی تو تب بھی چاہیے تھی جب ماں کی گود میں تھے،رہنمائی تو تب بھی چاہیے تھی جب ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا گیا۔رہنمائی تو اب بھی چاہیے جہاں ہر انسان خود کو علم کی ڈگریوں کی بنیاد پر پڑھالکھا اور پرفیکٹ سمجھتا ہے صرف کاغذوں کی وجہ سے ان دو ٹکڑوں پر غروراور تکبر دکھا کر دوسروں کو ذلیل کرتا ہے۔

پیر کامل تو حضرت محمدﷺ ہیں۔اللہ کے پیارے رسول جن کی رورو کر مانگی گئی دعاؤں کی وجہ سے آج ہم محفوظ اور اللہ کے عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو جھوٹ اور خود سے بچائے گئے رشتوں کے بجائے انسان اس پیر کامل کا تقدس کیوں نہیں کرتا جو آج بھی ہمارے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں اور تا قیامت ان کی ذات ہمیں رہنمائی دیتی رہے گی۔

شیریں گل.....ثمن تلہ گنگ

تھرمامیٹر

ڈاکٹر نے تھرمامیٹر خاتون کے منہ رکھا اور کہا۔

”کچھ دیر منہ بند رکھیے۔“

خاتون کو خاموش دیکھ کر خاوند نے پوچھا۔”ڈاکٹر صاحب یہ چیز کتنے کی آتی ہے؟“

پرویز.....کراچی

نگاہوں کا بیان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆-----نماز کی حالت میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے۔

☆-----نماز میں جب قیام پر کھڑے ہو تو نظریں سجدے کی جگہ پر رکھو ہمیں اس زمین میں جانا ہے۔

☆-----جب رکوع کرو تو پاؤں دیکھو کہ ہماری جان پاؤں سے نکلنا شروع ہو گی۔

☆-----جب سجدہ کرو تو ناک کی سمت دیکھو کہ مرنے کے بعد سب سے پہلے ناک ختم ہو گی۔

☆-----اور جب التحیات میں بیٹھو تو نظریں جھولی میں کہ جھولی اب بھی خالی ہے۔

ثناء اینڈ سارہ یونس-----چک درکاں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

قوسِ قزح

وفا کی راہ بڑی پر خار سی لگتی ہے
زیست آنسوؤں کی دیوار سی لگتی ہے
میں نے چاہا نہیں تھا پھر سے کسی کو
ہر سوچ اپنی غمگسار سی لگتی ہے

(محمد اسلم جاوید------فیصل آباد)

نہیں چاہت رہی اب کوئی زمانے میں
کیوں وقت برباد کرتے ہو داستان سنانے میں
زندگی زندہ دلی ہے اپنے شعور کو بیدار کرو
غم نہ کرو رومی یہاں کسی کے بدل جانے میں

(عبدالجبار رومی------لاہور)

وہاں نہ پھول کھلتے ہیں نہ ہی موسم بدلتے ہیں
وہاں پر کچھ نہیں ہوتا جہاں پر تم نہیں ہوتے
یہاں تو ویسے ہر اک شے آسانی سے ملتی ہے
پر میرا دل نہیں لگتا جہاں پر تم نہیں ہوتے

(آصفہ سراج------لاہور)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

راستے میں نہ بیٹھو ہوا تنگ کرے گی
بچھڑے ہوئے لوگوں کی صدا تنگ کرے گی
مت ٹوٹ کے چاہو اسے آغاز سفر میں
بچھڑے گا تو ہر ایک ادا تنگ کرے گی

(صبا محمد اسلم۔۔۔۔۔گوجرانوالہ)

کوئی اچھی سی سزا دو مجھ کو
چلو ایسا کرو بھلا دو مجھ کو
تم سے بچھڑوں تو موت جائے مجھے
دل کی گہرائیوں سے یہ دعا دو مجھ کو

(محمد سراج۔۔۔۔۔لاہور)

کتنے معصوم ہوتے ہیں یہ آنکھوں کے آنسو بھی
یہ نکلے بھی ان کے لیے ہیں جنہیں پرواہ نہیں ہوتی

(محسن عزیز حلیم۔۔۔۔۔کوٹھاکلاں)

میری روح وچ میرا یار وسدا
میری اکھ وچ او سدا دیدار وسدا
سانوں اپنے دلاں دی پرواہ نئیں کاوش
رب کرے ہر ویلے روے میرا یار وسدا

(ملک این اے کاوش۔۔۔۔۔سلانوالی)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تم چاند ہو تو تجھے دیکھنے کی دعا کرتے ہیں
میں تو وہ ستارہ ہوں کہ لوگ اپنی خوشیوں
کیلئے میرے ٹوٹنے کی دعا کرتے ہیں

(خضر حیات------دوڑہ تھل)

محبت کی آزمائش دیکھ دیکھ کر تھک گیا ہوں اے خدا
قسمت میں کوئی ایسا دوست بھی لکھ دے جو موت تک وفا کرے

(محمد سراج------لاہور)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

غزل

روح میں کوئی اذیت بھی اتاری جائے
زندگی درد سے خالی نہ اتاری جائے

ایک سائل کی محبت کا تقاضا ہے یہ
کاسۂ دل میں نظر پیار کی ڈالی جائے

اگر کہتی ہے کہ نظر اس سے ملاؤں کیسے
دل کہتا ہے کہ تصویر اتاری جائے

اسے تسلیم قبیلے کا نہ سردار کرو!
جس سے دستار بھی اپنی نہ سنبھالی جائے

پیار کو جرم سمجھتے ہیں زمانے والے
زندہ رہنے کی کوئی راہ نکالی جائے

اس سے پہلے کہ بدل جائے نہ دل کی نیت
زندگی اس کی محبت میں لٹا دی جائے

کچھ تو کم ہوگی شب ہجر کی وحشت یارو!
کوئی شمع ہی اندھیرے میں جلائی جائے

قتل ہوتے ہیں شب و روز بنام غیرت

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

پیار کرنے پہ بھی پابندی لگا دی جائے

(حکیم خان حکیم----اٹک)

سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے بہاروں کا
کس نے مقام پرکھا ہے تاروں کا
حوصلہ دیتے ہیں آج کل کے یار بھی
وہ پہلے سا جلوہ نہ تھا نظاروں کا
یادوں کے سفر میں ہمیشہ سے تھا تنہا
بیگانوں سے پوچھ لیتا ہوں رشتہ رہگواروں کا
ہاتھ ملا کے بھی چھوڑ جاتے ہیں یہاں
زندگی رستہ ہے پھر سے خار زاروں کا
بے رخی سے تیری یہ زخم ملے ہیں ہم کو
وہ پہلے سا جذبہ نہیں رہا اب سہاروں کا
قسمت میں اپنی کچھ آنسو اور آہیں ہیں عالیہ ارمؔ
موسم بدل گیا ہے آج پھر سے شراروں کا

(عالیہ ارم----ننکانہ صاحب)

دور بہت دور اجالا دکھتا ہے
ہر سو جھوٹ کا دھندا بکتا ہے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

بھرے پڑے ہیں شاپنگ مال امیروں سے
غربت زدہ دو وقت کی روٹی کو سسکتا ہے
دباتے ہیں یہ ہر روز حق کسی غریب کا
ہو کے پر امید پھر محنت کش نکلتا ہے
چلتا ہے معیشت کا پہیہ مزدور کے سر پر
ہائے افسوس اژدھائے امیری انہیں کو نگلتا ہے
یہاں تو مصنف بھی پڑے ہیں امیروں کی تجوری میں کاوشؔ
تختۂ سولی غریب کے پیروں سے کھسکتا ہے

(ملک این اے کاوش اعوان۔۔۔۔۔سلانوالی)

چاہو گی مجھ سے جتنی میں اتنی وفا دوں گا
راہوں میں محبت کی میں پھول بچھا دوں گا
کیسا ہے ہنر مجھ میں یہ بھی بتا دوں گا
پتھر ہو تو پتھر کو آئینہ بنا دوں گا
تم مجھ سے جدا ہو کر کیا ہوگا ذرا دیکھو
میں خود کو مٹا دوں گا میں خود کو لٹا دوں گا
گمراہ نہ کہنا تم گمراہ نہیں ہوں میں
راہوں سے میں واقف ہوں منزل کا پتہ دوں گا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

ماضی کی حسین یادوں نے روک لیا ورنہ
سوچا تھا تیرے لکھے ہر خط کو جلا دوں گا
نہ چھیڑ مجھے امتیاز جیسا بھی ہوں اچھا ہوں
تو چھیڑ کے کیا لے گا میں بول کے کیا دوں گا

(ایس امتیاز احمد......کراچی)

کیا دیکھ رہا ہے کوئی مہتاب مرے خواب
جلنے لگے ہر شام سر آب میرے خواب
تحریر ہیں اک صفحہ تاریک پہ آنکھیں
اس متن میں لکھیں گے نئے باب میرے خواب
اک مہینہ کمیاب نے رکھے ہیں صدف میں
ابھریں گے کسی دن سرگرداب مرے خواب
بنجر ہوئے تعبیر کی حسرت میں زمانے
ابھرے تھے یہ کس لمحہ شاداب مرے خواب
نیندیں تری راہوں میں لٹانے کا نہیں غم
لیکن سر مژگاں تھا جو اسباب میرے خواب
دیکھے ہیں مناظر کئی حیرت گۂ شب کے
اب ایک نظر دیدۂ بے خواب، مرے خواب

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

(ایس حبیب خان------کراچی)

مکمل دو ہی دانوں پہ یہ تسبیح محبت ہے
جو آئے تیسرا دانہ، یہ ڈوری ٹوٹ جاتی ہے
مقرر وقت ہوتا ہے محبت کی نمازوں کا
ادا جن کی نکل جائے، "قضا" بھی چھوٹ جاتی ہے
اسے تکنے، اسے تکنے سے نیت ٹوٹ جاتی ہے
محبت دل کا سجدہ ہے جو ہے توحید پر قائم
نظر کے شرک والوں سے محبت روٹھ جاتی ہے۔

(احرام زل حسین------اوکاڑہ)

☆------☆------☆

آ چل گھر چلیں
ابھی دروازے کھلے ھیں
چاند نکلا نہیں،سورج ڈوبا نہیں
پیروں کے نشاں ملے نہیں ھو
ہواوں نے گر د اڑئی نہیں ھے
یہ بات کیا تری سمجھ میں آئی نہیں ھے
دیکھ ماں رستہ دیکھ رھی ھے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کانچ کی کھڑکی ٹوٹی نہیں ہے
پربت پہ سرخاب چیخا نہیں ہے
آسمان نے ستم ڈھایا نہیں
بہار ابھی راستے میں ہے
بانجھ رتوں کا سایہ اترا نہیں
ابھی ترا عبایا اترا نہیں
حجاب باقی ہے/سنگھار باقی ہے
وقت کی ڈور تھام لے
آ میرے سنگ گام لے

☆------☆------☆

نظم

زندگی اپنی بس یونہی بیکار گزر جائے گی
بہت پچھتاؤں گا میں آنکھ بھر آئے گی "
کچھ نہ کرپایا میں دُنیا میں آخرت کیلئے
اپنی تو دنیا بھی بیزار گزرجائے گی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دُنیا ہی کے پیچھے بھاگتا رہا تمام عمر
دینا ہے سایہ کی مانند کبھی ہاتھ نہ آئے گی
کی نہ کسی سے بھی آج تک زندگی نے وفا
موت کسی کونہ چھوڑے سب کو لے جائے گی
اب تو تھک ہار کے خود سے ہی کہتے ہے اظہر
کچھ تو دکھ درد میں گزر گئی کچھ گزر جائے گی

اظہر اقبال مُغل

☆......عید......☆

عید کے گیت تمہاری خاطر
سب سنگیت تمہاری خاطر
میری محبت تم پے نچھاور
میری پریت تمہاری خاطر
میری خواہشیں،خوشیاں،ارمان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سب من میت تمہاری خاطر
ٹکرا ?ں میں جدارے جہاں سے
پھر ہو جیت تمہاری خاطر
روح کا رشتہ سانس کی ڈوری
میری زینت تمہاری خاطر
ماہی اس چاہت کی رسمیں
ہر اک ریت تمہاری خاطر

☆------☆------☆

سیدہ سبیکا کاظمی ماہی

محبت دھر گیا مجھ پر کسی احسان کی صورت
سلگتا جا رہا ہے دل میر شمشان کی صورت

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

جومرکز تھا نگاہوں کا، جو محور تھا دعاؤں کا

وہ بن کر سانپ لپٹا ہے کسی وردان کی صورت

کوئی قدغن لگائی ہے نہ ضد ہے آنے جانے پر

مکیں دل کا وہ ٹھہرا ہے حسیں مہمان کی صورت

جسے معزول کر ڈالا تھا دل کی سلطنت سے بھی

وہی حاکم ہے دل کے تخت پر سلطان کی صورت

نہیں بھولا صحیفہ سعدیہ مجھ کو نہیں بھولا

وہ میرے دل پہ اترا ہے کسی وجدان کی صورت

☆------☆------☆

ڈاکٹر سعدیہ بشیر------لاہور

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

غزل

میری ذات کے تخیل میں ہے

وہ شخص کچھ اس طرح سے منجمد

گر سوچوں میں ا سکو

تو پا لوں گویا صحیفہ وصل

کر کے اسے خیالوں سے اوجھل

پھروں میں اک نوحہ گر ہوکر

نکلوں میں صحرا میں ہو کر منہمک

ضبط کا جھومر ہجر میں اس کے

ماتھے پر کچھ اس طرح سے سجا کر

کہ جیسے کنج تغافل ہو موسم بہار سے ہوکر

رکھوں گی اسے اپنے سنگ ہمیشہ محو سفر

کہ ہجر یار بھی ہو کنول میں وصال کی صورت

Downloaded from https://paksociety.com

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

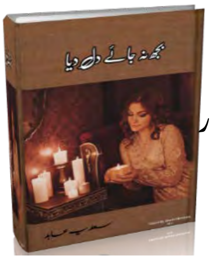

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

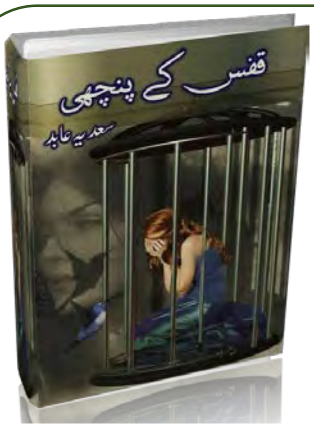

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

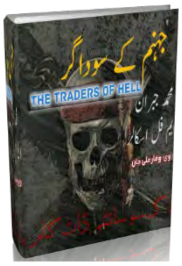

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان

پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پہ پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

☆-----☆-----☆

مون کنول

دشت و صحرا بدنام کیوں ہے؟

یہ روش اتنی عام کیوں ہے؟

بد سے بُرا بدنام کیوں ہے؟

یہ چلن اتنا عام کیوں ہے؟

کس جُرم کی سزا ملی مجھکو؟

سر میرے ہر اِلزام کیوں ہے؟

صاف کوئی میرا قرینہ رھی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دوستوں میں پھر ابہام کیوں ہے؟

کہاں گئی سحر توقیر ابن ِ آدم؟

آج کا اِنساں بے دام کیوں ہے؟

☆-----محمد اقبال سحر-----☆

کبھی تو اُن سے ملاقات ہوا کرے

تصوّر میں جن کے دِن رات ہوا کرے

چلے تو ہر سُو ہَوا وفاؤں کی

جفاؤں کو تو بس مات ہوا کرے

ذکرِ طوفانِ نوح بھی ہو مگر

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کشتیء نوح میں نجات ہوا کرے
دشمن بھی ہو اگر زندگی کے دوراہے پر
دشمنِ جاں بھی کوئی ذات ہوا کرے
مریں تو مریں سحر موت بھی مانے
زندگی کشف و کرامات ہوا کرے

محمد اقبال سحر.....ساہیوال

کروں تجھ پہ اپنی میں جان فدا میرے وطن
نثار تجھ پہ یہ ارض و سما میرے وطن
میں اپنی حیات کا ہر پل تیرے نام کر دوں
گواہ ھے میری محبت کا خدا میرے وطن

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تیری شان کی خاطر اپنی جان لٹا دوں
نہ ہو گا پھر بھی تیری محبت کا حق ادا میرے وطن
میرے وطن تیری رونقیں ہیں عزیز مجھ کو
تیرا پرچم بلند یوں پہ لہرائے سدا میرے وطن
سندھی ہو بلوچی ہو پنجابی ہو یا پختون
ہر لب پہ ہے تیرے لئے دعا میرے وطن
غدار وطن کو میں اس زمین میں گاڑ دوں
یہ ہوگی میری تجھ سے وفا میرے وطن
تیری خوشبو سے مہک اٹھے یہ جہاں
تو پھولوں کی مثل رہے مہکتا میرے وطن

☆-----☆-----☆

ثمینہ نازی-----سرگودھا

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

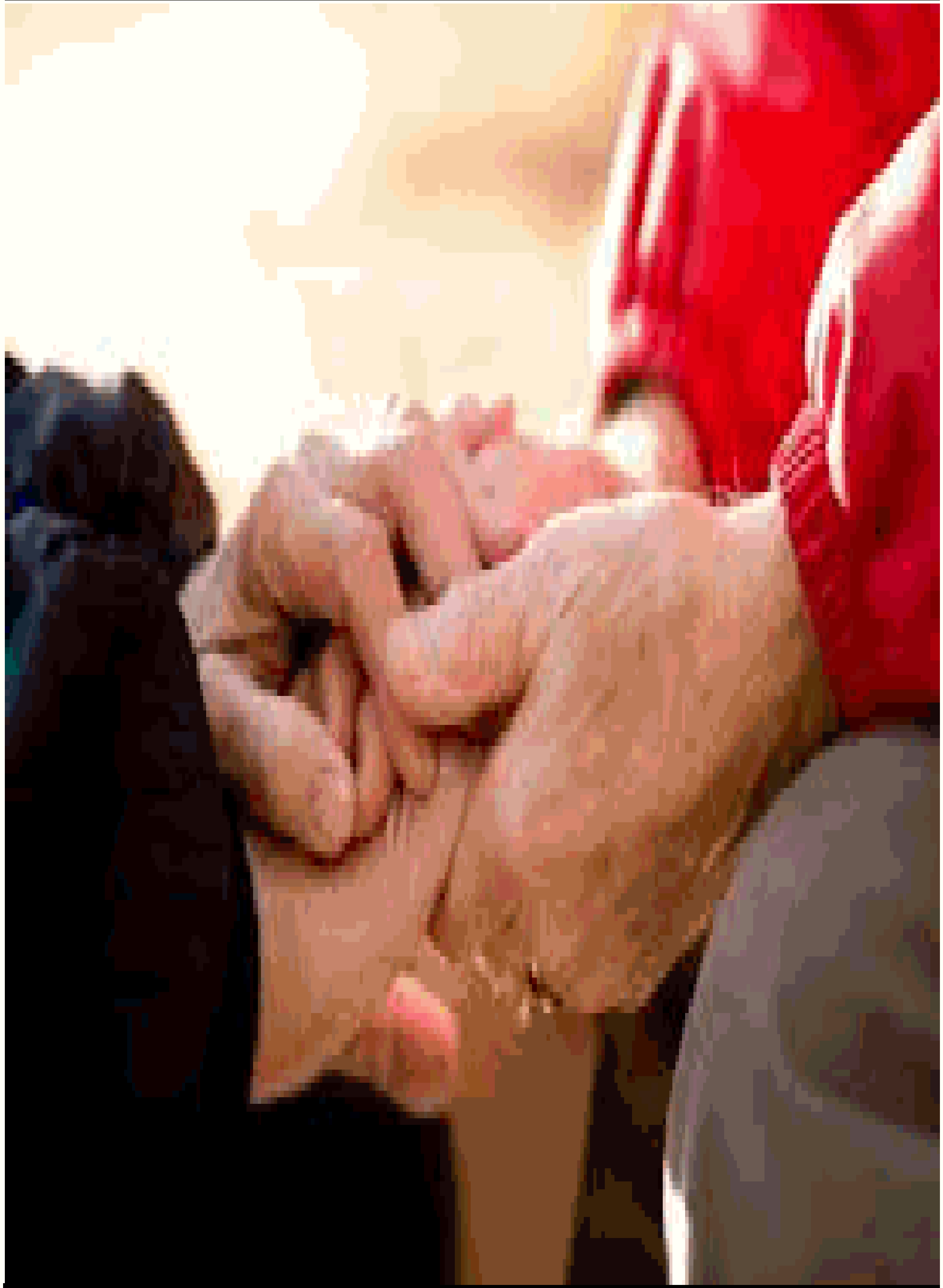

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)

محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ سرگودہا

بند مٹھی میں ریت

محمد نواز۔ کمالیہ

''کون کہتا ہے جوا کسی کا نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' دلبر نے اپنی بیوی آسیہ کے اس سوال پر کہ جوا کسی کا نہیں ہوتا چڑھائی کردی اور لگا اسے کوسنے''سیانے کہتے ہیں'' آسیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا'' ضروری نہیں سیانوں کی ہر کہی ہوئی بات سچ بھی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے ان سیانوں کوسوائے باتیں کرنے کے اور کوئی کام نہیں تھا۔ یہ کرو گے تو وہ ہو جائے گا وہ کرو گے یہ ہو جائے گا'''' سیانوں نے باتوں کا عرق نکالا ہوتا ہے انہوں نے جو بھی کہا ہے عین ویسا ہی ہوتا ہے'' دنوں میاں بیوی کے درمیان سیانوں کی کہی ہوئی باتوں پر بحث وتقرار ہونے لگی ۔آسیہ، دلبر کو قائل کرنے کی کوشش میں تھی کہ جوا کسی کا نہیں ہوتا، لیکن دلبر اس بات کو ماننے کیلیے ہرگز تیار نہ تھا وہ آسیہ کو ہمیشہ چپ کرا دیتا اور کہتا قسمت کی دیوی ایک دن پر ضرور مہربان ہوگی اور اس کے بھی ہاتھوں میں روپے پیسے کی ریل پیل ہو گی۔ دلبر، آسیہ کو سہانے سپنوں کی وادی میں ہاتھ پکڑے اتر جاتا جہاں قسمت کی دیوی ان کیلئے ہاتھوں میں وہ تمام تر آسائشات اور تعیشات لیئے کھڑی ہوتی۔ دلبر آسیہ کو کہتا اب کی بار وہ بازی جیت جائے گا اور اس کی جھولی زمانے بھر کی خوشیوں سے بھر دے گا۔ اس کا وہ سارا زیور جسے وہ ہار چکا ہے دوبارہ بنوا دے گا۔ گھر بھر کا وہ سارا سامان جو اس کے جواری ساتھی جیت کر لے گئے ہیں واپس لائے گا۔ آسیہ اس کی کسی بات کو خاطر میں لاتی اور دلبر سے صرف اتنا کہتے ہوئے خوابوں کی دنیا سے باہر آجاتی '' دلبر ۔۔۔۔۔۔۔۔تم ہمیں دو وقت کی روٹی ہی لا دو، ہمارے لیئے کافی ہے'' دلبر گھر سے جاتے ہوئے

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

آسیہ سے کہتا ''میرے لیئے دعا کرنا میں آج کی بازی جیت جاؤں'' وہ اپنی ہی کہی ہوئی اس بات کی نفی کردیتا کہ سیانوں کی کہی ہر بات سچ نہیں ہوتی '' کہتے ہیں بیوی کی اپنے خاوند کے حق میں دعا اللہ تعالیٰ قبول کرتے ہیں''

اکثر لوگ زندگی میں شارٹ کٹ استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ان کا خیال میں شارٹ کٹ سے بہت سی دولت بنا محنت اکٹھی کرلیں گے اور باقی کی زندگی عیش وعشرت سے گزاریں گے۔کچھ ایسا ہی خیال دلبر کا بھی تھا۔وہ بھی شارٹ کٹ کے ذریعے دولت مند بننا چاہتا تھا۔دنوں میں امیر بننے کا خواب اس کی آنکھوں میں اس کے ایک دوست نے سجایا ،جس کے حالات پہلے پہل دلبر سے ملتے جلتے تھے لیکن پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے دن پھرنے لگے۔روپے پیسے کی ریل پیل نظر آنے لگی۔دلبر نے جب اس سے وجہ دریافت کی تو اس نے یہی شارٹ کٹ بتا دیا جو دلبر اب آزما رہا تھا۔اسی شارٹ کٹ کو آزماتے آزماتے وہ اپنے سارے گھر کی ساری جمع پونجی لوٹا بیٹھا تھا۔لیکن نا جانے کیوں اسے اب بھی یقین تھا کہ ایک دن قسمت پلٹا کھائے گی اور وہ بھی اپنے دوست کی طرح دولت مند ہو جائے گا۔

'' دیکھ دلبر ــــــــــــ لوگ اسے جوا کہتے ہیں،لیکن میں اسے انوسٹمنٹ کہتا ہوں۔جتنا پیسہ لگاؤ گے اتنا ہی زیادہ منافع کماؤ گے،جتنا گڑ ڈالو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا'' دلبر کا دماغ میٹھی میٹھی باتوں میں رچتا بستا چلا گیا،اگلے ہی دن آسیہ کو جو میکے سے پانچ تولے زیور جہیز میں ملا تھا۔آسیہ کی غیر موجودگی میں اٹھا لے گیا اور پہلی ہی بازی میں ہار گیا۔سارے زیور کو ہاتھ سے جاتے دیکھا تو دل برداشتہ ہو کر لگا لڑائی جھگڑا کرنے۔اڈے پر موجود دوسرے جواریوں نے بیچ میں پڑ کر صلح کرا دی اور لگے اسے جوے کے اصول وضوابط سمجھانے۔گھر سے زیور اٹھاتے وقت دلبر کے دل میں کتنے ارمان تھے جو آن کی آن میں

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سب ہوا ہو گئے ۔ ہاتھ کے میل کی طرح سارے زیور لالچ و ہوس کے پانی میں ڈھل کر بہہ گئے ۔ کہتے ہیں عورت کو سب سے زیادہ محبوب میکے سے ملنے والا زیور ہوتا ہے جسے وہ ساری زندگی سنبھال کر رکھتی ہے اس خیال سے تصرف میں نہیں لاتی کہ کہیں خراب ہی نہ ہو جائے ۔ کچھ ایسا ہی معاملہ آسیہ کے ساتھ بھی تھا ۔ اس نے سارا زیور سنبھال کر رکھا ہوا تھا ۔ آسیہ کو زیور کے بارے میں تب پتا چلا جب وہ ایک دن میکے میں کسی شادی پر جانے والی تھی ۔ آسیہ کے شور مچانے پر دلبر نے آسیہ کو اس وعدہ کے ساتھ کہ وہ اسے پہلے سے دو گنا زیور بنا دے گا، بتا دیا ۔ وہ دن اور آج کا دن دلبر کے ہاتھ خالی ہی رہے ۔

آہستہ آہستہ گھر کا سارا سامان بکنے لگا ۔ دلبر جو کماتا شام کو دو گنا کرنے کے چکر میں جوے کے اڈے پر ہار آتا ۔ نوبت فاقوں سے ہوتی ہوئی قرض کی دہلیز پار کرنے لگی ۔ رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے اس وعدے کے ساتھ دلبر قرض اٹھانے لگا کہ بہت جلد لوٹا دے گا ۔ پہلے پہل تو دلبر کو قرض ملنے لگا ۔ مگر جب قرض کی ادائیگی میں تاخیر ہونے لگی تو وہ رشتہ دار اور عزیز و اقارب بھی دور ہٹتے چلے گئے ۔ قرض دینا تو درکنار، دلبر سے ہاتھ ملانے سے بھی گھبرانے لگے ۔ یوں دلبر سے سب کا اعتماد اٹھنے لگا ۔ گھر کا چولہا جلتا رکھنے کیلئے آسیہ لوگوں کے گھروں میں کام کاج کرنے لگی ۔

نشہ کوئی بھی ہو برا ہوتا ہے ۔ کہتے ہیں جوا بھی نشہ کی طرح ہوتا ہے ۔ جسے ایک بار اس کی لت پڑ جائے پھر نہیں چھوٹتی ۔ آسیہ دلبر کو سمجھاتی ''جس دیوی کے مہربان ہونے کی تم بات کرتے ہو وہ تم پر کبھی مہربان نہیں ہو گی ۔۔۔۔۔۔۔۔ چھوڑ دو جوا کھیلنا ۔ شارٹ کٹ کی بجائے سیدھے راستے سے منزل تک پہنچنے کی کوشش کرو'' دلبر نے نہ آسیہ کی پہلے سنی تھی اور نہ اب سننے والا تھا ۔ اچھوں کی صحبت انسان کو اچھا بنا دیتی ہے اور بروں کی صحبت انسان کو برا ۔ جس صحبت میں دلبر جا بیٹھتا تھا وہاں سے آج تک کوئی خیر لے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

کر نہیں آیا۔

لکڑی کے بڑے سے میز پر ایک پلاسٹک کی شیٹ بچھی تھی جس پر مختلف قسم کے جانوروں کی تصاویر بنی تھیں۔درمیان میں ایک چرخی لگی تھی۔چرخی کے گھومنے سے قسمت گھومنے لگتی۔چرخی نے کئی جواریوں کو لاکھ پتی تو کسی کو کنگلا کر دیا تھا۔دلبر چرخی کے پاس کھڑا ہاتھ سے اسے گھما رہا تھا،یہ چرخی کبھی بھی دلبر کے پسندیدہ جانور پر آ کر نہ رکی تھی۔ایک نجومی سے دلبر نے اپنی قسمت کی شکایت کی تو اس نے دلبر کو بتایا تھا کہ اس کی قسمت چمکانے والا جانور شیر ہے جس دن چرخی شیر پر آ کر رکے گی اس کی قسمت بدل جائے گی۔دلبر نے ہمیشہ شیر پر ہی پیسے لگائے تھے مگر چرخی ہر بار بندر پر آ کر رک جاتی۔اب بھی جب دلبر خالی چرخی کو یہ سوچ کر گھما رہا تھا کہ دیکھے کیا اب بھی چرخی شیر پر آ کر ٹھہرتی ہے یا نہیں۔اس نے چرخی کو گھمایا تو وہ شیر پر ہی آ کر ٹھہری۔دلبر کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔اس کو لگا جیسے نجومی کی بات سچ ہونے والی تھی۔وہ دل میں سوچنے لگا قسمت کی دیوی اس پر مہربان ہونے والی ہے۔

”آج بہت بڑی بازی لگنے والی ہے دلبر۔۔۔۔۔۔۔ میں نے سنا ہے ایک بڑی پارٹی آ رہی ہے یہاں۔لاکھوں کی نہیں کروڑوں کی بازی ہو گی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔“وہی دوست نما جواری جو دلبر کو اس اڈے پر لایا تھا اس نے دلبر کی خوشی بھانپتے ہوئے کہا۔کروڑوں کی بات سن کر دلبر کے چہرے پر پھیلی خوشی ماند پڑنے لگی۔”میرے پاس تو اب پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔۔۔۔تم تو جانتے ہو میرے پاس جو جمع پونجی تھی وہ سب اس چرخی پر ہار گیا ہوں،چرخی مجھ پر مہربان نہ ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب جبکہ قسمت نے پلٹا کھایا ہے تو جیب میں ٹکہ نہیں“ دلبر کا چہرہ اتر گیا۔تھوڑی دیر پہلے مسکراتا چہرہ افسردہ نظر آنے لگا۔دلبر کی مایوسی دیکھ کر جواری جانے ہی والا تھا کہ واپس پلٹا اور بولا” دلبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

تو لاکھوں کا مالک ہے اور کہہ رہا ہے تیرے پاس ایک دھیلہ نہیں'' لاکھوں کی بات سن کر ایک بار پھر دلبر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ تجسس سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد وہ بولا

''جب میں اس دھندے میں آیا تو میں بھی تیری طرح ایک بار کنگلہ ہو گیا تھا۔ میں بھی تیری طرح اسی چرخی کے پاس ایک دن مایوسی کے عالم میں کھڑا تھا کہ ایک آدمی میرے پاس آیا اور آ کر مجھ سے کہنے لگا بازی لگائے گا، میں نے کہا میرے پاس کچھ نہیں۔ وہ بولا، ہماری مثال کمھار کی ہے، اسے لعل مل جائے تو وہ گدھے کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمھارے گھر میں ہیرا رکھا ہے اور تم اس سے نا آشنا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گھر والی کو داؤ پر لگا دو۔ میں نے ہچکچاتے ہوئے اس کی بات مان کی۔ میری قسمت تو خراب تھی۔ گھر والی کی قسمت جاگی اور میں لاکھوں سمیٹ کر گیا گھر والی کے نام سے اور میری گھر والی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی۔ میری مان گھر میں پڑے اس ہیرے کو داؤ پر لگا دے، ہو سکتا ہے اس کے صدقے تیری قسمت بدل جائے۔''

بازی کھیلے جانے میں تھوڑا ہی وقت رہ گیا تھا۔ دلبر ایک بنچ پر بیٹھا سگریٹ سلگائے فضا میں دھواں چھوڑ رہا تھا۔ دھواں حلقہ بناتا ہوا ہوا میں تحلیل ہو جاتا ''اگر قسمت کی دیوی مہربان نہ ہوئی تو کیا ہو گا؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر چرخی شیر کی بجائے بندر، بلی، یا اژدھا پر آ کر رک گئی تو۔۔۔۔۔

اگر میں آسیہ کو ہار گیا تو کیا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔؟''اس طرح کے کئی سوال تھے جو اس وقت دھواں کے ساتھ ساتھ اس کے دماغ سے باہر ہوا میں ملتے جا رہے تھے۔ وقت تیزی سے بیت رہا تھا اور دلبر ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا۔ اڈے کی لائٹس روشن کر دی گئیں۔ جواری اڈے میں آنے لگے۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جن کو دلبر نے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے دماغ میں جواری کی باتیں گونجنے لگیں۔ اس

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

نے اندازہ لگانا شروع کیا کہ شاید یہ وہی نئے جواری ہیں جن کے بارے میں اس کے دوست جواری نے کہا تھا۔

سب جواری اس لکڑی کے میز کے گرد جمع ہو گئے، سب جواریوں نے اپنے اپنے مطلوبہ جانور پر اپنی اپنی استطاعت کے مطابق پیسے لگا دیئے۔ دلبر ایک طرف کھڑا گھومتی چرخی کو دیکھ رہا تھا ،چرخی گھومتے گھومتے شیر کی تصویر پر آکر رک گئی۔ دلبر کا دل دھک سے رہ گیا۔اڈے کے مالک نے شیر پر رکھے پیسوں کا دوگنا اس جواری کو دے دیا جس نے شیر کی تصویر پر پیسے لگائے تھے۔ دلبر کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے افسوس ہونے لگا کہ اس نے اس بار کیوں بازی میں حصہ نہ لیا تھا۔اس کو نجومی کی بات یاد آنے لگی۔وہ دل میں سوچنے لگا آج شیر کی باری ہے،شیر ہی جیتے گا۔وہ لوگوں کے درمیان سے نکلا اور اس دوست جواری کے پاس آ گیا جس نے تھوڑی دیر پہلے بیوی جیسے ہیرے کو جوا کی بازی میں لگانے کا مشورہ دیا تھا۔"مجھے آپ کی شرط منظور ہے-------------میں آج آخری بازی کھیلنا چاہتا ہوں،قسمت کی دیوی آج مجھ پر مہربان ہے" جواری نے نوٹوں کی ایک گٹھڑی دلبر کو تھما دی اور ساتھ ہی ایک کاغذ بھی"یہ کیا ہے--------؟"دلبر نے سوال کیا"مجھے پتا تھا تم میرے پاس ضرور آؤ گے اس لیئے میں نے یہ پہلے سے تیار کر کے رکھ لیا تھا،یہ حلف نامہ ہے جس میں لکھا ہے کہ تم نے اپنی منقوحہ میرے ہاتھ فروخت کر دی ہے--------اگر تم بازی جیت گئے تو پیسے لوٹاؤ گے ورنہ دوسری صورت میں اپنی منقوحہ،جس پر تمھیں کوئی عذر یا بہانہ نہ ہو گا"

چرخی پھر گھومنے کو تیار تھی دلبر مجمع میں آیا اور آتے ہی شیر کی تصویر پر ہزار ہزار کے کئی نوٹ رکھ دیئے۔ چرخی گھومی اور چرخی کے ساتھ دلبر کی نظریں بھی،دل تو جیسے سینے میں تھا ہی نہیں۔سکوت کا عالم تھا سب

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چرخی کے رکنے کا انتظار کر رہے تھے۔ چرخی کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہونے لگی۔ چرخی گھومتے گھومتے بالآخر شیر کی تصویر پر آ کر رک گئی۔ دلبر خوشی سے جھوم اٹھا۔ اتنے سارے پیسے دیکھ کر اسے نجومی کی کہی ہوئی بات سچ لگنے لگی۔ یوں دلبر نے اوپر نیچے تین بازیاں جیتیں۔ وہ چاہتا تو جواری سے اپنی منقوحہ کے عوض لیئے گئے پیسے واپس کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے دل میں بار بار آسیہ کا خیال آنے لگا۔ اسے آسیہ کے ساتھ کیئے اپنے وہ وعدے یاد آنے لگے جو اس نے زیورات ہارنے کے بعد کیئے تھے۔ اسے نجومی کی وہ بات بھی یاد آنے لگی کہ ایک دن تیری قسمت کا ستارا ضرور چمکے گا۔ قسمت کی دیوی تجھ پر مہربان ہو گی۔ شاید وہ دن آج ہی کا دن ہے، دلبر نے سرگوشی کی۔

چرخی پھر گھومنے لگی۔ دلبر نے ڈھیر سارے پیسے شیر پر لگا دیئے۔ چرخی نے اپنا مدار بدلا، قسمت نے آنکھیں چرا لیں اور دیوی روٹھ کر چلی گئی، ستارے گردش میں آئے اور دلبر کی آنکھوں پر لالچ کی پٹی بندھ گئی۔ زیادہ کے چکروں میں تھوڑوں سے بھی ہاتھ دھو دیئے۔ جس شدومد سے وہ بازیاں جیتا تھا اسی تیزی سے ہارنے لگا، یوں آسیہ اس کی مٹھی سے ریت بن کر سرک گئی۔

گلی لوگوں سے بھری تھی، ایک تماشہ لگا تھا، جواری آسیہ کو گھسیٹ کر لے جانے کی کوشش کر رہے تھے اور وہ سوئے مقتل جانے والے کی طرح بار بار پیچھے مڑ کر دلبر کی طرف دیکھ رہی تھی، جو چوکھٹ پر بت بنے کھڑا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ،سرگودہا

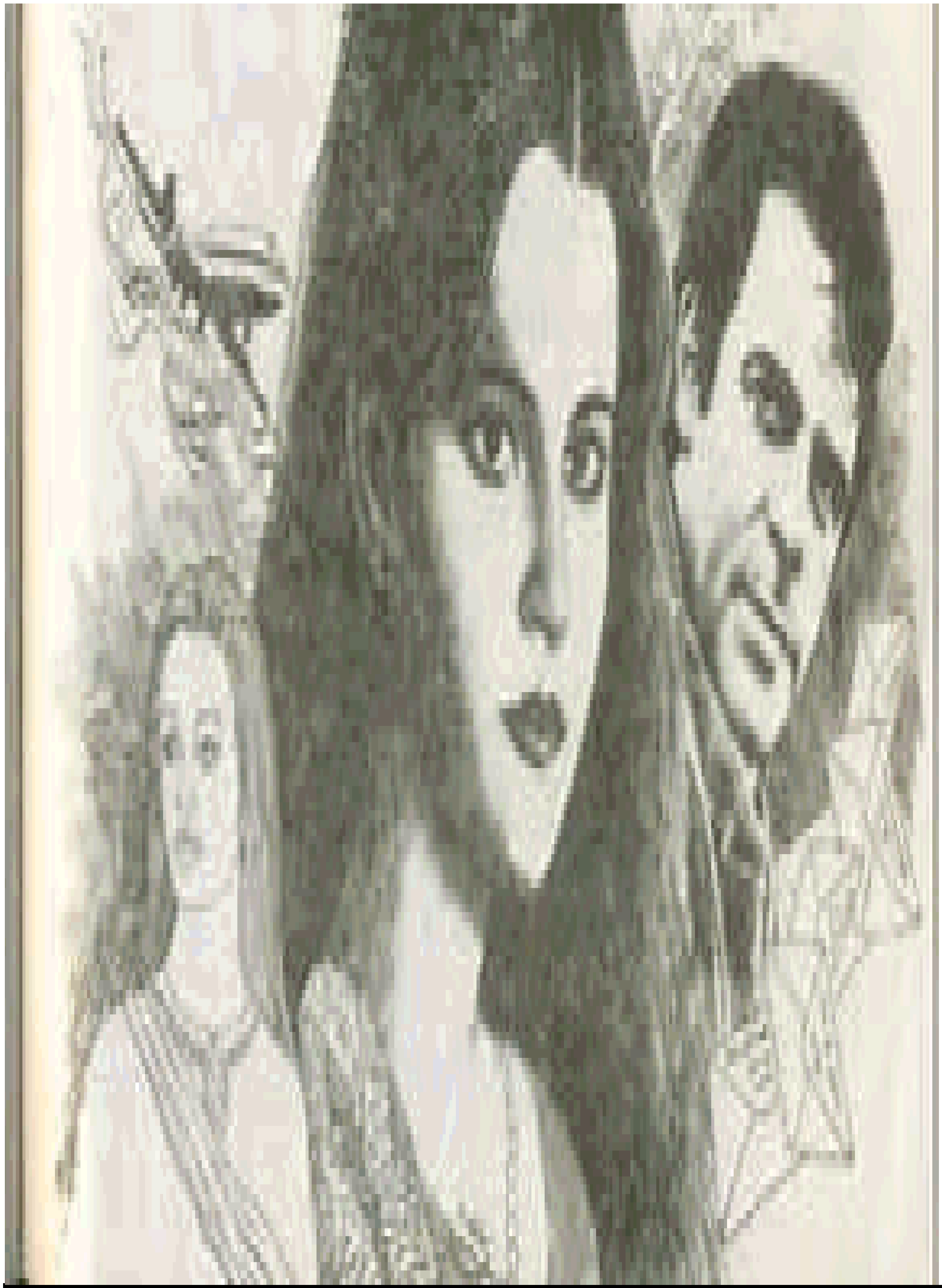

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر)

محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سہ ماہی آن لائن انٹرنیشنل شاہین ڈائجسٹ، سرگودہا

رشتے کچھ گمنام سے

معصومہ ارشاد سولنگی

اس نے کب یہ سوچا تھا کہ زندگی میں کبھی ایسا موڑ بھی آئے گا کہ کسی سے کیے گئے وعدے کی خاطر وہ خود اپنوں سے واسطہ اپنے ہر رشتے کی پہچان چھپانے پر مجبور ہو جائے گی اور پھر محض ایک غلط فہمی کی وجہ سے وہ دل سے جڑے اس رشتے سے بھی محروم ہو جائے گی جو اس کے دل نے انجانے میں کسی کے ساتھ جوڑ لیا تھا اور قسمت نے جس کو اس کا بنا بھی دیا تھا مگر اس کا ماضی ایک بار پھر اسے ان رشتوں کی محرومی سے نوازنے چلا تھا۔

اس نے جن رشتوں کو محض ایک رشتہ جان کر ہی نہیں نبھایا تھا بلکہ وہ تو ہر رشتے کو ایک پیارا سا جذبہ اور ایک مکمل احساس بنا کر دل کی دھڑکنوں میں سما لیتی تھی۔ پھر محظ ایک غلط فہمی کی بنیاد پر وہ اسے اس طرح چھوڑ کر جائے گا یہ بات اسے خاصی مضطرب کر رہی تھی۔

''ایسا بھی کیا ہو گیا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ کر امریکا چلا گیا؟

ابھی دو دن ہی تو رہ گئے تھے ہماری شادی میں؟؟؟؟؟؟؟''

سوال ہتھوڑے بن کر اس کے سر پر برس رہے تھے۔ اک طوفان تھا جو اس کے اندر ہلچل مچا رہا تھا مگر وہ بالکل بت بنی اپنے ممی اور پاپا کو دیکھ رہی تھی۔ جو اپنے کیے گئے فیصلے پر پچھاوے کے شدید احساس میں بے آواز روئے جا رہے تھے۔ اس کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ پچھتاوے کے احساس میں بکھرتے اپنے ممی پاپا کو سمیٹے یا اپنے دل و دماغ سے الجھ پڑے جو اس وقت ایک الگ ہی تضاد کا شکار بنا ہوا تھا۔

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے انتہائی کرب سے سوچا اور پھر سوچ کو تو جیسے ماضی کے کچھ اوراق پلٹنے کا موقع مل ہی گیا۔

''ایک بار بات تو کی ہوتی تم نے مجھ سے،موقع تو دیا ہوتا تم نے کہ میں تمہاری غلط فہمی دور کر پاتی شانی۔''

☆......☆......☆

وہ اسٹڈی ٹیبل پر پڑے کاغذوں کو عجلت میں ایک فائل میں ترتیب سے رکھتے ہوئے خود سے بڑبڑاتی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی تو سامنے وال کلاک پر نظر پڑتے ہی پھر سے خودکلامی کرنے لگی۔

''ہائے اللہ! آج تو بہت دیر ہوگئی ہے۔لگتا ہے سر وسیم کا لیکچر تو مس کر بیٹھوں گی۔''

اس کے ساتھ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا۔اس کو کہیں بھی جلدی پہنچنا ہوتا تو اسے ہمیشہ ہی دیر ہو جاتی تھی۔آج بھی اسے کالج جلدی پہنچنا تھا مگر ہمیشہ کی طرح آج بھی خلاف معمول اس کی آنکھ دیر سے کھلی تھی۔

''جلدی کرو نو بجنے میں دس منٹ باقی ہیں۔جلدی جلدی منزہ احسان علی۔''

اس نے لپ اسٹک کا شیڈ گہرا کرنے کی غرض سے آئینے میں دیکھا تو اس کی نظر پیچھے کھڑی مسکراتی ہوئی ماں پر پڑی۔

''ارے ممی آپ وہاں کھڑی کیا کر رہی ہیں۔کوئی کام تھا تو مجھے آواز دے دی ہوتی میں آجاتی۔''

ماں نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا اور تاسف سے مسکرانے لگی۔

''کچھ نہیں بیٹی ایسے ہی دیکھ رہی تھی کہ بیٹیاں کتنی جلدی بڑی ہو جاتی ہیں۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لیکن میں تو آج بھی اپنے آپ کو وہی چھوٹی سی بچی سمجھتی ہوں جسے سکون کی نیند سونے کے لیے آپ کی الفت بھری آغوش کی ضرورت ہوتی ہے۔"

وہ ماں کے قدموں میں بیٹھ گئی اور سر اس کی گود میں رکھ دیا۔

ماں نے بڑے پیار سے تھوڑی دیر پہلے سلجھائے ہوئے اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پوچھا:

"منزہ ایک بات پوچھوں......؟"

"بھلا اجازت کی کیا ضرورت ہے می۔" اس نے حیرت سے کہا۔

"بیٹی تم اس رشتے سے خوش تو ہو ناں......؟" اس کی ماں نے اب کی بار ذرا دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"می کیا آپ کو میرے کسی عمل سے ایسا لگتا ہے کہ میں آپ کے اس فیصلے سے خوش نہیں ہوں۔' اس نے ماں کی گود سے سر اٹھا کر بجائے کو جواب دینے کے الٹا سوال کیا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

"بولیے ناں می! آپ کو یہ سوال پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟"

"اس لیے کہ ہم نے تم سے پوچھے بغیر ہی اس رشتے کے لیے ہاں کر دی تھی تو ہو سکتا ہے کہ تم نے ہمارا مان رکھنے کے لیے ہی......" اس نے ماں نے اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"شانی ایک بہت اچھا لڑکا ہے۔ میری اس سے بہت اچھی دوستی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ می اس کی اپنی ایک الگ پہچان ہے۔ وہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل بن سکتا ہے۔ میرے لیے بھلا اس سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو گی کہ وہ میرا ہمسفر بننے جا رہا ہے۔ میں آپ کے اس فیصلے سے بہت خوش ہوں۔"

اس نے اپنی بانہوں کا ہار ماں کے گلے میں ڈالا تو آنسوؤں سے نم آنکھوں میں طمانیت جھلکنے

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

لگی۔خوشیوں کے مواقع پر ان کی آنکھیں یوں ہی نم آلود ہو جایا کرتی تھیں۔

''اوہ مائی سویٹ ممی۔''اس نے اپنی ماں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کیو کیا معلوم ممی یہ ماں ہی تو میری زندگی ہے۔میں نہیں چاہتی کہ میری کوئی بھی خوشی آپ کی اور پاپا کی دل آزادی کا سبب بنے۔کیونکہ ممی یہ جیون آپ دونوں نے ہی تو دیا ہے مجھے۔آپ کا قرض ہے مجھ پر۔''

ان الفاظ میں آنسوؤں کی نمی سی گھل گئی جو اس کی روح تک کو بھگو گئے۔

☆......☆......☆

منزہ جب سے کالج پہنچی تھی۔اسے ایک کے بعد ہر دوسری سہیلی یہ میسج دے رہی تھی کہ:

''رمشا سے ملی وہ کل سے تمہیں پورے کالج میں ڈھونڈھ رہی ہے منزہ۔''

اب اسے بھی فکر لاحق ہونے لگی تھی۔اپنی کلاس ختم ہونے کے بعد وہ رمشا کے ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھی:

''ایسی بھی کیا بات ہوگئی ہے رمشا تم مجھے کیوں ڈھونڈھ رہی ہو؟''

وہ لائبریری میں بیٹھی بظاہر کوئی کتاب پڑھ رہی تھی مگر وہ کتاب پر نظریں جمائے کسی اور ہی سوچ میں گم تھی۔''سلام رمشا۔''

بے چینی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

''منزہ تم کہاں رہ گئی تھی۔تمہیں پتہ ہے میں کب سے تمہیں ڈھونڈھ رہی ہوں۔''

''ہاں میں تمہارے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بھی گئی تھی۔وہاں تمہیں ڈھونڈنے میں دیر ہوگئی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

۔پھر نازو نے بتایا کہ تم ادھر آ گئی ہو۔ویسے خیر تو ہے۔''اس کی آواز اور حالت سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ بہت پریشان ہے۔

''کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے منزہ......کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔می اور بھیا کی روز روز کی کھٹ پٹ نے گھر کا سارا سکون تباہ کرر کھا ہے۔جب سے بابا کا انتقال ہوا ہے پتہ نہیں کیوں بھائی اور می کی بالکل نہیں بنتی۔''اس کی آواز میں پریشانی واضح تھی۔

''مجھے سمجھ نہیں آتی منزہ کہ بھائی می سے اتنے خفا خفا سے کیوں رہتے ہیں۔کہیں وہ لڑکی ہی تو سبب نہیں اس سب کا......''اس نے پوچھا۔

''بے وقوف ہے وہ ریت کو مٹھی میں بند کرنا چاہتا ہے۔ریت بھی وہ جو اس کے ہاتھوں سے پھسل چکی ہے۔بہر حال تم پریشان مت ہو میں بات کروں گی شیری سے بس تم اس بات کو اپنے دماغ کو نکالو اور صرف اپنے سمسٹر کی تیاری کرو۔''

وہ اسے تسلیاں دینے لگی۔لیکن اس نے اپنی باتوں سے بہلا تو لیا مگر اس کے ذہن سے اب تک اس سوال کو مٹا نہیں پائی تھی۔

☆......☆......☆

وہ اپنی ماں کے ساتھ کچھ عرصہ پہلے ہی لندن سے پاکستان آئے تھے۔جب ان کے والد کو دل کا دورہ پڑا اور وہ جانبر نہ ہو سکے تو شہر یار نے اچانک ہی پاکستان واپسی کی اطلاع دی کیونکہ ان کے والد نے آخری سانسیں لیتے ہوئے کچھ ایسی باتیں ایس بتائیں کہ وہ حیران رہ گیا۔

پھر بیٹے کو ایک وصیت کرنے کے بعد وہ اس فانی دنیا سے چل بسے اور شہر یار نے باپ کے ساتھ کی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

گئی آخری گفتگو کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا مگر اس کی ماں واپس پاکستان جانے کے حق میں نہیں تھی۔اس نے اپنی ماں سے کہہ دیا کہ وہ اپنے بابا کی آخری خواہش کو پورا کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔اس لیے ماں کو ناچار بیٹے کی بات ماننی پڑی کیونکہ اب وہ ہی اس کا واحد سہارہ تھا۔اور اب وہ اس حالت میں ہرگز نہیں تھی کہ اپنے شوہر کی طرح بیٹے کی ناراضگی برداشت کر پائے۔

اب تو وہ بھی اپنے کیے پر اندر سے بہت پشیمان تھی مگر انا تھی کہ اس کا جھکنے ہی نہیں دے رہی تھی۔

پاکستان آنے کے بعد منزہ سے رمشا کی ملاقات شہریار کے توسط سے ہوئی تھی۔اپنے بھائی کے ساتھ اس کی بے تکلفی دیکھ کر وہ بھی اس کے قریب آتی گئی اور پھر دونوں بہت اچھی سہیلیاں بن گئیں۔شروع شروع میں اسے بہت عجیب سا لگتا تھا۔جب شہریار گھر مین ماں سے الجھ کر اسے ڈراپ کرنے کالج جاتا تو اس کا موڈ آف دیکھ کر منزہ فوراً پہچان جاتی کہ وہ آج بھی اپنی ماں سے الجھ کر آیا ہے۔

”آج پھر سے موڈ آف ہے مطلب اج پھر سے وہ ہی بحث چھڑی ہے ناں......؟“

اس کا بگڑا ہوا موڈ اور ضد منزہ کو تڑپا جاتی ”ہاں اور یہ بحث تب تک چلتی رہے گی جب تک ان کو اپنے کیے پر پچھتاوا نہیں ہوگا۔“

وہ اس کو اس ضد سے ہٹانا چاہتی تھی۔”سگی ماں ہے وہ تمہاری تم اپنی ماں کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو؟اوہ شیری فار گاڈ سیک۔“

”منزہ ماں سگی یا سوتیلی نہیں ہوتی۔ماں ماں ہوتی ہے اور کوئی بھی ماں کسی معصوم کا دل نہیں دکھایا کرتی۔اس سے اس کی اصل پہچان نہیں چھینا کرتی۔“وہ ایک دم جذباتی ہو جاتا جو منزہ کو اکثر ڈرا دیا کرتا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''گڑے مردے اکھاڑنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا شیری۔ اپنالو وہ زندگی جو بانہیں پھیلائے تمہارا انتظار کررہی ہے۔''اس نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''اپنالوں گا وہ زندگی بھی مگر اس دن جب تجھ پر میں وہ حق پالوں گا۔ جسے میری ماں کی زیادتیوں نے پایا اور مجھ سے چھین رکھا ہے۔''

اسے یہ مشورہ دیا کرتی اور وہ ہمیشہ یہ آخری بات کہہ کر ہی اسے خاموش کرا دیا کرتا تھا۔منزہ اور اپنے بھائی شہریار کی باتوں میں اپنی ماں کا تذکرہ اس انداز میں سن کر شروع میں اسے بہت غصہ آتا اور کبھی کبھار تو اپنے بھائی سے لڑ بھی پڑتی تھی مگر جب شہریار نے اسے بتایا کہ وہ اس کے بچپن کی دوست ہے اور وہ ان کے فیملی کی قریبی ہیں۔وہ تو آہستہ آہستہ اس کے قریب ہوتی گئی۔اسے اور بھی عجیب لگا تھا۔جب ایک بار اس کی باتوں باتوں میں اس کی ماں نے بھی پہلی بار اس سے منزہ کے بارے میں پوچھا تھا۔تب اسے یقین ہوگیا تھا کہ اس کا بھائی سچ کہہ رہا ہے مگر منزہ کا اس گھر سے کیا رشتہ ہے۔یہ بات نہ تو شہریار نے اسے بتائی تھی نہ ہی اس کی ماں یہ ہمت رکھتی تھی۔

☆......☆......☆

ذیشان نے تھوڑا سا دروازہ کھول کر اندر کی طرف جھانکا۔''ہیلو میں منزہ کیا میں اندر آسکتی ہوں؟''

اس نے فرش پر بکھری کتابوں سے جلدی سے سمیٹا۔''تم نے کب سے یہ تکلفات سکھ لیے آجاؤ اندر ارے شانی۔''

وہ اس کے قریب سے ایک کتاب اٹھا کر ایسے ہی دیکھنے لگا۔''ارے جناب جب سے آپ کے ساتھ زندگی بھر کے ناتے جڑے ہیں تب سے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

منزہ نے اس کی ٹانگ کھینچی تو وہ اسے سوائے گھورنے کے کچھ اور ہی بول ہی نہیں پایا تھا۔''تم تو مہذبانہ گفتگو بھی کرنے لگے! ارے واہ۔''

منزہ کو اس کی معصوم سی صورت پر ترس آ گیا۔تب اس نے اپنی ہنسی دبائے مگر مسکرا کر کہا تو ذیشان بھی مسکرانے لگا۔''اچھا بابا اچھا نہیں کرتی مذاق بس۔''

کتابوں کو سمیٹتے اچانک اس کی نظر ذیشان پر پڑی جو خاموشی سے ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھے جا رہا تھا اور اس کا اس طرح دیکھنا منزہ کو الجھا گیا۔''ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟''

اس نے منزہ کے اس سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔''ایک بات پوچھوں منزہ؟''

اس نے ہمیشہ کی طرح اپنے مخصوص انداز میں اس کو چھیڑنے کے لیے کہا تھا مگر آج شاید وہ مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں تھا۔

''ایک کیوں دس پوچھو۔''اس نے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

''دس پھر بھی سہی فی الحال ایک ہی پوچھنی ہے۔''اس کی گھمبیرتا نے منزہ کو سنجیدہ کر دیا۔

''پوچھو۔''

اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا منزہ نے اس کی بات بیچ میں کاٹ دی۔

''مجھ سے شادی کے معاملے میں تمہاری اپنی بھی مرضی ہے یا پھر......؟''

اس نے گویا اس بات کی تصدیق چاہی۔

''تو اس کا مطلب تم بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہو جتنی کہ میں کرتا ہوں۔''

''اس محبت کو یقین دلانے کی ضرورت نہیں پڑتی شانی۔اسے محسوس کیا جاتا ہے۔خیر چھوڑو ان

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

باتوں کو یہ بتاؤ آج ادھر کا راستہ کیسے بھولے؟''

وہ اپنے معمول کے موڈ مین آ گیا تھا۔

'' آیا تو ایسے ہی تھا مگر تم نے آئس کریم کا ذکر چھیڑ کر آئس کریم کھانے کا موڈ بنا دیا۔''

یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی جانب چلی گئی اور ذیشان ایک کتاب اٹھا کر پڑھنے لگا۔

'' یہ بات ہے تو میں ابھی پانچ منٹ میں تیار ہو کر آتی ہوں۔''

'' اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو منزہ کہ میں ہی تمہاری پسند ہوں۔تو یہ شیری کون ہے؟ کیوں وہ تمہارے اتنے قریب ہے؟ کیوں وہ تمہیں سب سے زیادہ عزیز ہے؟''

وہ پچھلے کچھ سالوں سے جانتا تھا۔منزہ کو ان کی ملاقات ایک فیملی گیٹ ٹو گیدر میں ہوئی تھی۔ جب وہ اپنی اسٹڈی کمپلیٹ کر کے امریکا سے پاکستان آیا تو ایک منزہ ہی تھی۔جس سے اس کی اچھی انڈرسٹینڈنگ ہو گئی تھی۔ جو آگے چل کر بہت اچھی دوستی میں تبدیل ہو گئی تھی مگر ذیشان نے محسوس کیا کہ اس کے دل میں منزہ کے لیے صرف دوستی کے ہی احساسات نہیں کچھ اور بھی ہے تو اس نے اپنے والدین کو منزہ کا ہاتھ مانگنے کے لیے بھیجا چونکہ ان کے والدین کے آپس میں گہرے مراسم تھے تو ان دونوں کی منگنی کر دی گئی۔ دونوں بہت خوش تھے مگر اچانک کچھ دن پہلے جب اس کے ایک دوست نے منزہ اور شہریار کے بیچ بے تکلفی کے تعلق کا بتایا تو وہ کچھ الجھ سا گیا اور آج وہ اپنے ذہن سے اس الجھن کو مٹانا چاہتا تھا مگر آج بھی منزہ کی باتوں نے اسے اور الجھا دیا تھا۔

منزہ نے گویا کمرے کے ساتھ ساتھ اس کے الجھے ذہن پر بھی دستک دی تھی۔'' میں تیار ہوں چلیں۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ ’’ہاں چلو۔‘‘

☆......☆......☆

’’شہریار بیٹے دیکھو تمہاری بڑی خالہ کی بیٹی ہے صوبیہ، میں چاہتی ہوں کہ یہ اس گھر کی بہو بنے۔‘‘

شہریار جو اس وقت کمپیوٹر پر کوئی کام کر رہا تھا۔ اس نے ماں کے ہاتھ سے تصویر تقریباً چھینتے ہوئے لی اور بغیر دیکھے ہی پھاڑ دی۔

’’آپ جو چاہتی ہیں اب وہ کبھی نہیں ہوگا کیونکہ آپ کے اسی چاہنے نے پہلے بھی اس گھر سے دو زندگیاں چھین لی ہیں ایک وہ ہے جو اس گھر کا فرد ہوتے ہوئے بھی اس گھر کی نہیں کہلائی جاتی تھا۔ ساری عمر گھٹ گھٹ کر اپنے ہی گھر میں پرایا بن کر جیتا رہا اور صرف آپ کی زیادتیوں کی وجہ سے مجھے یہ حق بھی نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ اپنے رشتے کو سب کے سامنے بتا سکوں۔‘‘ غم و غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

’’میں مانتی ہوں بیٹا کہ تم منزہ سے بہت محبت کرتے ہو اور میں بھی چاہتی ہوں کہ وہ بھلے اپنے اس گھر میں واپس آئے مگر بیٹا اب وہ خود ہی اس گھر میں واپس نہیں آنا چاہتی تو......‘‘ بے بسی سے کہی گئی اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی شہریار پھر سے بھڑک اٹھا۔

’’یہی، ہاں یہی بات مجھ سے برداشت نہیں ہوتی کہ محض آپ کی جھوٹی انا اور ضد کی وجہ سے منزہ مجھ سے اپنے ساتھ جڑے رشتے کا حق مجھے نہیں دے پا رہی۔‘‘ وہ بولا۔

’’بیٹا میں ماں ہوں تمہاری۔ میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ جب ماں کہنے کی بجائے تم آپ کہہ کر بات کرتے ہو تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔‘‘ ماں نے بیٹے کو ممتا کی دہائی دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

’’اس کرب سے کوئی اور بھی سالوں جو جتا رہا کیا اس وقت آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہوا؟‘‘ باپ کے آخری لمحات میں اس کے بوڑھے چہرے پر دیکھا گیا کرب شہریار کو اس وقت بھی تڑپا گیا اور اسی تڑپ میں پھٹ پڑا۔

اس نے اپنے اندر سمائے ان سارے رازوں سے پردہ اٹھا دیا جو مرتے وقت وصیت کے ساتھ اس کے باپ نے اس کے سپرد کیے تھے۔

’’تو جان لیجیے آپ میں اس وقت تک آپ کو بھی یہ حق نہیں دے سکتا۔ جب تک منزہ کو اس گھر میں حقوق نہیں مل سکتے۔‘‘ اس نے مصمم انداز میں کہا۔

’’منزہ‘‘

رمشہ کی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔ وہ جانے کب سے کھڑی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ اور منزہ کے نام پر گویا اس کے ذہن میں ایک دھما کا سا ہوا تھا۔

’’بیٹی تم......تم کب آئی ہوں؟‘‘ اس کی ماں بالکل ہی بوکھلا کر بولی۔

’’تو اس کا مطلب ہے بھائی منزہ ہی وہ لڑکی ہے۔ جس کو ممی نے......اس سے آگے وہ کچھ بول ہی نہیں پائی۔‘‘ وہ ماں کے سوال کو یکسر نظرانداز کرتی ہوئی بھائی سے مخاطب ہوئی تو اس نے بے بسی اور نم آنکھوں سے بس اقرار میں سر ہلا دیا۔

’’بھائی منزہ کو واپس لے آؤ اس گھر میں پلیز۔‘‘ اس نے بھائی کا ہاتھ تھام کر آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔ بھائی کا ماں سے خفا رہنا اور منزہ کا اس کو سمجھانا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کچھ ہی دنوں میں اس کی شادی ہونے والی ہے۔اور میں کتنا بدنصیب ہوں کہ اپنے باپ کی آخری خواہش بھی پوری نہیں کر سکا۔ کیسے لے آؤں رمشہ؟'' بے بسی سے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

☆......☆......☆

''اچھا تو تمہیں بھی پتہ چل ہی گیا ہے۔''منزہ نے چائے کا ایک سپ لینے کے بعد پرسوچ انداز میں کہا۔

''ہاں منزہ میں نے کل اتفاق سے ممی اور بھائی کی باتیں سن لی تھیں ورنہ تو مجھے کبھی بتایا نہیں جاتا کہ پاپا کے ہارٹ اٹیک کا سبب کیا تھا۔منزہ پلیز ممی کو معاف کر دو۔'' رمشہ نے منزہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔

''رمشہ میں انہیں کب کا معاف کر چکی ہوں۔میرے دل میں ان کے لیے کوئی کدورت نہیں ہے۔''اس نے جواب دیا۔

''تو واپس کیوں نہیں آجاتی اپنے گھر میں؟''پوچھا گیا۔

''یہ میں نہیں کر سکتی رمشی۔میرے ایسا کرنے سے وہ دو انسان بالکل ہی ٹوٹ جائیں گے جن کو میں ممی پاپا کہتی ہوں۔ان کا رشتوں پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔''منزہ کی آنکھوں سے بہتے آنسو اس کے گالوں کو سیراب کر گئے مگر اک زخمی مسکان نے اپنا ناتا اس کے ہونٹوں سے پھر بھی بنائے رکھا۔جس کو دیکھ کر رمشہ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

☆......☆......☆

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''منزہ جلدی کرو دیر ہو جائے گی۔'' ڈرائنگ روم میں بیٹھے ذیشان نے کلائی پر بندھی گھڑی کو ایک نظر دیکھتے ہوئے اس کو آواز دی۔

''ابھی آئی بس پانچ منٹ۔'' جواب دیا گیا۔

جواباً وہ رسالے کے اوراق پلٹنے لگا۔

''السلام علیکم۔'' ایک مردانہ آواز پر اس نے رسالے سے نظریں ہٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

''مجھے شہریار کہتے ہیں۔'' اس نے اپنا ہاتھ ملانے کے لیے بڑھایا۔

'' کہتے ہوں گے میں نے کب انکار کیا ہے؟'' ذیشان نے ہاتھ ملاتے ہوئے ناگواری سے کہا اور پھر سے پوچھا۔

''یہاں آنے کا کوئی خاص مقصد؟''

''جی ہاں۔ مجھے منزہ سے ملنا ہے۔'' اس نے جواب دیا تو ذیشان نے حیرت سے اسے گھورا۔

کئی دنوں سے اس کے دل و دماغ میں گردش کرتے سوال کو زبان تک آنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔

''کس رشتے سے؟''

''مسٹر ذیشان کچھ رشتے اور تعلق ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کسی نام کی ضرورت نہیں ہوتی۔'' بظاہر ہلکے پھلکے مگر بہت گہرے انداز میں دیئے گئے اس جواب نے ذیشان کے چہرے کو غصے یا شاید اپنے کیے گئے اس سوال کی شرمندگی نے لال کر دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا منزہ کمرے سے نکل کر سامنے آئی۔

''میں کیسی لگ رہی ہوں؟'' اس نے ذیشان سے اپنے اوپر آدھے گھنٹے سے کی گئی محنت کی داد وصولنی

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''اچھا تو پھر میں کل آجاؤں گا۔''اس نے جانے کے لیے قدم بڑھایا ہی تھا کہ منزہ نے روک لیا۔

''ارے نہیں تم آؤ بیٹھو۔شانی مجھے تھوڑی دیر میں لینے آئے گا۔اس نے فون کیا تھا کہ اچانک ایک میٹنگ میں جانا پڑ گیا ہے۔اس لیے تم آرام سے بیٹھو۔''منزہ نے تفصیل سے بتایا۔

''اچھا پھر ٹھیک ہے۔''اس نے بریف کیس ٹیبل پر رکھا۔

''اس میں کیا ہے؟''منزہ نے پوچھا۔

''اس میں تمہاری امانت ہے۔تم تو واپس آنے سے رہی سوچا یہ موقع اچھا ہے۔اسے تمہارے سپرد کرنے کا،ویسے انکل اور آنٹی تو گھر پر موجود نہیں ہیں ناں؟''اس نے ادھر ادھر نظر گھما کر پوچھا۔

''نہیں بابا آفس گئے ہیں اور ممی اپنی ایک سہیلی کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔''منزہ نے بتایا۔

''اچھا پھر ٹھیک ہے۔یہ لو اس پراپرٹی کے کاغذات جو ابو نے تمہارے نام کی تھی۔اور یہ میری طرف سے تمہاری شادی کا تحفہ کس رشتے کی نوعیت سے دے رہا ہوں۔میرے خیال میں تمہارے سامنے تو اس کی وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں۔ہاں البتہ تم مجھے اس رشتے سے اپنا لو یہ حسرت مرتے دم تک رہے گی۔''

''شیری پلیز ایسا مت کہو تمہیں میری عمر بھی لگ جائے۔تم سب سے وابستہ ساری یادیں آج بھی میرے دل میں موجود ہیں۔یہ ضروری تھوڑی ناں ہے کہ ہر رشتے کو ظاہری کوئی نام ملے کچھ رشتے روح کی گہرائی میں بھی پہنچتے ہیں اور ہمارا رشتہ بھی بالکل ایسا ہی ہے پھر کبھی ایسا مت کہنا ورنہ مجھ سے کوئی برا نہیں ہوگا۔''نم آنکھوں سے منزہ نے اس کو ڈانٹا تو وہ بھی پرنم مسکاتی ہوئی آنکھوں سے اس کو دیکھتا رہا۔اچانک کسی چیز کے گرنے کی آواز نے ان دونوں کو چونکایا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کیا ہوا۔''شہریار نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''شاید باہر کچھ گر گیا ہو تم بیٹھو میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں۔''تھوڑی دیر بعد جب وہ چائے کے ساتھ واپس ہوئی تو شہریار اس کے بچپن کی تصویر کو نم آنکھوں سے بھگو رہا تھا۔

''شیری چائے۔''اس نے شہریار کو آواز دی۔

''منزہ تمہاری شادی میں کتنے دن رہ گئے ہیں۔''چائے کا کپ لیتے ہوئے اس نے پوچھا۔

''تین دن، کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''بس ایسے ہی پوچھ رہا تھا۔تم مجھے وہ حق دو یا نہ دو مگر میرا کچھ فرض تو بنتا ہے ناں۔اب کیا تم مجھے میرے اس فرض سے محروم کر دو گی؟''اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''میری امی نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں کبھی بھی اس بات کو ظاہر نہیں ہونے دوں گی کہ میں احسان علی کی بیٹی نہیں ہوں بلکہ ایک ایڈاپٹڈ ہوں۔''

شہریار نے نظریں جھکائے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا۔''یہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا اگر میں می پاپا کو مجبور نہ کرتیں، تمہاری امی کو طلاق دینے پر۔اس کے بعد امی بہت ٹوٹ گئیں۔میرے وجود کو اپنی کوکھ میں لیے وہ پل پل تڑپتی رہی اور مجھے جنم دینے کے بعد اپنے بے اولاد بھائی کے سپرد کر کے خود کو موت کے گلے لگالیا۔اپنی آخری لمحات میں انہوں نے میرے لیے ایک خط چھوڑا تھا۔جس میں انہوں نے اپنے اک اک لمحے کی اذیت کو کچھ اس طرح بیان کیا تھا کہ میں ان کو کبھی خود سے جدا تصور ہی نہیں کر پائی۔ان کے اذیت بھری زندگی میں اگر کوئی سکون کے لمحات دے پایا تو وہ ان کے بھائی اور بھابھی تھے۔اس لیے انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ زندگی بھر میں ان کے بھائی کو اس بات کا حساس نہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

دلاؤں کہ میں ان کی اپنی اولاد نہیں ہوں۔'' آنسو تو اتر سے بہتے رہے۔

''اس سب میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ سب ممی کی اموشنلی بلیک میلنگ کا نتیجہ تھا۔ جب تک پاپا! پاپا بھی اپنے کیے پر بہت پشیمان تھے منزہ۔ انہوں نے تمھیں واپس پانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر بے سود پھر بھی مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ میں تمھیں اس گھر میں واپس لاؤں جس پر تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ میرا اور رمشہ کا مگر......''

''بس میں نے اپنی زندگی سے سمجھوتہ کرلیا ہے اور ہو سکے تو آپ بھی بیتی باتیں بھول کر ممی کو معاف کردیں اور اک نئی زندگی کا خیر مقدم کریں۔''

''منزہ مجھے فخر ہے کہ میں تم جیسی اعلیٰ ظرف بہن کا بھائی ہوں۔'' فخر سے اس کی چھاتی چوڑی ہوگئی۔

☆......☆......☆

آج اس کی مہندی کا دن تھا مگر گھر میں ماتم کا سا سماں تھا۔ رشتہ ٹوٹنے کی خبر بھی تو کسی ماتم سے کم نہیں ہوتی۔ ماں کی طبیعت کو سنبھالنے کے لیے اس کا سنبھلنا ضروری تھا۔ سو اس نے ایسے بی ہیو کیا، گویا وہ اس بات سے زیادہ دکھی نہیں ہے۔

''ممی پاپا جلدی سے آجائیں۔ میں نے آج اسپیشل بریانی پکائی ہے۔'' منزہ نے ڈرائنگ ٹیبل پر پلیٹیں سجاتے ہوئے اپنی ممی پاپا کو آواز دی۔

''منزہ بیٹی تم نے یہ سب کیوں بنایا تو جانتی ہے نہ آج تو حلق سے ایک نوالہ بھی نہیں اترے گا۔'' ماں کی آنکھوں سے گرتے آنسو دیکھ کر اس کی پلکیں بھی نم ہوگئیں۔

''ممی اس لیے تو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے کہ اس کو آپ چھوڑ نہیں سکتیں۔ یہ لازمی کھانا پڑے گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے کمال مہارت سے اپنے آنسو پی لیے اور ماں کو کرسی پر بٹھایا۔

''اور یہ پاپا کہاں رہ گئے ضرور پھر سے کمرے میں گئے ہوں گے؟''

''آپ بیٹھو میں ابھی ان کو بلا کے لاتی ہوں۔'' وہ اپنے آنسوؤں کی نمی کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی ہوئی اپنے بابا کے کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔

''جی نہیں وہ یہاں نہیں آیا تو اگر اب آئے گا بھی تو وہ زندہ نہیں جائے گا۔اس نے میری بیٹی کا دل توڑا ہے۔ایسے تو نہیں جانے دوں گا اس کو۔'' یہ الفاظ سنتے ہی اس کے پاؤں گویا زمین میں گڑ گئے۔

اس پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا۔وہ آگے جا ہی پائی اتنے میں اس کا باپ کمرے سے باہر نکلا تو بیٹی کی حالت دیکھ کر خاصا پریشان ہو گیا۔

''منزہ میرے بچے کیا ہوا؟'' اس نے بیٹی کو جھنجھوڑا۔

''پاپا اس کا مطلب ہے شانی امریکا نہیں گیا تو پھر کہاں ہیں وہ؟'' منزہ نے باپ کے سوال کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پریشانی کے عالم میں پوچھا۔

''جہاں بھی ہو ہمیں اس سے اب کوئی مطلب نہیں ہے میرے بچے تم پریشان مت ہوؤ۔'' باپ نے بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے کہا تو اس نے بھی خود کو نارمل رکھنے کی بھرپور اداکاری کی۔

''پاپا شانی کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔اس نے میری اور شیری کی باتیں سن لی ہیں کاش کہ وہ اس بات سے آگے بھی ہماری گفتگو سن لیتا تو اس طرح شک میں آ کر رشتہ نہ توڑ کر جاتا۔'' وہ من میں تڑپ کر رہ گئی۔

''اور یہ بات میں آپ کو کیسے بتاؤں؟'' وہ عجیب کشمکش میں مبتلا کھڑی باپ کو دیکھتی رہی۔

''ارے آپ دونوں یہاں کھڑے کیا باتیں کر رہے ہیں؟'' اس کی ماں بھی وہاں آ گئی۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''کچھ نہیں امی ہم بس آ ہی رہے تھے ہے ناں پاپا۔''اس نے باپ کو آنکھ کے اشارے سے ہاں کہنے کو کہا کیونکہ بیٹی کا رشتہ ٹوٹنے کی خبر سے ان کو کافی دھچکہ لگا تھا اور ڈاکٹر نے ان کو مزید کسی ڈپریشن سے دور رکھنے کی خاص تلقین کی تھی۔

''ارے ہاں بھئی میں تو منزہ بیٹا سے یہ ہی پوچھ رہا تھا کہ آج کھانے میں کیا پکایا ہے؟''باپ نے بھی بیٹی کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''اچھا اب چلیں چل کے کھانا کھاتے ہیں ورنہ اگر میرے ہاتھ کی بریانی ٹھنڈی ہوگئی تو کھانے کا مزہ ہی ختم ہو جائیگا۔''وہ اپنی ممی پاپا کے بازو تھام کر لاڈ سے ڈائننگ ٹیبل تک لے آئی۔

اپنے ہاتھ سے کھانا نکال کر ان کے سامنے رکھا اور خود پھر اسی سوچ میں گم کہ ایک کے بعد ایک سوال اس کی سوچ کو الجھاتے گئے۔

''گئے تو پھر کہاں گئے ہوں گے؟فون بھی کیوں بند مل رہا ہے؟مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟اللہ بہتر جانتا ہے اگر وہ امریکا نہیں گئے تو کہاں گئے ہیں؟''

''ارے بیٹی تم بھی تو کچھ کھاؤ ناں؟''اس کی ماں نے اسے سوچوں میں گم پا کر ممتا بھرے انداز میں کہا۔

''جی امی لے رہی ہوں۔''ادھار کی مسکان کو چہرے پر سجاتے ہوئے اس نے ماں کو جواب دیا۔

☆......☆......☆

آج اس کی رخصتی کا دن تھا۔وہ شانی کی طرف سے دلایا گیا شادی کا جوڑا اور سارا سامان بیڈ پر بکھیرے باری باری سب کو حسرت سے دیکھ رہی تھی۔شانی کے اچانک چلے جانے کا سوچ کر آنکھیں

ملک این اے کاوش اعوان (چیف ایڈیٹر) محمد ندیم عباس میواتی (ایڈیٹر)

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

متواتر برستی رہیں اور وہ اپنے ہاتھ کی لکیروں میں جانے کیا کھوجتے سسک اٹھی۔آنسو جب اس کے گالوں کو سیراب کرتے کرتے دل کی بے چینی بڑھانے لگے تو درد کی شدت سے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سسکیاں لے کر رونے لگی۔

''رو لو محترمہ جی بھر کے رو لو کیونکہ رخصتی کے وقت میں نے میک اپ کا خرچہ ضائع نہیں ہونے دینا۔''مستی سے بھرے پیار میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہے گئے ان جملوں پر منزہ کی آنکھیں بے اختیار کھل گئیں۔

''شانی تم۔''اس نے حیرت سے اس کے مسکراتے ہوئے چہرے کو تکا۔

''جی میں واپس آ گیا ہوں اور اب آپ کو اپنے ساتھ لے کر ہی امریکا جاؤں گا۔''اس نے پر یقین لہجے میں کہا تو منزہ سلگ اٹھی۔

''پھر رشتہ توڑ کر گئے ہی کیوں تھے؟''وہ نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر بیٹھی۔

''منزہ میں تمہیں بے انتہا پیار کرتا ہوں۔اس لیے اس دن جب تمہاری زبان پر کسی اور کے پیار کا ذکر سنا تو پاگل ہو گیا اور اسی پاگل پن میں یہ غلط فیصلہ کر کے تمہیں ہی نہیں خود کو بھی اذیت میں مبتلا رکھا۔ مجھے معاف کر دو منزہ اب زندگی میں کبھی بھی تمہارے پیار پر شک نہیں کروں گا۔''اس نے منزہ کے نرم و نازک ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

''اس دن انکل کا فون آیا تھا تو وہ پاپا سے کہہ رہے تھے کہ تم امریکا بھی نہیں گئے۔تو تم کہاں گئے تھے؟اور تمہاری یہ غلط فہمی کیسے دور ہوئی۔''اس نے اچانک اس کا یہ بات یاد دلاتے ہوئے پوچھا۔

''تم سے محبت کچھ اتنی کی ہے منزہ ڈارلنگ کہ تمہیں چھوڑ کر تمہارے بغیر اگر کہیں جا سکتا تھا تو وہ وہ

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

سیدھا اوپر۔سو میں ایئر سے ہی واپس آ گیا تھا۔کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔تم سے محبت اتنی شدید تھی کہ شیری سے تمہاری وہ پیار بھری باتیں یاد کر کے میں غم اور غصے کی آگ میں جل رہا تھا۔سو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اس کے پاس پہنچ گیا۔جب میں نے غصے کے عالم میں تمہارے اور اس کے حوالے سے کچھ الٹا سیدھا کہا تو وہ بھڑک اٹھے۔اس کے ایک الٹے ہاتھ نے میرے چودہ طبق روشن کر دیئے۔اس نے ساری سچائی بیان کر دی۔''جیسے جیسے شانی بات مکمل کر رہا تھا ویسے ویسے منزہ کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی روانی میں بھی تیزی آتی جا رہی تھی۔

''بھلا ہو سالے صاحب کا جس نے میری آنکھوں سے شک کی پٹی اتاری۔نہیں تو آج اس لال جوڑے کی جگہ سفید جوڑہ پہننے کی تیاری شروع ہوتی۔''

شانی نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تو منزہ روتی ہوئی اس کے گلے سے لگ گئی اور بلک بلک کر رونے لگی۔شانی اسے متواتر تسلیاں دے رہا تھا اور وعدہ کر رہا تھا کہ وہ اب کبھی بھی اس پر شک نہیں کرے گا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

چاہی۔

''ہمیشہ کی طرح بہت پیاری۔''ذیشان نے پہلے شہریار نے جواب دیا تو منزہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

''ارے شیری تم......تم کب آئے؟''منزہ کا شہریار کی طرف متوجہ ہونا ذیشان کو کافی ناگوار گزرا۔

''تم نے بتایا نہیں کون ہے یہ؟''ذیشان نے منزہ سے پوچھا۔

''ارے میں تو بھول ہی گئی شانی!یہ میری بہت اچھی اور پیاری سہیلی رمشہ کے بھائی ہیں۔''منزہ کے کروائے گئے تعارف کے اس انداز نے شہریار کو تڑپا دیا۔

''آج تو انکل آنٹی بھی موجود نہیں تھے کاش کہ تم ذیشان سے میرا اصل تعارف کروا دیتی منزہ!''شہریار نے دل ہی دل میں سوچا۔

''شیری ہم لوگ باہر لنچ کرنے جا رہے ہیں کیا تم بھی آنا پسند کرو گے؟''اس نے مروتاً اس کو دعوت دیتے ہوئے کہا تو زیشان بھڑک اٹھا۔

''نو تھینکس میں تو بس ویسے ہی آیا تھا تم لوگ جاؤ......اوہ سوری بلکہ میں جاتا ہوں انشاءاللہ کل ملاقات ہوگی۔''شہریار نے کہا۔

''اوکے بائے۔''شہریار کی بات ختم ہوتے ہی ذیشان نے بڑے ہی روکھے انداز میں کہا تو شہریار کا اترا ہوا منہ واپس جاتے ہوئے اس کا دیکھ کر منزہ تڑپ اٹھی۔

''یہ کیا طریقہ تھا ذیشان کسی سے بات کرنے کا......؟''گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے خفگی سے کہا

''تمہیں اتنا برا کیوں لگا؟''اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

Downloaded from https://paksociety.com

''آف کورس برا لگا۔''اس نے برا سا منہ بنایا۔

''اچھا سوری۔''اس نے لاپرواہی سے کہا اور اپنا دھیان ڈرائیونگ میں لگایا جبکہ منزہ اس کی لاپرواہی کو حیران سے دیکھتی رہی۔

☆......☆......☆

''بھائی آپ کہیں جا رہے ہو؟''رمشہ جب شہریار کے کمرے میں آئی تو وہ بالکل تیار ہو کر اپنے بالوں کو برش پھیر رہا تھا۔

''ہاں منزہ کی کچھ چیزیں تھی میرے پاس وہ دینے جا رہا ہوں کیوں کوئی کام تھا کوئی ؟''اس نے پوچھا۔

''ہاں بھائی مجھے بھی منزہ کے کچھ نوٹس واپس کرنے تھے۔اسائنمنٹ بنانے کے لیے لائی تھی وہ مکمل ہو چکی تو سوچا واپس کردو اس نے بھی کسی اور سے لے کر دیئے تھے۔''اس نے بتایا۔

''اچھا مجھے دے دو میں دے دوں گا۔''اس نے کہا۔

وہ نوٹس لے کر اس نے ایک چھوٹے سے آفس بیگ میں رکھے اور منزہ کے گھر کی جانب روانہ ہوا۔

کافی دیر اس کے دروازے پر کھڑا یہی سوچتا رہا کہ آیا دستک دے یا اس کو باہر بلائے پھر کچھ سوچ کر اس نے بیل بجا دی۔تھوڑی دیر میں منزہ اس کے سامنے تھی۔

''ارے شیری تم ؟ آؤ اندر آؤ ناں......؟''اس نے ایک طرف ہو کر اس کو اندر آنے کے لیے کہا۔

''تم تو بالکل تیار بیٹھی ہو کہیں باہر جا رہی تھی کیا......؟''منزہ کو ایک دم تیار پر اس نے پوچھا۔

''ہاں وہ شانی کے ساتھ شاپنگ کا پروگرام تھا۔''منزہ نے بتایا تو اس نے واپسی کا ارادہ کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com